

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان



۷۸۶

۹۳۱۱۰

یا صاحب الزماں اور کئی



لیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رشوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABEEL-E-SAKINA

Unit II,

Latifabad Hyderabad

Sindh, Pakistan.

www.sabeel-sakina.page.it

sabeel-sakina@gmail.com

www.ziaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ
”اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی“

فضائل صحابہ و اہل بیت ﷺ

مصنف

پیر طریقت، راہبر شریعت، مفکر اسلام حضرت

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری

دامت برکاتہم العالیہ



افکار اسلامی

اسلام آباد، کراچی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب فضائل صحابہ و اہل بیت ﷺ
مصنف پیر طریقت علامہ سید شاہزاد اب الحق قادری البیہونی دامت برکاتہم العالیہ
مرتب حافظ قاری محمد آصف قادری
پروف ریڈنگ حافظ قاری محمد عارف قادری
معاونین عمران جاوید قادری، شاہد علی قادری (اسلام آباد) محمد رئیس قادری، محمد اشرف قادری (کراچی)
تاریخ اشاعت محرم الحرام ۱۴۴۷ھ / فروری ۲۰۰۶ء
ناشر انکار اسلامی (اسلام آباد، کراچی)

﴿ ملنے کے پتے ﴾

- ☆..... مکتبہ انوار القرآن، مین مسجد، مصلح الدین گارڈن، کھارادر، کراچی
- ☆..... مکتبہ انکار اسلامی، جامع مسجد کتزلایمان، آئی ٹی ون، اسلام آباد
- ☆..... ضیاء القرآن، پہلی کیشنز، گنج بخش روڈ، اردو بازار لاہور
- ☆..... حنفیہ پاک، پہلی کیشنز، نزد بسم اللہ مسجد، کھارادر، کراچی
- ☆..... مکتبہ قادریہ، داتا دربار مارکیٹ، نزد دستا ہوٹل، لاہور

فہرست

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
	سیدنا عمر فاروق <small>ؓ</small>		تقاریظ علمائے کرام
	فضائل عمر <small>ؓ</small> قرآن میں		پیش لفظ
	موافقات سیدنا عمر <small>ؓ</small>		صحابہ کون ہیں؟
	موافقات اور فرست عمر <small>ؓ</small>		شان صحابہ <small>ؓ</small> ، قرآن میں
	فضائل عمر <small>ؓ</small> احادیث میں		صحابہ کرام کے لیے مغفرت
	سیدنا عمر <small>ؓ</small> اور عظیم دین		مومنوں کی تین اقسام
	آپ کے اسلام کی دعا		صحابہ گناہ سے محفوظ ہیں
	آپ سے شیطان ڈرتا ہے		شان صحابہ احادیث میں
	فضائل ابو بکر <small>ؓ</small> قرآن میں		صحابہ کے متعلق خدا سے ڈرو
	فضائل ابو بکر <small>ؓ</small> احادیث میں		صحابہ <small>ؓ</small> کے طفیل رحمتیں
	فضائل کے لیے عمر نوح <small>ؑ</small> ؛		سیدنا ابوبکر صدیق <small>ؓ</small>
			<small>ؓ</small>
	اگلی محبت ایمان کی علامت		فضائل ابو بکر <small>ؓ</small> قرآن میں
	سیدنا عثمان غنی <small>ؓ</small>		آپ کی صحابیت کا منکر کافر
	فضائل عثمان <small>ؓ</small> قرآن میں		آپ سب سے افضل ہیں
	اے طہینان والی جان!		فضائل ابو بکر <small>ؓ</small> احادیث میں
	فضائل عثمان <small>ؓ</small> احادیث میں		آپ حضور <small>ﷺ</small> کے محبوب
	فرشتے بھی حیا کرتے ہیں		سب سے افضل کون ہے؟
	یہ جو کریں، کوئی گناہ نہیں		آپ کو اللہ کے حکم سے امام بنایا
	چالیس بیٹیاں ہوتیں تو!		سب سے بہادر کون؟
صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
	اہل بیت اطہار کون؟		خلافت کی قمیص نہ اتارنا
	فضائل ہدایت قرآن میں		اثرات کی حقیقت
	آیت تطہیر اور احادیث		حضور <small>ﷺ</small> کا علم غیب
	قربت داروں کی محبت		سیدنا علی <small>ؓ</small> مر تفضلی <small>ؓ</small>
	آل پر بھی درود بھیجو		فضائل علی <small>ؓ</small> قرآن میں

بللیت اطہار ﷺ کا ایثار
 سینوں سے کیے نکال لیے
 ولی کا معنی خلیفہ نہیں ہو سکتا
 فضائل علی ﷺ، احادیث میں
 ابتر اب تو یہاں نام ہے
 علی ﷺ مجھ سے ہیں اور!
 محبت میں غلو کرنے والا
 آپ کا چہرہ دیکھنا عبادت
 معجزہ رؤ الفس
 منافق میں چار کی محبت نہیں
 علی ﷺ مومنوں کے دوست
 فضائل عشرہ مبشرہ
 جہنم کی جھک نہ سنیں گے
 فضائل عشرہ احادیث میں
 خلفائے اربعہ کے اوصاف
 عنوانات
 سوار بھی بہت خوب ہے!
 جنتی جوانوں کے سردار ہیں
 ان سے بغض رکھنے والا جہنمی
 بعدے طویل فرماویے
 ابن زیاد نے چھڑی ماری
 دیگر اہلبیت کہ فضائل
 سیدنا عباس و ابن عباس رضی اللہ عنہما
 سیدنا حمزہ بن عبد المطلب ﷺ
 سیدنا جعفر و ابن جعفر رضی اللہ عنہما
 سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما
 ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن
 انکی شان میں قرآنی آیات
 حیات انبیاء بعد از وصال

عیسائیوں سے میلہ
 حضور ﷺ کی چار صاحبزادیاں
 اللہ کی رسی، بللیت ہیں
 حب علی ﷺ اور بغض صحابہ؟
 فضائل بللیت، احادیث میں
 لولا دو تین چیزیں سکھاؤ
 محبت بللیت، کشتی نوح ﷺ
 سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا
 مومنہ عورتوں کی سردار ہیں
 اس کی ناراضگی میری ناراضگی
 عورت کے لیے سب سے بہتر
 جنتی عورتوں کی سردار ہیں
 اہل عشرہ! اپنی نگاہیں جھکا لو
 سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما
 ان سے محبت مجھ سے محبت ہے

صفحہ

عنوانات

اہل بیتین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا
 اہل بیتین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا
 اہل بیتین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا
 اہل بیتین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا
 تعدد ازواج کی حقیقت
 خلافت راشدہ قرآن میں
 سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کا لشکر، اللہ کا لشکر
 حضور ﷺ کی انعامات
 تمکین اور اقامت دین
 مردین سے پہلا جہاد
 عظیم خوزیر جنگ، جنگ یمامہ
 مہاجرین صحابہ کی صداقت
 کھتی کے چار مراحل

صفحہ

عنوانات

ام المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین سیدہ سوره رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین سیدہ زینب بنت خزیمہ

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش

صفحوں

عنوانات

خلافت، آسمانی کتب میں

من کنت مولاه فعلی مولاه

آپ کی بارون فقہاء سے تشبیہ

حدیث قرطاس کی تشریح

حضور کیا لکھوانا چاہتے تھے؟

خلیفہ بلا فصل کون؟

مسئلہ فذلک کی حقیقت

حدیث "لا نورث" کے راوی

کیا سیدہ ناراض ہوئیں؟

کیا علیؑ نے بھی ظلم کیا؟

سیدنا علیؑ کب بیعت ہوئے؟

چند شہادت کا ازالہ

سبائی فتنہ کی ابتدا

سیدنا امیر معاویہؓ

آپ کی فضیلت میں احادیث

علیؑ مجھ سے افضل ہیں

حضورؐ کی سلطنت، شام میں

خلافت راشدہ میں سال ہوگی

علیؑ کی شہادت پر روئے

لام حسنؑ کی شہادت

خلافت شیخین کی خوشخبری

خلافت راشدہ حقیقت میں

صحابہ کا اجماع حجت ہے

خلیفہ بلا فصل، ابو بکرؓ

خلافت کی ترتیب

خلافت کا زیادہ مستحق کون؟

خدا کے حکم سے لام بنایا

صفحوں

عنوانات

مشاجرات صحابہ کرام

سیدنا امیر معاویہؓ اور یزید

شہادت امام حسینؑ

لام پاکؑ اور یزید پلید

یزید فاسق و فاجر تھا

مدینہ منورہ پر یزیدی حملہ

مکہ مکرمہ پر یزیدی حملہ

کیا یزید مغفور ہے؟

پہلے لشکر میں یزید نہیں تھا

یزید کس حدیث کا مصداق؟

حدیث میں یزیدی فتنہ کی خبر

امت کی ہلاکت کا سبب

سیدنا ابو ہریرہؓ کی دعا

صحابہ کی باہم صحبت

سیدنا ابو بکرؓ و سیدنا علیؑ

سیدنا عمرؓ و سیدنا علیؑ

عمرؓ نہیں تو علیؑ رضی نہیں

سیدنا علیؑ اور عظمت شیخین

حضرات شیخین و ائمہ اہلبیت

لام زین العابدینؑ کا فتویٰ

تقریظ جلیل

استاذ العلماء علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری دہلوی
سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿الصلوة﴾ ﴿الزکوٰۃ﴾ ﴿الحج﴾ ﴿الصدقہ﴾

ایک مسلمان کے لیے مرکبِ محبت و اطاعت اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہے۔ اس کے حکم کی بناء پر تمام مخلوق سے زیادہ محبت، عقیدت اور اطاعت اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

”تم فرماؤ، اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ، اور تمہاری کمائی کے مال، اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے، اور تمہارے پسند کا مکان، یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) لائے، اور اللہ فاسقوں کو راہ (ہدایت) نہیں دیتا“۔ (التوبہ: ۲۴، کنز الایمان)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے، لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَتَىٰ مِنْ وَالِدِهِ وَوَالِدَتِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

”تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اس کے والد، اس کی لولا اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں“۔ (مشفق علیہ)

حضور ﷺ کے بعد چونکہ جس مخلوق سے بھی محبت کی جائے گی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے تعلق اور نسبت کی بناء پر ہوگی، اس لیے ایک مسلمان کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے بعد سب سے مقدس ہستیاں اہل بیت کرام اور صحابہ کرام ﷺ کی ہیں۔ اہل سنت و جماعت دونوں سے محبت و عقیدت رکھتے ہیں اور رکھنی بھی چاہیے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور ﷺ

نجم ہیں نورِ ناز ہے عزت رسول اللہ کی ﷺ

پیش نظر کتاب ”فضائل صحابہ اہل بیت“ اہل سنت و جماعت کے نامور عالم، مبلغ اسلام، پیر طریقت حضرت مولانا سید شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم العالیہ کی تصنیفِ لطیف ہے، جس میں انہوں نے بڑے عمدہ انداز میں صحابہ و اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل و مناقب بیان کیے ہیں اور اختلافی مسائل میں اہل سنت و جماعت کا موقف بھی بیان کیا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ جو بات کی ہے باحوالہ کی ہے۔ مختصر یہ کہ یہ ایک ایمان افروز کتاب ہے جس کا مطالعہ ہر مسلمان کو کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا فیضِ نادیر اور دروہرہ تک جاری و ساری رکھے، آمین یا رب العالمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۵ ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ

لاہور

۶ جنوری ۲۰۰۶ء

تقریظ جلیل

مفسر قرآن علامہ مفتی عبدالرزاق چشتی، محترم الہدیٰ،
شیخ الحدیث جامعہ جامعہ صاعیہ مہر العلوم راولپنڈی
☆☆☆☆

الحمد لله سائر العيوب وغافر الذنوب وقابل التوبة واليه اتوب والمصلوة والسلام على سيدنا محمد المحبوب وعلى آله واصحابه الميامين
جاهلوا في سبيل الله ياموالمهم وانفسهم وما حسبهم من لغوب اما بعد
فادعو ذباله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَا يَسْئُرُ عَلَىٰ سِنِّيَّتِكُمْ مِّنْ نَّفَقٍ مِّنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَدْ أُنزِلَ أَوْلِيٰكَ بِالْمَعْلُومِ دَرَجَةً مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ
أَنْفَقُوا مِم مِّنْ بَدَلٍ وَقَاتِلُوا وَكُلًّا وَعَدَّ اللَّهُ الْمُنٰسِقِيْنَ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١٠﴾ (الحج: ١٠)

"اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین میں سب کا وارث (مالک) اللہ ہی ہے۔ تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے
قبل خرچ اور جہاد کیا، وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا، اور اللہ کو تمہارے
کاموں کی خبر ہے۔"

(کنز الایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ)

اس آیت کریمہ سے بہت واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تمام صحابہ کرام سے جنت کا وعدہ ہے ہاں البتہ جن صحابہ کرام نے فتح مکہ سے پہلے اللہ کی
راہ میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا ان کا مرتبہ بلند ہے بسبب ان صحابہ کرام کے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا۔
خیال رہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ حضرات ہیں جنہوں نے حالت ایمان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہو، یعنی آپ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل
کیا ہو اور حالت ایمان پر ہی دنیا سے رخصتی حاصل ہو۔

لہذا مطلقاً صحابہ کرام کا لفظ جب بولا جائے گا تو وہ تمام صحابہ کرام کو شامل ہوگا، اسی کے ضمن میں اہل بیت اطہار بھی آئیں گے اور خلفائے راشدین بھی، تاہم
بالخصوص خلفائے راشدین اور اہل بیت کے فضائل بھی احادیث مبارکہ میں موجود ہیں۔
قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی کالنجوم ہابہم القنیسم اہنیسم۔

(رواہ ذہبی عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، مشکوٰۃ، باب مناقب الصحابہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جن کی بھی امداد کرو گے ہدایت پا جاو گے۔

وعن ابي ذر رضی اللہ عنہ انه قال وهو اخذ بياب الكعبة سمعت النبي يقول الا ان مثل اهل بيبي فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا ومن تخلف عنها
هدك۔

(رواہ احمد، مشکوٰۃ، باب مناقب اهل البيت)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کعبہ شریف کے دروازے کو پکڑے ہوئے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا، خبردار! جینک میرے اہل بیت تم
میں اس طرح ہیں جس طرح نوح عليه السلام کی کشتی تھی۔ جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا، اور (کفر کی وجہ سے) پیچھے ہٹا رہا وہ ہلاک ہو گیا۔
فكذلك من النعم محبتهم ومنابتهم نجا في الدارين والا فهلك فيهما۔

(مرقاۃ، ج ۱ ص ۳۹۹)

اسی طرح جس نے اہل بیت کی محبت کو لازم پکڑا اور ان کی تابعداری کی وہ دونوں جہانوں یعنی دنیا و آخرت میں نجات پا گیا، اور جس نے اہل بیت سے محبت
نہ کی اور ان کی تابعداری نہ کی تو وہ دونوں میں ہلاک ہو گیا۔

”ولو كان يفرق المال والمجاهد او احدهما“ اس کے مال خرچ کرنے اور اس کے مرتبہ ووجاہت کا اسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

وحسنه الصغاني في كشف الحجاب شبه الدنيا بما فيها من الكفر والصلوات والميدع والمجهالات والاهواء المزمنة ببحر لحي يغشاها موج من فوقه موج من فوقه سحاب ظلمات بعضها فوق بعد وقد احاط باكتافه واطرافه الارض كلها وليس منه خلاص ولا مناص الا تلك السفينة وهي محبة اهل بيت الرسول وما احسن انضمامه مع قوله مثل اصحابي مثل المنجوم من القدي يشي منه اهندي۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۴۰۰)

علامہ صفحانی رحمہ اللہ نے کشف الحجاب میں بہت خوب بیان کیا ہے کہ دنیا اور اس میں پائی جانے والی گمراہیاں اور کفر، بدعات اور جہالتیں اور غلط قسم کی خواہشات کو سمندر سے تشبیہ دی گئی ہے کہ سمندر میں بہت زیادہ طغیانی ہو، موجوں پر موجیں ہوں، اور سخت سیاہ بادل بھی چھائے ہوئے ہوں جنہوں نے زمین کے کناروں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہو تو اس حالت میں بغیر کشتی اور ستاروں کی راہنمائی کے نجات ممکن نہیں۔ اسی طرح گمراہی سے بچنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کی محبت کی کشتی پر سوار ہونا ضروری ہے، اس کے بغیر کفر و جہالت، گمراہی و بدعات سے چھٹکارا ممکن نہیں۔ اور صحابہ کرام کو رسول اللہ ﷺ نے ستاروں کی طرح فرمایا ہے۔

اس سے پتہ چل گیا کہ جب تک ستاروں سے راہنمائی حاصل نہ کی جائے تو کشتی کا کنارے پر پہنچنا ممکن نہیں۔

خوب تر سے خوب ترین:

ونعم ما قال الامام فخر الدين الرازي في تفسيره نحن معاشر اهل السنة بحمد الله وكنا سفينة محبة اهل البيت واهل بيته بنجم هدى اصحاب النبي فرجوا النجاة من احوال القيامة ودركات المحيم والهداية الى مايو جب درجات الجنان والنعيم المقيم۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۴۰۰)

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر میں کیا خوب فرمایا ہے کہ ہم اہل سنت وجماعت بجز اللہ محبت اہل بیت کی کشتی پر سوار ہیں، اور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام جو ستاروں کی طرح ہیں، ان سے ہدایت حاصل کر رہے ہیں۔ ہم امید رکھتے ہیں قیامت کی ہولناکیوں سے نجات حاصل کرنے کی، اور جہنم کے مقامات سے بچنے کی، اور امید رکھتے ہیں جنت کے اعلیٰ مقامات کو حاصل کرنے کی اور دائمی نعمتوں کے حصول کی۔

وعن عبد الله بن مفضل قال قال رسول الله ﷺ االله الله في اصحابي لا تنحلوهم غرضنا من بعدى فمن احبهم فاحبهم ومن ابغضهم فابغضهم ومن اناهم فقد اذاني ومن اذاني فقد اذى الله ومن اذى الله فبوشك ان ياحلده۔ (رواہ ترمذی، مشکوٰۃ ابواب مناقب اصحابیہ)

عبد اللہ بن مفضل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو میرے صحابہ کے بارے میں، میرے بعد ان کو مورد طعن و تشنیع نہ بنانا۔ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ہی ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کی وجہ سے ہی ان سے بغض رکھا، اور جس نے ان کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی، جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے گرفت میں لے لے۔

وعن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ احيو الله لما يخلوكم من نعمة وحيونى لحيب الله واحبوا اهل بيته لحيي۔ (رواہ ترمذی، مشکوٰۃ ابواب مناقب اہل بیت النبی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو کہ اس نے نعمت کا رزق عطا کر رکھا ہے، اور اللہ کی محبت کی وجہ سے میرے ساتھ محبت رکھو، اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔

بس ایمان اسی چیز کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کی محبت حاصل ہو۔

واتفق اهل السنة افضلهم ابو بكر ثم عمر قال جمهورهم ثم عثمان ثم علي۔ اہل سنت وجماعت کا اتفاق ہے کہ تمام صحابہ کرام سے افضل حضرت ابو بکر پھر حضرت عمر اور جمہور صحابہ علم کا یہ قول ہے کہ پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم۔

قال ابو منصور البغدادي اصحابنا مجمعون على ان افضلهم الخلفاء الاربعة على الترتيب المذكور ثم تمام العشرة ثم اهل بدر ثم احد ثم بيعة

مرصون ومن مريداهن العقبين من الانصار و كللك السابقون الاولون وهم من صلى الى القبلتين

ابومنصور بعد دي حرافرتا تے ہیں، ہمارے اصحاب کا اس مسئلہ میں اجتماع ہے کہ خلفائے راشدین کی جو ترتیب خلافت میں پائی گئی ہے وہی ان کے درجات میں بھی ہے۔ سب سے پہلے خلیفہ حضرت ابو بکرؓ ہیں وہی سب سے افضل ہیں۔ اور دوسرے خلیفہ حضرت عمرؓ ہیں اور اس کی ذرا دوسرے مرتبہ آپ کا ہے۔ اور تیسرے مرتبہ حضرت عثمانؓ ہیں، اس لحاظ پر تیسرا مرتبہ آپ کو حاصل ہے۔ اور چوتھے خلیفہ حضرت علیؓ ہیں، اس کی ذرا آپ کا درجہ چوتھا ہے۔

پھر مرتبہ عشر ہمشہ ۱۰۷۰ صل ہے پھر بدر میں شریک صحابہ کرام کا مقام ہے پھر درجہ غزوہ احد میں میں شریک حضرات کا ہے پھر بیعت رضوان و یوں کا ہے پھر وہ نصرا جنہوں نے عقد اولیٰ اور ثانیہ پر بیعت کی پھر السابقون الاولون، یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز رکھی۔

و اما عس علیہ فخلافتہ صحیحۃ بالاجماع و کان هو الخلیفۃ فی وقتہ لا خلافتہ لغيرہ۔ حضرت علیؓ کی خلافت صحیح ہے اس مسئلہ پر بل ملت و جمعیت کا جماع ہے۔ جب آپ خلیفہ تھے اس وقت کوئی اور خلیفہ نہیں تھا۔

و اما معاویۃؓ فهو من المبول و المصلیاء و المصحابۃ النجباء۔

حضرت امیر معاویہؓ عادل اور فضلاء اور عظیم المرتبت صحابہ کرام سے ہیں۔

صحی بہ کرام کے ختلافات پر ارشاد مصطفوی:

وعن عمر بن الخطابؓ قال سمعت رسول اللہؐ یقول سألت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاحسب انی یا محمد ان اصحابک عدی بمرئۃ النجوم فی السماء بعضہا اقوی من بعض و لکل نور فمما یبشع مما ہم علیہ من اختلافہم فهو عدی عسی عدی۔ (روہ رزین، مشکوٰۃ اب مناقب صحابہ)

حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہؐ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے رب سے میرے بعد میرے صحابہ میں واقع ہونے والے ختلافات کے بارے میں سوال کیا تو رب تعالیٰ نے میری طرف وحی کی کہ اے محمد! بیشک تمہارے صحابہ میرے نزدیک اس طرح ہیں جس طرح ستارے ہیں۔ جس طرح ستارے بعض بعض پر قوی ہیں، ایسے ہی تمہارے صحابہ کے بعض کے بعض پر درجات بلند ہو گئے، ہر ایک کو نور حاصل ہو گا۔ جس شخص نے ان میں سے کسی کے قول پر بھی عمل کیا تو میرے نزدیک ہدایت پر ہو گا۔

صحی بہ کرام کے ختلافات میں صحابہ کی تین قسمیں ہو گئیں:

جب صحی بہ کرامؓ کی پہلی میں جنگ ہوئی تو،

فقسم ظہر لہم بلا حہد و ان الحق فی ہذا الطرف و ان مخالفہ باع فوجب علیہم نصرتہ و قال الباعی علیہ فیمما اعتقدوہ فعموا ذاک و لم یکن یحل من ہذا صفۃ تاخر عن مساعنتہ امام العدل فی قتال البغاة فی اعتقادہ و قسم عکس هؤلاء ظہر لہم بلا حہد و ان الحق فی الطرف لاخر فوجب علیہم مساعنتہ و قال الباعی علیہ، و قسم ثالث اذہبت علیہم القضیہ و تحیروا فیہا و لم یظہر لہم تریح احد الطرفین لا عتروا بقریبین و کان ہذا الاعتدال هو الواجب فی حقہم۔

صحی بہ کرام کی جنگوں میں بعض صحی بہ کرام نے ایک فریق کو حق پر سمجھا اور دوسرے کو ناحق۔ ان پر واجب ہو گیا کہ وہ حق کا ساتھ دیں، وہ پہلے فریق کے ساتھ ہو گئے۔ اور بعض حضرات نے دوسرے فریق کو حق پر سمجھا اور پہلے فریق کو ناحق سمجھا، ان پر واجب ہو گیا کہ وہ دوسرے فریق کا ساتھ دیں اور پہلے سے دور رہیں۔ اور بعض لوگوں پر مشتبہ رہا، وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ حق پر کون اور ناحق کون ہیں، ان پر واجب ہو گیا کہ وہ کسی ایک کا بھی ساتھ نہ دیں۔ چونکہ ناحق کا ساتھ دینا ظلم ہے۔

فکنہم معسورون و بہذا اتفق اهل الحق و من یعتد بہ فی الاجماع علی قبول شہادۃہم و روایاتہم و کمال عدالتہم و رضی اللہ عنہم جمعین

تمام صحیح بہرام تو آپس میں جنگوں کے مسئلہ میں معذور سمجھا گیا، اسی مسئلہ پر اہل حق کا اتفاق ہے اور جن حضرات کا شریعت میں جمع معتبر ہے وہ بھی اس مسئلہ پر متفق ہیں کہ تمام صحابہ کرام کی کوہیاں اور روایات اور کمال عدالت معتبر ہے۔

(ماخوذ از نووی شرح مسلم ج ۲ باب فضائل اہل بیت)

اہل علم کی تحقیق سے انحراف کا نتیجہ:

مذکورہ، جو اہل علم کی تحقیق پر مبنی بحث پیش کی، جب اس سے انحراف کیا گیا تو کوئی گستاخ اہل بیت بن گیا اور کوئی گستاخ صحیح بہرام بن گیا۔
 من سم يدخل مسجداً سبقت كذا، نحو ارجح هلك مع الهالكين في اول وهلة ومن دخلها ولم يهتد بنجوم الصحابة كالرؤفص عدل ووقع في ظلمات ليس بصالح مسجداً۔

جو اہل بیت کی محبت کی کشتی پر سوار نہ ہوا خارجیوں کی طرح تو وہ ابتدائی مرحلہ میں ہی ہلاک ہو گیا، اور جو کشتی میں تو سوار ہو گیا لیکن محبت صحیح بہرام سے ہدایت حاصل نہ کی جو ستاروں کی طرح ہیں تو وہ راصیوں کی طرح گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹکتا ہی رہے گا، اسے نکلنے کی کوئی راہ نظر نہیں آئے گی۔
 اس بھنور سے نکلنے کی راہ:

روایہ احمد عن ابن عباس مرفوعاً ان مثل العلماء في الارض كمثل النجوم في السماء يهتدي بها في ظلمات البر والبحر فادب طمست النجوم ووشك ان تضل الهداية۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۴۰۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مرفوع حدیث بیان کی (یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا) کہ علماء زمین میں اس طرح ہیں جس طرح آسمان میں ستارے ہیں، ستاروں سے خشکی اور تری کی تاریکیوں میں ہدایت حاصل کی جاتی ہے، اگر ستارے بے نور ہو جائیں تو راہنما بھٹک جائیں۔

حدیث پاک سے معلوم ہو کہ صحابہ کرام بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ راست پر لاتے ہیں۔ ان اصحاب علم میں سے ہادی برحق، واصل الیقین، محبت الحق، (پیر طریقت، راہبر شریعت) حضرت علامہ شاہزاد ابوالحق قادری مدظلہ العالی بھی ہیں جو اپنے زہد و تقویٰ اور تحقیق بھری حسین تقاریر سے تو پہلے ہی لوگوں کی راہنمائی فرما رہے تھے، لیکن اب آپ نے تھوڑے سے عرصہ میں بہت بڑا تصفیعی کام کیا ہے۔

بزرگ نظر کتاب "فضائل صحیح بہرامیت" میں آپ نے صحابہ کرام کی شان اور اہل بیت کی شان قرآن پاک اور احادیث مبارکہ سے تصنیف فرما کر بھنگی ہوئی دنیا کو راہ راست پر لانے کی عظیم کوشش فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، اور قارئین کرام کو اس کتاب سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ان کی عاقبت سنور جائے۔ آمین ثم آمین۔

خاکپائے اولیاء کرام و صحابہ کرام،

عبدالرزاق بھٹو، رومی

واعتقت کی تہی کا سبب ہے۔ پہل بن عبد اللہ استری، حدیث کا ارشاد ہے، ”وہ شخص ایمان ہی نہیں لایا جس نے آپ کے اصحاب کی تعظیم نہیں کی۔“
 حضور ﷺ کا فرمان عایشہؓ ہے، جب میرے صحابہ کا ذکر ہو رہا ہو تو خاموش رہا کرو یعنی ان کے متعلق اچھی بات کہو ورنہ خاموش رہو۔ (الصواعق
 لکڑی ۳۲۳)

بعض لوگ نہ جانے یوں صحابہ پر ام اور ہولیت اظہار سے بغض رکھتے ہیں۔ ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ”امام حسینؓ صحابہ کی نہیں تھے کیونکہ صحابی ہونے
 کے لیے حضور ﷺ کے ساتھ ملاقات کے وقت بالغ ہونا شرط ہے۔“ حالانکہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ بالغ ہونے کی شرط مردود
 ہے۔ امام بخاری، امام احمد اور جمہور محدثین مہذب کا یہی قول ہے۔ (فتح الباری ۷: ۳)

حافظ ابن کثیر حدیث امام حسینؓ کے صحابی ہونے کے متعلق فرماتے ہیں، ”بی شک وہ مسلمانوں کے سردار اور علماء صحابہ میں سے ہیں۔“ (البدیع والنہیہ
 ۲۰۳: ۸)

امام حسنؓ و امام حسینؓ صرف صحابی نہیں بلکہ صاحب روایت صحابی ہیں۔

امام بن عبد البر، حدیث رقم ۱۱۳۵: ۱ سے حدیث روایت کی ہے۔ (الاستیعاب ۱: ۱۳۵)

امام بن حجر عسقلانی، حدیث رقم ۱۱۳۵: ۲ سے حدیث روایت کی ہے۔ (تہذیب المعجم ۲: ۲۳۵)

امام بن ماجہ، حدیث رقم ۱۱۳۵: ۲ سے حدیث روایت کی ہے۔

امام عظیم ابو حنیفہ کے شاگرد امام شافعیؒ فرماتے ہیں،

يَا أَهْلَ بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ خُيِّبْكُمْ فَرَضَ "بَيْنَ اللَّهِ فِي الْقُرْآنِ أَنْزَلَهُ

”سے رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت اتم سے محبت رکھنا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں، جس کو اُس نے نازل کیا فرض قرار دیا ہے۔“

بِكَيْفِيَّتِكُمْ مِنْ عَظِيمِ الْقَدْرِ بِكُمْ مَنْ لَمْ يَضَلَّ عَلَيْكُمْ لَأَضَلُّوْهُ لَهٗ

”تمہاری عظمت و شان کے لیے یہی بات کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے، اس کی نماز نہیں۔“ ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا،

إِذَا نَحْنُ فَضَّلْنَا عَلَيْهَا قِبَا زُوَالِضْنَ بِالْمُضَيَّبِ عِنْدَ دِي الْمَجْهَلِ

”جب ہم نے حضرت علیؓ کی فضیلت کو بیان کیا تو بی شک ہم فضیلت بیان کرنے کی وجہ سے جاہلوں کے نزدیک رافضی ہو گئے۔“

وَفَضَّلِيْ أَبِيْ بَكْرٍ إِذَا مَا ذَكَرْتَهُ زَمِيْتُ بِضَبِّ عِنْدَ دُجْرِيْ لِلْمُضَلِّ

”اور جب ہم سیدنا بوکرؓ کے فضائل بیان کرتے ہیں تو اس وقت ہم پر اسی ہونے کا اہرام لگایا جاتا ہے۔“

إِنْ كَانَ رَفُضًا حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ فَلَيْسَ شَهِيدَ الثَّقَلَيْنِ أَيْ رَافِضٍ

”گر سیدنا محمدؐ سے محبت ہی کا نام رافض ہے (جیسا کہ جاہلوں کا گمان ہے) تو دونوں جہان کو اہر ہیں کہ بی شک میں رافضی ہوں۔“

زیر نظر کتاب حضرت شاہ صاحب، ہمدرد نے تالیف فرمائی اور الحمد للہ! مجھ فقیر کو اس کی ترتیب کی سعادت ملی۔ اگر اہل علم و ادب میں تو ضرور مطلع

فرمائیں تاکہ نندہ ایڈیشن میں سے درست کیا جاسکے۔ رب تعالیٰ اسے نافع خلائق اور ہمارے لیے ذریعہ نجات بنائے، آمین، بجا وسید المرسلین۔

کیا بات رضا اُس چستان کرم کی زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

خاک کپائے صحابہ و ہولیت، محمد صف قادری

صحیہ کون ہیں؟

صحیہ بی کے لغوی معنی ساتھی کے ہیں جبکہ شریعت میں صحابی اُس خوش نصیب کو کہتے ہیں جس نے ایمان و ہوش کی حالت میں رسول کریم ﷺ کا دیدار کیا یا جسے سنا
 و مولیٰ ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی اور پھر ایمان پر اس کا وصال ہوا۔

تمام صحیہ پر ام میں سب سے افضل سیدنا صدیق اکبر ﷺ ہیں پھر سیدنا فاروق اعظم پھر سیدنا عثمان غنی پھر سیدنا مولیٰ علی پھر بقیہ عشرہ مبشرہ و مصرات حسین
 رضی اللہ عنہم۔ بل بدوہ احد، بیعت رضوان والے، بیعت عقبہ و الے اور سابقین یعنی وہ صحابہ جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، دیگر صحیہ
 کرام ﷺ سے افضل ہیں۔

تمام صحیہ پر کرام متقی، عادل اور جنتی ہیں اور ان کا ذکر، خیر عی کے ساتھ کرنا فرض ہے۔ تمام صحابہ کرام کی تعظیم و توقیر واجب ہے و رکھی بھی صحیہ بی کے ساتھ
 عقیدہ رکھنا بد مذہبی و گمراہی اور جہنم کا مستحق ہونا ہے کیونکہ قرآن و احادیث میں جا بجا صحابہ کرام کے عادل و متقی ہونے کی اور نسق سے محفوظ ہونے کی گواہی
 موجود ہے۔

دنیا کے تمام اوسیاء، ابدال، غوث اور قطب بھی جمع ہو جائیں تو کسی صحابی کے درجے کو انہیں پہنچ سکتے۔
 شہنشاہ صحیہ پر قرآن کی روشنی میں:

1- وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ بَآخِنَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ
 تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ حَبِيبِينَ لِيُنْهَارُوا فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ○ (البقرہ: ۱۰۰)

”و سب میں گلے سپید مہاجر و انصار اور جو بھلائی کے ساتھ آنکے ہجرت ہوئے، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، اور ان کے لیے تیار کر رکھے ہیں
 باغ جن کے نیچے نہریں بہیں، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔“ (کنز الایمان)

اس آیت مبارکہ میں رب تعالیٰ نے ان صحابہ کی شان بیان فرمائی جنہوں نے اس وقت رسول کریم ﷺ کی دعوت حق قبول کی جبکہ اس دعوت کو قبول کرنا پیشہ
 مصائب و تکالیف کو دعوت دینا تھا۔ اخلاص و استقلال کے ان پیکروں نے محض رضائے الہی کے لیے اپنے گھریا چھوڑے، بے خونئی رشتوں کو فراموش کیا
 اور حق کی سر بلندی کی خاطر اپنی جان تک کی بازی لگادی۔ رب کریم نے ان نفوسِ قدسیہ اور انکے تبعین کو بھی یہ اعزاز عطا فرمایا کہ ان سے راضی ہونے کا
 وعدہ فرمایا، انہیں جنتی ہونے کی خوشخبری دی اور اسے بہت بڑی کامیابی قرار دیا۔ یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت
 عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سابقین اولین میں سے ہیں۔

صدر، فاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں کہ ”وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ“ (انکے ہجرت کاروں) سے قیامت تک کے وہ ایماندار مرد ہیں
 جو ایمان و عت و نیکی میں نصیب رہا جبرین صحابہ کرام کی رکن چلیں۔“ (خزان العرفان)

2- لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ نَفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِل أُولَٰئِكَ أَكْبَرُ مِنْ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اتَّقَوْا مِنْ بَعْدِ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَّ اللَّهُ الْمُنْفِقِينَ
 و لئلا يمتدحوا حبيرو ○ (الحج: ۱۰)

”تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل فرج اور جہاد کیا، وہ جبر میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے فرج اور جہاد کیا و ان سب سے اللہ
 جنت کا وعدہ فرمایا، اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔“ (کنز الایمان)

اس آیت پر یہ سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کرام سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے البتہ ان صحابہ کرام کو دیگر صحابہ پر فضیلت و برتری حاصل ہے

جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خود کی راہ میں اپنا مال خرچ کیا اور انکی راہ میں جہاد کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ان نفوسِ قدسہ میں بھی حضرت ابوہریرہ، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علیؓ نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

3- وَ لَدَيْسَ هَاجِرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِنَا ظَلَمُوا لِنَبِيِّنَهُمْ فِي الثُّنْيَا حَنَّةً وَلَا جَزَاءً أَكْبَرَ لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ ○ (نحل: ۴)

”اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں پے گھریا رچھوڑے مظلوم ہو کر، ضرور ہم انہیں دنیا میں اچھی جگہ دیں گے اور بیشک آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے۔ (کاش!) کسی طرح وگ جائے۔“ (کنز الایمان)

4- وَالَّذِينَ آمَنُوا وَ هَاجَرُوا وَ حَاسَبُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَا وَ نَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَ رِزْقٌ كَرِيمٌ ○ (النحل: ۷۴)

”اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی، وہی سچے ایمان والے ہیں، ان کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی“۔ (کنز الایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی مدظلہ)

ان آیات کریمہ میں مہاجرین و نصاریٰ کا پرکھ کر ام کی شان بیان ہوئی۔ رب تعالیٰ نے خوشخبری دی کہ انکے لیے دنیا میں بھی عزت و بلند مقام ہے اور آخرت میں بھی نکلے کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ آخر اللہ کریم سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مہاجرین و انصار تمام صحابہ کرام سچے مومن اور متقی ہیں۔ غور فرمائیے کہ جن نفوسِ قدسہ کے سچے مومن ہونے کی رب تعالیٰ کو اسی دے اور جن کی مغفرت کی سند مالک الملک عطا کرے، انکے ایمان و اعمال پر کسی کو تنقید کا حق کیونکر ہو جا سکتا ہے؟

5- لِيُغْفِرَ لِمَنُ آمَنَ مِنْهُمْ وَأُخْرَىٰ جَزَاءً مِمَّنْ دَبَّرَ لَهُمْ وَ أَمْوَالُهُمْ يُنْفِقُونَ فِضْلًا مِنَ اللَّهِ وَ رِضْوَانًا وَ يُنصَرُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ○ (احقر: ۸)

” (ہر غنیمت) ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے، اللہ کا فضل اور انکی رضا چاہتے اور اللہ ورسول کی مدد کرتے، وہی سچے ہیں۔“ (کنز الایمان از امام احمد رضا محدث بریلوی مدظلہ)

اس آیت مقدسہ سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام جنہوں نے ہجرت کی، وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور انکی رضا مندی کے طالب ہیں، دین اسلام کے مددگار ہیں اور دین میں سچے ہیں۔ ایسے جلیل القدر مقدس نفوس کے صادق و صدیق ہونے میں شک کرنا یا ان کی عظمت کا انکار کرنا درحقیقت قرآن عظیم کے انکار کے مترادف ہے۔

6- وَالَّذِينَ آمَنُوا وَ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ ○ (احقر: ۱۰)

”اور وہ جو ان (مہاجرین و نصاریٰ) کے بعد آئے، عرض کرتے ہیں، اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں و جو ہم سے پہلے ایمان لائے، اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔ اے رب ہمارے بیشک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔“ (کنز الایمان)

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جس کے دل میں صحابی کی طرف سے بغض یا کدورت ہو اور وہ انکے لیے دعائے رحمت و استغفار نہ کرے، وہ مومنین کی اقسام سے خارج ہے کیونکہ یہاں مومنین کی تین قسمیں فرمائی گئیں۔ مہاجرین، انصار اور ان کے بعد والے جو ان کے تابع ہوں اور ان کی طرف دلوں میں اولیٰ کدورت نہ رکھیں اور ان کے لیے دعائے مغفرت کریں۔

تو جو صحابہ کے کدورت رکھے، رضی ہو یا خارجی، وہ مسلمانوں کی ان تینوں قسموں سے خارج ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، لوگوں کو حکم تو یہ دینا

گیا کہ صبح کے لیے استغفار کریں اور کرتے یہ ہیں کہ گالیاں دیتے ہیں۔ (خزائن العرفان)

7- لَسَانُونَ لِعِبَادُونَ الْمُحْمَدُونَ السَّابِحُونَ الرَّكْعُونَ الشَّجُونُ الْأَمْزُونُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ لِحَمْطُونَ لِحَمْدِ اللَّهِ وَبَشَرٌ لِّمُؤْمِنِينَ ○ (التوبة: ۱۱۴)

”توبہ سے عبادت و سہ پہنچنے والے، روزے والے، رکوع والے، سجدہ والے، بھلائی کے بتانے والے اور برائی سے روکنے والے اور سدا کی حدیں نگاہ میں رکھنے والے، اور خوشی سناؤ مسلمانوں کو۔“ (کنز الایمان)

8- نَسَا الْمُؤْمِنُونَ الْبَدَنَ إِذَا ذَكَرَ اللَّهُ وَجَلَّتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تَلَّيْتُمْ عَلَيْهِمُ آيَاتَهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَوَكُّفُونَ ○ الْبَدَنُ يُقْبَضُونَ الصُّورَةَ وَمِمَّا رَفَعْتُمْ يُعْفَوْنَ ○ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَعْتَبَرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ○ (انعام: ۳۲۴)

”ایمان و سہ وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے، انکے دل ڈرجائیں اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں، ان کا ایمان ترقی پائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں۔ اور وہ جو نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کریں۔ یہی سچے مسلمان ہیں، انکے لیے درجے ہیں انکے رب کے پاس اور بخشش ہے اور عزت کی روزی۔“ (کنز الایمان از امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ)

مذکورہ دونوں آیتوں میں جو صفات بیان ہوئیں وہ سب صحابہ کرامؓ میں موجود ہیں اس لیے قرآن عظیم کی کو انہی سے تمام صحابہ کرامؓ بہم ادا ہوا ہے سچے مومن ہیں اور انکے لیے مغفرت اور پلندہ درجے ہیں۔

9- لِيَكِيَ الرَّشَاقُونَ وَالْبَدِينُ آمَنُوا نِعْمَةً جَاهِلُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الْحَرِثُ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَفِيحُونَ ○ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ حَسْبَ تَجْرِيٍّ مِنْ تَحِيَّتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْمَطْبُونُ ○

”لیکن رشاق اور جو انکے ساتھ ایمان لائے، انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور انہیں کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی مرد کو پہنچے۔ اللہ نے انکے لیے تیار کر رکھی ہیں بہتیں جن کے نیچے ہر میں رواں، ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہی بڑی مردانی ہے۔“ (التوبة: ۸۸، ۸۹، کنز الایمان)

10- الْبَدِينُ آمَنُوا وَ هَاجَرُوا وَ جَاهَلُوا بِأَيْ سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْظَمَ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ○ يَتَسَبَّرُونَ لَهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْ رَبِّهِمْ وَرِضْوَانٍ وَحَسْبُ لَهُمْ فِيهَا نِعِيمٌ ○ مُبِينٌ ○ خَالِدِينَ فِيهَا إِنَّا اللَّهُ عِنْدَهُ أُخْرٌ عَظِيمٌ ○ (التوبة: ۲۴، ۲۵)

”وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں لڑے، اللہ کے یہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہ حق مراد کو پہنچے۔ ان کا رب انہیں خوشی سنا تا ہے پئی رحمت اور پئی رضا اور ان باغوں کی جن میں انہیں دائمی نعمت ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، بیشک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔“ (کنز الایمان)

سرکارِ دو عالم ﷺ کے جانشین صحابہ کرامؓ بہم ادا ہوا ہے، جن جو ان صفات سے کامل طور پر متصف تھے، انکے جنتی ہونے کے متعلق قرآن عظیم کی یہ آیت گواہ ہیں۔ رب کریم نے جو ہر شخص کا، صلی، حال اور مستقبل خوب جاننے والا ہے، اس علامتِ اثوب نے جن نفوسِ قدسیہ کے متعلق رحمت، رضا، جنت اور کامیابی کی خوشخبری سنائی ہے، ان میں سے کسی ایک کے بھی ایمان یا تقویٰ کا انکار ان آیات قرآنی کا انکار ہے۔

11- وَ تَدْبِرُ أَمْوَالَهُمْ وَرَسُولَهُ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الصَّابِقُونَ وَالشَّهَادَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ○ (سورہ بقرہ: ۱۷۷)

”اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے، اور لوہوں (یعنی دوسروں) پر گواہ ہیں اپنے رب کے یہاں، انکے لیے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے۔“ (کنز الایمان)

اس آیت مبارکہ میں صحابہ کرامؓ کی شان یہ بیان ہوئی کہ وہ صدیقیت کے مقام پر فائز ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم کی تالی ہوئی تمام باتوں کی

تھدی رہتے تھے۔ اور رب کریم کا حکم ہے، **كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ** یعنی سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

حضرت سحی ک صد نے صدیق کا ایک خاص معنی بیان کیا ہے وہ یہ کہ جن حضرات نے اسلام لانے میں سبقت کی اولاد وہ مقام صدیقیت پر فائز ہوئے۔ جن میں حضرت ابوہریرہ، حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت زید، حضرت سعد اور حضرت حمزہؓ، ہمیشہ شامل ہیں بعد میں حسب حضرت عمرؓ، سہم، نے تو ان کی نیت کی صداقت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی مقام صدیقیت پر فائز کر دیا۔ حضرت عمرؓ کو یہ اعزاز ملا کہ وہ صدیقیت کے مقام میں حضرت صدیق کبرؓ کے بعد سب سے افضل ہیں۔ (تفسیر بنوری، تفسیر مظہری)

12۔ **اَسْمَا الْمُؤْمِنُونَ اَلَّذِينَ اٰمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَلُوا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِى سَبِيلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُونَ** ○ (المحجرات: ۵)

"ایمان وے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی سچے ہیں۔" (کنز الایمان)

یہ تمام صفات صحی بہ کرام ہمہ ارمان میں موجود تھیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے سچے ہونے کی کواعی دی۔

13۔ **وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمْ الْاِيْمَانَ وَرَسَّدَ فِى قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمْ الْكُفْرَ وَالْمُنٰوِقَ وَالْبَغْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُونَ** ○ (فضلًا مِنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةٌ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ" ○ (المحجرات: ۸، ۷)

"لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیر کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر اور حکم عدوی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی، ایسے ہی لوگ راہ (ہدیت) پر ہیں۔ (ان پر) اللہ کا فضل اور احسان، اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔" (کنز الایمان)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تم صحی بہ کرام کفر و فسق اور گناہ سے محفوظ ہیں اور رب تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کی محبت پیدا فرما کر انہیں راجح پر راہ بت قدم بنا دیا ہے۔ ان کے دس ایمان اور تقویٰ سے مزین اور معمور ہیں لہذا ان میں کوئی بھی فاسق نہیں۔

متعدد بات پسے بیان ہوئیں جن میں رب تعالیٰ نے صحابہ کرام کے لیے مغفرت اور جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اسلئے اگر بالقرض کسی صحابی سے کوئی اجتہادی لغزش سرزد ہو بھی جائے تو اسے توبہ کی توفیق ضرور نصیب ہوتی ہے۔

14۔ **وَلَقَدْ غَفَا عَنْكُمْ وَاِنَّ اللّٰهَ لَذُو فَضْلٍ عَلٰى الْمُؤْمِنِيْنَ** ○ (ال عمران: ۱۵۴)

"اور بیشک س نے تمہیں معاف کر دیا، اور اللہ مسلمانوں پر فضل کرتا ہے۔" (کنز الایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی جلد اول)

15۔ **وَلَقَدْ غَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ** ○ (ال عمران: ۱۵۵)

"اور بیشک اللہ نے تمہیں معاف فرمایا، بے شک اللہ بخشنے والا علم والا ہے۔" (کنز الایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی جلد اول)

اس سے معلوم ہوا کہ حد کی جنگ میں جن مومنوں کے قدم اکھڑ گئے، ان کی معافی ہوگئی۔ اب جو ان کے اس واقعہ کو ان کی توفیق کی نیت سے بیان کرے وہ بے ایمان ہے۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا گندم کھا لیا معاف ہو چکا، اب جو ان پر طعن کرے وہ کافر ہے۔ بلکہ جس تصور کی معافی کا رب عدل فرمادے وہ

جاری عتوں سے بہتر ہے کہ جن کی قبولیت کا کوئی یقین نہیں۔ (تفسیر نور المصطفیٰ)

16۔ **وَاِذْ قِيلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَا اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْا اَنُؤْمِنُ كَمَا اٰمَنَ السّٰفِهَاءُ اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ السّٰفِهَاءُ وَلٰكِنْ لَا يَعْلَمُوْنَ** ○ (البقرہ: ۳)

"اور جب ان (منافقوں) سے کہا جائے کہ ایمان لاؤ جیسے لوگ (یعنی صحابہ کرامؓ) ایمان لائے ہیں تو کہیں، کیا ہم انہوں کی طرح ایمان سے سیکس ہنتا ہے وہی جہنم کی طرح ایمان نہیں۔" (کنز الایمان)

17۔ **فَاٰمِنُوْا بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اٰخَفَوْا** ○ (البقرہ: ۱۳۶)

”پھر گروہ بھی یوں بیان، نے (اے صحابہ!) جیسا تم لائے، جب تو وہ ہدایت پا گئے۔“ (کنز الایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی ج ۱ ص ۱۰۰)

ان آیات مبارکہ میں صحیحہ پر مومناں کی کوئی قرار دیا گیا ہے۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ مومن وہی ہے جس کا ایمان صحیحہ پر مومناں کے ایمان کی طرح ہو۔ نیز جو نئے ایمان پر تنقید کرے وہ مناقق و احمق ہے۔

18 - كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْمُنَافِقَاتُ مِثْلَ الْمُنَافِقِينَ وَلِلْمُنَافِقَاتِ مِيرَاثٌ مِثْلَ الْمُنَافِقِينَ (النساء: ۱۰)

”تم بہتر ہوئے سب متوں میں جو جو کونوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“ (کنز الایمان)

اس آیت کریمہ کے اولین مصداق اور مخاطب صحابہ کرام علیہم السلام ہیں جو ان صفات کے حامل مظہر تھے۔ قرآن کریم نے ان کے ایمان کی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی صفات کی کوئی ذکر انکی عظمت بیان کی۔

19 - فَخَمَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ وَالدُّنْيَا مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ فَتَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنْ لَّدُونِمْ وَسُخْرًا مِّنْ بَيْنَتِنَا مِّنْ لَّدُونِمْ وَخُورِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي النَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطَنًا فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَصِبَتْ بِهِمُ الْكُفَّارُ وَعَدَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بَيْنَهُمْ بَعِزَّةٌ وَأَخْرَجْنَا عَضِبْنَا ۝ (طہ: ۲۹)

”محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور انکے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل، تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے، سجدے میں گرتے، اللہ کا فضل و رضا چاہتے۔ ان کی عدوت نئے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے، یہ انکی صفت توریت میں ہے اور انکی صفت انجیل میں، جیسے ایک بھتیجی، اس نے اپنا پٹھا نکال، پھر سے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی، کسانوں کو بھلی لگتی ہے (یعنی ابتدا میں اسلام کے، نئے و نئے کم تھے رب کریم نے صحیحہ کے ذریعے سے طاقت دی اور اللہ و رسول ﷺ کو صحابہ کرام پیارے بھلے لگتے ہیں) تاکہ ان سے کافروں کے دل چلیں، اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور ایمان والوں سے ہیں، بخشش اور بڑے ثواب کا۔“ (کنز الایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی ج ۱ ص ۱۰۰)

اس آیت مقدسہ میں صحیحہ پر مومناں کی صفات بیان ہوئیں کہ وہ آپس میں ہر بان و نرم دل ہیں اور کافروں پر سخت ہیں۔ یہ بھی رشاد دو کہ انکی صفات توریت و انجیل میں بھی مذکور ہیں۔ اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی رملہ حق پر استقامت اور باہم خلوص و محبت دیکھ کر اللہ تعالیٰ و رسول کریم ﷺ تو خوش ہوتے ہیں مگر کافروں کے دل جلنے کڑھنے لگتے ہیں۔ جن کے ایمان و تقویٰ کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جگہ جگہ کوئی دی ہے اور ان سے بھنے و سوں کو کافر بتایا ہے حیرت ہے کہ آج بعض لوگ مومن ہونے کے مدعی ہونے کے باوجود ان مجربان خدا ﷺ سے کینہ و عداوت رکھتے ہیں اور ان پر تہمت کرنے پر ناز کرتے ہیں۔ اگر تعصب کی وجہ سے کسی کی آنکھیں حق دیکھنے سے بالکل اندھی نہ ہو گئی ہوں تو اسے چاہیے کہ وہ اس آیت مقدسہ کو دہر دہر پڑھے اور غور کرے کہ یہ عقیدہ سچے مومنوں کا سما ہے یا کافروں کا۔ رب کریم حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

بعض گمراہ کہتے ہیں کہ ”س“ آیت مبارکہ میں ”بہم“ میں ”بہم“ ہے یعنی محفرت اور اجر عظیم کا وعدہ تمام صحابہ کرام کے لیے نہیں بلکہ بعض صحیحہ کے لیے ہے۔ یہ تو بطل و مردود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ”س“ حرف جار ہے اور علمائے لغت نے اس کے استعمال کی چودہ صورتیں بیان کی ہیں۔ ”س“ آیت کریمہ میں قرآن کریم کی متعدد آیات کی طرح من بیان کے لیے ہے تعجیب کے لیے نہیں۔ جیسا کہ یہ آیت ہے، فَاخْتَصِمُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ (حج: ۳۰) ”جس دور رہو۔ تلوں کی گندگی سے۔“

”س“ آیت کریمہ میں ”س“ بیان کے لیے ہے تعجیب کے لیے نہیں اور نہ لازم آئے گا کہ بعض تلوں کی پوجا سے دور رہو اور بعض کی پوجا کرتے رہو۔ شیعہ مفسر طوسی نے بھی پٹی تفسیر التبین میں مذکور بالا آیت کے تحت یہی لکھا ہے کہ ”بہم“ میں من بیان کے لیے آیا ہے کہ محفرت اور اجر عظیم کا وعدہ ہر صحیحہ پر مومناں کے ساتھ مخصوص ہے، ان کے سوا دوسروں کے لیے نہیں۔“ (الایمان ص ۳۲۸ جلد ۹ مطبوعہ نجف اشرف)

20 - لَيْسَ بِمُؤْمِنٍ مَّنْ يَتَّبِعُ النَّبِيَّ فَمَا يَمُرُّ بِاللَّهِ فَيُؤْتِيهِمْ

(فتح ۰)

”وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ (دستِ قدرت) ہے۔“ (کنز الایمان)

اس بیعت سے مرد بیعت رضوان ہے جو نبی کریم ﷺ نے کم و بیش چودہ سو صحابہ سے حد بیعت میں لی تھی۔ شیخ رسالت کے ان پر دونوں کو یہ عز ز ملا کہ قرآن کریم نے علی بیعت اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا فرمایا اور حضور اکرم ﷺ کے دستِ مبارک کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت قرار دیا۔

21۔ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَأْتُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَخْرًا قَرِيبًا ○

(فتح ۸)

”بیشک ندر رضی ہو، ایمان والوں سے جب وہ اس بیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان بنا اور انہیں ورنے والی فتح کا انعام دیا۔“ (کنز الایمان)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہو کہ بیعت رضوان والے تمام صحابہ کرام کا یہ بیعت کرنا ہی نہیں اپنی رضا کا مزہ دیا ہے۔ ان نفسِ قدسیہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضور اکرم ﷺ نے خود بیعت کی تھی۔ شیعہ مفسر طبرسی نے اس آیت کے تحت لکھا ہے،

”لعمرو ما في قلوبهم من اليقين والصبر والوفاء“

یعنی اللہ تعالیٰ نے جان یہ جو ان (صحابہ کرام) کے دلوں میں یقین، صبر اور وفا کے جذبات تھے۔ (مجمع البیان، جلد اول، صفحہ ۲)

22۔ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَرُدُّوْا أَيْمَانًا مَعَ إِيْمَانِهِمْ - (فتح: ۳)

”وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان بنا دیا کہ انہیں یقین پر یقین ملا ہے۔“ (کنز الایمان)

23۔ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا - (فتح: ۲۶)

”تو اللہ نے پناہ اطمینان پنے رسول اور ایمان والوں پر اتارا اور پر بیزار گاری کا لہر اُن پر لازم فرمایا، اور وہ اسکے زیادہ سزاوار اور اسکے مل تھے۔ ورنہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔“ (کنز الایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی ص ۱۵۷)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ اور انکے صحابہ کرام کو اطمینان و سکون کی دولت سے مالا مال کیا اور انکے یہ کلمۃ التقویٰ، زم فرمایا۔ مفسرین کے نزدیک کلمۃ التقویٰ سے مراد کلمۃ توحید ہے جو ہر تقویٰ کی اصل اور بنیاد ہے۔ یہ نعمتیں علیم و حکیم رب نے صحابہ کرام کو بے سبب نہیں عطا کیں بلکہ وہ علام مغیوب گواہی دے رہا ہے کہ صحابہ کرام ان نعمتوں کے زیادہ مستحق اور اہل تھے۔ انصاف سے کہیے کہ جن کے ایمان و تقویٰ کے ورثہ، سزاوارانہ لہیہ کے مستحق و مل ہونے کی اللہ تعالیٰ گواہی دے، ان کے متعلق بدگمانی کرنا یا ان پر تنقید کرنا کیا کسی مومن کو زیب دیتا ہے؟؟؟

تقاضی ثناء نہ پانی پتی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں، ”راضی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام (معاذ اللہ) کافر و منافق تھے۔ اس آیت ”نقد رضی اللہ“ سے روانگی کے طور کا لغو ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس آیت کے آخر میں ارشاد ہوا، وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا یعنی صحابہ کرام کے دلوں میں جو ایمان اور رسول اللہ ﷺ کی محبت مخفی ہے، اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔“ (تفسیر مظہری)

24۔ فَبِئْسَ لِحَمَدِ اللَّهِ وَسَلَامٍ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ - (انمل: ۵۹)

”تم کہو، سب خوبیاں اللہ کو اور سلام اس کے چنے ہوئے بندوں پر۔“ (کنز الایمان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان برگزیدہ بندوں سے مراد رسول کریم ﷺ کے صحابہ کرام ہیں، یہی سدی، حسن بصری، غنیان بن عیینہ اور غنیان ثوری سم ابھیان جیسے اکابر ائمہ کا قول ہے۔ (تفسیر مظہری، از لہذا الخفاء ج ۱: ۲۶)

جس مسلمان نے دیکھا انہیں اک نظر اُس نظر کی بصارت پہ لاکھوں سلام

ثابت صحیح ہے، احادیث کی روشنی میں:

1- حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر کار و عالم رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

”میری امت میں بہترین زمانہ میرا ہے پھر ان کے ساتھ والوں کا اور پھر ان کے ساتھ والوں کا“۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ باب مناقب اہل بیت)

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق میں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب فرما کر اپنا محبوب رسول بنایا اس لیے آپ خیر المخلوق ہیں، آپ کا دین خیر الدین ہے، آپ کی کتاب خیر نکتہ ہے، آپ کی امت خیر الامم ہے، آپ کا زمانہ خیر القرون ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بھی خیر الاصحاب ہیں۔

2- حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آٹھویں رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

”ستارے سمان کے ہے اس کا باعث ہیں۔ جب ستارے چلے جائیں گے تو آسمان پر واقع ہو جائے گا جس کا اُس سے وعدہ کیا گیا ہے۔ میں نے سبھی سے وعدہ کیا ہے اس میں چار جاؤں کا تو میرے صحابہ پر واقع ہو جائے گا جس کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اور میرے صحابہ میری امت کے لیے اس و سمان ہیں جب میرے صحابہ چلے جائیں گے تو میری امت پر واقع ہو جائے گا جو اس سے وعدہ کیا گیا ہے“۔ (مسلم، مشکوٰۃ باب مناقب اہل بیت)

جب قیامت آئے گی تو پہلے سمان سے ستارے چھڑیں گے پھر آسمان پھلے گا کوہ ستاروں کا موجود ہونا آسمان کے لیے اس لیے ہے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظہری حیات میں صحابہ کرام فتنوں اور اختلافات سے محفوظ رہے۔ اور صحابہ کرام کی موجودگی میں امت میں کوئی فتنہ نہ پھیل سکا۔ بدتہ صحابہ کرام کے بعد دین میں فتنہ و فساد پھیل گیا اور کئی گمراہ فرقے پیدا ہوئے۔

3- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

”میرے کسی صحابی کو برا نہ کہو کیونکہ تم میں سے اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو اُن کے ایک منہ یا اس کے نصف کے ثواب کو بھی نہیں پہنچے گا“۔

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ باب مناقب اہل بیت)

ایک صدق کے چوتھائی حصہ کو منہ کہتے ہیں۔ کوہ منہ کی مقدار ایک سیر دو چھٹانک بنتی ہے۔ اب حدیث پاک کا مفہوم یہ ہو کہ غیر صحابی کتنا ہی نیک ہو اور روزِ خد میں گر احد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو بھی ثواب و درجہ میں کسی صحابی کے خیرات کیے ہوئے ایک سیر دو چھٹانک بلکہ اسکے نصف کے ثواب کو بھی نہیں پا سکتا۔ جب صحابہ کرام کی خیرات کا یہ پابند زنجیر ہے تو انکی نمازوں، روزوں، زکوٰۃ و جہاد اور دیگر عبادات کا کس قدر اعلیٰ مقام ہوگا۔ !!!

4- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور مجسم رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ”میرے صحابہ کی عزت کرو کیونکہ وہ تم میں بہتر ہیں پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں پھر وہ لوگ بہتر ہیں جو ان کے ساتھ والے ہیں“۔ (نسائی، مشکوٰۃ باب مناقب اصحاب)

جن لوگوں نے صحابہ کرام کا زمانہ نہ پایا انہیں تابعین کہتے ہیں اور جنہوں نے تابعین کا زمانہ پایا وہ شیخ تابعین ہیں۔ اس حدیث پاک میں صحابہ کرام، تابعین اور شیخ تابعین کے بہتر و برہمنی پر ہونے کی کوہی دی گئی ہے اور ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان بہترین لوگوں کی تعظیم و توقیر کریں اور ان کا ذرہ بیشہ خیر ہی کے ساتھ کریں۔

5- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غیب بتانے والے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ”اُس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا۔ میرے دیکھنے کو دیکھا“۔ (ترمذی، مشکوٰۃ باب مناقب اصحاب)

اس حدیث پاک سے ثابت ہو کہ صحابہ کرام و تابعین عظام کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی کیونکہ وہ رب کریم کی خاص رحمت سے حنت کے مستحق ہوتے ہیں۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ عظیم المرتبت تابعی ہیں۔ ان کی گستاخی و بے

اولی سخت جرم اور رحمت الہی سے محرومی کا باعث ہے۔

6- حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا،

”میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، میرے صحابہ کے متعلق اللہ سے ڈرنا۔ میرے بعد انہیں نشانہ نہ دینا۔ جو ان سے محبت رتا ہے تو وہ مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے عدوت رکھتا ہے تو وہ مجھ سے عدوت رکھنے کی وجہ سے ان سے عدوت رکھتا ہے۔ جس نے انہیں تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی، اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے پکڑے۔“

(ترمذی، مشکوٰۃ باب مناقب اصحابہ)

معصوم ہو کہ صحابہ کرام میں انہما سے بغض و کینہ رکھنا اور ان پر تنقید کرنا درحقیقت حبیب کبریٰ علیہما السلام سے عدوت رکھنا اور انہیں ذمیت دینا ہے اور سزا دہنی ﷺ کو ذمیت دینا دراصل اللہ تعالیٰ کو ذمیت دینا ہے اور ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کے مستحق ہیں۔

7- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور مجسم ﷺ نے فرمایا، ”میری امت میں صحابہ کی مثال نمک کی سی ہے کیونکہ نمک کے بغیر کھانا درست نہیں ہوتا۔“ (مشکوٰۃ)

یعنی جس طرح نمک کی گلیں مقدر رکھنے کو درست کر دیتی ہے اسی طرح صحابہ کرام قلیل تعدد میں ہونے کے باوجود تمام امت کی صلاح کا ذریعہ ہیں۔ بلکہ کسی ایک صحابی کے وجود مسعود کو مسلمان رب تعالیٰ کی رحمتوں کے نزول کا ذریعہ اور فتح و نصرت کے حصول کا وسیلہ سمجھتے تھے جیسا کہ اگلی حدیث سے واضح ہے۔

8- حضرت بوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غیب بتانے والے آقا ﷺ نے فرمایا، ”لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ ایک جماعت جہاں دکرے گی تو لوگ کہیں گے، کیا تم میں رسول اللہ ﷺ کا کوئی صحابی ہے، جو اب ملے گا، ہاں۔ پس انہیں فتح دی جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ایک جماعت جہاں دکرے گی تو لوگ کہیں گے، کیا تم میں رسول اللہ ﷺ کے صحابی کا کوئی ساتھی ہے؟ جو اب ملے گا، ہاں۔ پھر انہیں فتح دی جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ایک جماعت جہاں دکرے گی تو کہا جائے گا، کیا تم میں صحابہ کے ساتھی کا کوئی ساتھی ہے؟ جو اب ملے گا، ہاں۔ پس انہیں فتح دی جائے گی۔“ (بخاری، مسند، مشکوٰۃ باب مناقب اصحابہ)

یعنی صحابہ کے طفیل پھر تابعین کے طفیل پھر تبع تابعین کے طفیل مسلمانوں کو جہاد میں فتح و نصرت عطا ہوتی ہے۔ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ رب تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کے وسیلے سے رحمتیں نازل فرماتا ہے پس حاجت روائی کے لیے محبوبانِ خدا اور اولیاء اللہ کا وسیلہ اختیار کرنا اور ان کے وسیلے سے دعا مانگنا جائز ہے۔

9- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا، ”جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو کہتے ہوں تو کہو، تمہارے شر پر اللہ کی لعنت۔“ (ترمذی، مشکوٰۃ باب مناقب اصحابہ)

اس حدیث پاک میں غیب کی خبر دی گئی کہ مسلمانوں میں ایسے گمراہ لوگ پیدا ہوں گے جو صحابہ کرام کے متعلق بد کوئی اور زہن درازی کریں گے۔ نیز یہ گمراہ مذہب، صحابہ کرام کے زمانے ہی میں پیدا ہو جائیں گے، یہ دوسری نیچی خبر ہے چنانچہ عبد اللہ بن سبا یہودی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں مذہبِ رفض پیدا کیا (سکی نصیب سے گئے مذکور ہو گئی)۔ اسی زمانے میں خارجی فرقہ پیدا ہوا۔ خوارج اہل بیت اطہار کے دشمن ہیں اور وہ انہما سے بغض و کینہ کے دشمن ہیں۔ خدا ہمیں دونوں کے شر سے بچائے آمین۔

10- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا ﷺ نے فرمایا، ”میں نے اپنے رب سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے متعلق سوا کیا جو میرے بعد

ہوگا تو میری طرف وحی ہوئی۔ مجھے مصطفیٰ ﷺ! تمہارے اصحاب میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں کہ بعض بعض سے قوی ہیں لیکن سب نورانی ہیں۔ جس نے ان میں سے کسی کے بھی موقف کو اختیار کیا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔ رولوی کا بیان ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت ہی پاؤ گے۔“ (مشکوٰۃ باب مناقب اصحابیہ)

حدیث پاک میں مذکور خندق سے فقہی مسائل میں اختلاف مراد ہے۔ پس جو کسی صحابی کے فتویٰ پر عمل کرے گا ہدایت پائے گا۔ ہمارے امام عظیم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تقلید فرماتے ہیں۔ اس موضوع پر تفصیل جاننے کے لیے فقیر کی کتاب ”سیدنا امام عظیم“ ملاحظہ فرمائیں۔

رسول کریم ﷺ کی شان میں قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اے غیب بتانے والے! چٹک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دینا اور ڈرنا تا اور بندگی طرف اس کے حکم سے بدتا اور چکا دینے والا آفتاب بنا کر۔“ (الاحزاب: ۳۵، ۳۶)

یہاں حضور ﷺ کی صفت سرجامیر ارشاد ہوئی یعنی چکا دینے والا آفتاب۔ بقول صدر الافاضل رحمہ اللہ، ”حقیقت میں آپ ﷺ کا وجود مبارک ایک ایسا آفتاب عالم تاب ہے جس نے ہزار ہا آفتاب بنا دیے۔“ (تفسیر خزائن العرفان)

پس اس آیت مبارکہ اور مذکورہ حدیث سے ثابت ہوا کہ نور مجسم ﷺ کی بابرکت صحبت کی تاثیر اس قدر ہے کہ انکی نورانیت سے صحابہ کرام بہرہ ور ہوئے اور انکی نورانی ہو گئے اور آسمان ہدایت کے ستارے قرار پائے۔

11۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انبجوں نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو رسول کریم ﷺ کے دس کوسب بندوں کے دلوں سے بہتر پایا۔ لہذا ان کو برگزیدہ کیا اور رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ حضور ﷺ کے قلب اطہر کے بعد رب تعالیٰ نے دو رہ بندوں کے قلوب کو دیکھا تو (انبیاء کرام کے بعد) آپ کے اصحاب کے دلوں کو سب سے بہتر پایا لہذا انکو اپنے محبوب رسول ﷺ کا وزیر بنا دیا تا کہ وہ آپ کے دین کے طرف سے (کافروں کے خندق) لڑتے رہیں۔

(از لؤلؤ الخفاء ج: ۳۰، الامتیعاب)

12۔ حضرت عویم بن سعدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنکا مولیٰ ﷺ نے فرمایا، چٹک اللہ تعالیٰ نے مجھے جن لیا اور میرے سے میرے اصحاب کو جن لیا پھر ان میں سے بعض کو میرے وزیر، میرے مددگار اور میرے سرالی رشتہ دار بنا دیا۔ پس جو شخص ان کو برا کہتا ہے اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور سارے انسانوں کی لعنت۔ قیامت کے دن نہ اس کا کوئی فرض قبول ہوگا نہ نفل۔ (مسند رک للماکم ج: ۳، ۴: ۶۳۲)

ان حدیث سے معلوم ہو کہ جس طرح رب تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو تمام مخلوق میں سے جن کو اپنا محبوب رسول بنا لیا ہے ایسے ہی تمام اور دوسروں میں سے بہترین لوگوں کو جن کو رب تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول ﷺ کی صحبت کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ اسی بنا پر انبیاء کرام بہرہ اسلام کے بعد صحابہ کرام تمام لوگوں سے افضل ترین قرار پائے۔

بدشگ و شبہ گری صحابہ کرام سے بہتر کوئی اور لوگ ہوتے تو رب کریم اپنے محبوب رسول ﷺ کی صحبت و رفاقت کے لیے ان کو منتخب فرماتا۔ اس جذبہ پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی صحابہ کرام پر تنقید کرنا ہے تو وہ صرف صحبت نبوی علی کی نہیں بلکہ رب تعالیٰ عزوجل کے انتخاب کی بھی تنقیص و توہین کا مرتکب ٹھہرتا ہے۔ (العیوب اللہ)

جن کے دشمن پہ لعنت ہے اللہ کی ان سب اہل محبت پہ لاکھوں سلام
جاں نثاران بدر و احد پر درود حق گزاران بیعت پہ لاکھوں سلام

خلیفہ ذل سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:

مہ نے اہلسنت کا اس امر پر جماع اور اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ ان کے بعد عشرہ مبشرہ کے دیگر حضرات رضی اللہ عنہم، پھر اصحاب بدر رضی اللہ عنہم، پھر باقی اصحاب اُحد رضی اللہ عنہم ان کے بعد صحابہ رضوان وے اسی ب رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد دیگر اصحاب رسول رضی اللہ عنہم تمام لوگوں سے افضل ہیں۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۰۸)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لانے کا شرف حاصل ہے۔ بعض کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے ہیں۔ مہم عظیم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس طرح کے مختلف اقوال میں یوں تطبیق کی ہے کہ مردوں میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، بی بی اوس اور بچوں میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے ایمان لانے کا اعزاز حاصل ہے۔

تمام صحابہ کا اس پر اتفاق ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قبول اسلام کے بعد سے آکاہولی رضی اللہ عنہ کے وصال مبارک تک ہمیشہ سفر و حضر میں آپ کے رفیق رہے۔ بجز اس کے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اجازت سے آپ کے ساتھ نہ رہ سکے ہوں۔

آپ تمام صحابہ کرام میں سب سے زیادہ غنی تھے۔ آپ نے کثیر مال خرچ کر کے کئی مسلمان غلام آزاد کرائے۔ ایک موقع پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابو بکر کے ہر نے مجھے جتن نفع دیا تاکسی کے مال نے نہیں دیا۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے روتے ہوئے عرض کی، "میرے" قاتل میں اور میرا سب آپ ہی کا ہے۔"

تمام صحابہ کرام میں آپ ہی سب سے زیادہ عالم تھے۔ آپ سے ایک سویالیس احادیث مروی ہیں حالانکہ آپ کو بکثرت احادیث یاد تھیں۔ تلبت روایت کا سبب یہ ہے کہ حنیفہ کے پیش نظر آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل یا اس سے حاصل شدہ مسئلہ بیان فرمایا کرتے۔ آپ سب سے زیادہ قرآن اور دینی حکام جاننے والے تھے، اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نمازوں کا امام بنایا تھا۔ آپ ان خاص صحابہ میں سے تھے جنہوں نے قرآن کریم حفظ کیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے سلیطے میں سب سے زیادہ اجر و ثواب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ملے گا کیونکہ سب سے پہلے قرآن کریم کتاب کی صورت میں آپ ہی نے جمع کیا۔

حضرت بن مسینب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیرِ خاص تھے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے تمام امور میں مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ اسلام میں مانی، غار میں مانی، یوم بدر میں سابقان میں مانی اور مدینہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مانی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ پر کسی کو فضیلت نہیں دی۔

آپ کا سب سے بڑا کارنامہ مرتدوں سے جہاد اور ان کے فتنے کا مکمل انہماک ہے۔ یمامہ، بحرین اور عمان وغیرہ کے مرتدین کی سرکوبی کے بعد اسلامی افواج نے ایلہ، مدائن اور جنادین کے معرکوں میں فتح حاصل کی۔ آپ کی خلافت کی مدت دو سال سات ماہ ہے۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وصال کے وقت اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، یہ لونٹی جس کا ہم دودھ پیتے ہیں اور یہ بڑا بیلا جس میں ہم کھاتے پیتے ہیں اور یہ چاروں میں اوزھ سے ہوئے ہوں، ان تین چیزوں کے سوا میرے پاس صرف مال کی کوئی چیز نہیں۔ ان چیزوں سے ہم سب کو نفع دے سکتے تھے۔ حسب تک میں امورِ خلافت انجام دینا تھا۔ میرے انتقال کے بعد تم ان چیزوں کو حضرت عمر کے پاس بھیج دینا۔ آپ کے وصال کے بعد حسب یہ چیزیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو وہس کی گئیں تو انہوں نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ابو بکر پر رحم فرمائے۔ انہوں نے اپنے جانشین کو مشقت میں ڈال دیا۔

مہم شعیب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے چار ایسی خصوصیات سے متصف فرمایا جن سے کسی اور سرفراز نہیں فرمایا۔
ذرا آپ کا نام صدیق رکھا۔

دوم سب غار نور میں محبوب خدا ﷺ کے ساتھی رہے۔

سوم سب ہجرت میں حضور ﷺ کے رفیق سفر رہے۔

چہرہم حضور ﷺ نے، پٹی حیات مبارکہ میں ہی آپ کو صحابہ کی نمازوں کا امام بنا دیا۔

سب کی یہ ورخصصیت یہ ہے کہ آپ کی چار نسلوں نے صحابی ہونے کا شرف پایا۔ آپ صحابی، آپ کے والد ابو قحافہ صحابی، آپ کے بیٹے عبد الرحمن صحابی اور نکلے بیٹے ابوعبید محمد بھی صحابی ﷺ۔
(ماخوذ از تاریخ الخلفاء)

فضائل سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ قرآن میں:

1۔ تَمَسَّ النَّبِيُّ إِذْ هُمَا فِي الْعَارِ إِذْ يَقُولُ لِمَا جِبَهُ لَا تَحْزَنُ إِنَّ اللَّهَ مَعَ مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَكِينَةً عَلَيْهِ۔ (التوبة: ۴۰)

"سب دو میں سے دوسرے تھے، جب وہ دونوں (یعنی حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ) نماز میں تھے، جب (حضور ﷺ) اپنے سر سے فرماتے تھے، غم نہ کر، بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس پر اپنی تسکین نازل فرمائی"۔ (کنز الایمان)
صدر۔ فاضل مولانا سید محمد رفیع الدین مراد آبادی، مدظلہ العالی،

"حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحیحیبت اس آیت سے ثابت ہے۔ حسن بن فضل نے فرمایا، جو شخص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحیحیبت کا انکار کرے وہ نہیں قرآنی کامنکر ہو کر کافر ہوا"۔ (تفسیر بنووی، تفسیر مظہری، تفسیر خزائن المعرفان)
مرزا مظہر جان جانا، مدظلہ العالی، "إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا" کی تفسیر میں فرماتے ہیں،

"حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے یہی فضیلت کافی ہے کہ حضور ﷺ نے ان کے لیے بغیر کسی فرق کے، اللہ تعالیٰ کی اس معیت کو ثابت کیا جو انہیں خود حاصل تھی۔ جس نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا انکار کیا اس نے اس آیت کریمہ کا انکار کیا اور کفر کا ارتکاب کیا"۔ (تفسیر مظہری)
"سَكِينَةً عَلَيْهِ" کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ،

"یہ تسکین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر نازل ہوئی کیونکہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تو سکینت ہمیشہ ہی رہی تھی"۔ (از لؤلؤ الخفاء ج ۲: ۱۰۷، تاریخ الخلفاء: ۴)

2۔ بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کے صلے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سوا تمام مسلمانوں پر عتاب فرمایا ہے جیسا کہ مذکورہ آیت کریمہ کے آغاز میں ہے۔

إِنَّا نَنْصُرُوهُ لَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ (التوبة: ۴۰)

"گر تم محبوب ﷺ کی مدد نہ کرو تو بیشک اللہ نے انکی مدد فرمائی، جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہو (ہجرت کے لیے)"۔ (کنز الایمان)

۳۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، یہ آیت اس دعوے کی دلیل ہے کہ رب تعالیٰ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس عتاب سے مستثنیٰ فرمایا ہے۔ (تاریخ الخلفاء: ۴)

3۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتُهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ جو فضل و شرف بھی آپ کو عطا فرماتا ہے تو ہم نیاز مندوں کو بھی آپ کے فضل میں نوازتا ہے۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔
هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيْمًا ۝ (الاحزاب: ۴۳)

"وہی ہے کہ روڈ بھیجتا ہے تم پر وہ اور اسکے فرشتے کہ تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف نکالے اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے"۔ (کنز الایمان)

(تفسیر خزائن المعرفان، تفسیر مظہری، تاریخ الخلفاء: ۴)

4- و كُذِيَ حَاءً بِالضَّلَاقِ وَضَلَّقَ بِهِ أَوْلِيكَ هُمْ الْمُتَّقُونَ۔ (الزمر: ۳۳)

”ورودہ جو بی بی حج سے ترس رہا ہے اور وہ جنہوں نے انکی تصدیق کی، یہی ڈر والے ہیں۔“ (کنز الایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ علیہ)
بنا رو بن عبد الرحمن نے اس آیت کے شان نزول کے متعلق روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؑ نے اس طرح ارشاد فرمایا، ”انتم ہے اس رب کی جس نے حضرت محمدؐ اور سب بنا کر بھیجا اور حضرت ابو بکرؓ سے اس رسالت کی تصدیق کرائی۔“ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تاریخ الخلفاء: ۲۰)
حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ حق لیل آنے والے سے مراد رسول کریمؐ اور تصدیق کرنے والے سے مراد حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی یہی مروی ہے۔ (تفسیر کبیر تفسیر مظہری، ازالۃ الشکاء ج: ۲: ۲۲۵)

شیعہ مذہب کی مستند تفسیر مجمع البیان میں بھی یہی تفسیر منقول ہے۔ (ج: ۸: ۳۹۸)

5- وَلِيْمَن خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ حَسْبُنَا ۝ (الزمن: ۳۶)

”اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے، اسکے لیے دو جنتیں ہیں۔“ (کنز الایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ علیہ)

بن ابی حاتم، حدیث نے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حق میں نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری تفسیر درمنثور)

6- وَلَا يَأْتِيكُمُ الْفَضْلُ مِنْكُمْ وَالسَّعْيُ أَنْ يُوْتُوْا أَوْلِيَ الْقُرْبَىٰ وَالْمَسْكِيْنَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ فِي سَبِيْلِ اللَّهِ وَلِيُصْفَحُوا۔

”اور تم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گناہ والے ہیں قربت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی، اور چاہیے کہ

معاف کریں اور درگزر کریں۔ (النور: ۲۲، کنز الایمان)

یہ آیت حضرت صدیق کبیرؓ کے حق میں نازل ہوئی جب آپ نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کے ساتھ موافقت کرنے پر اپنے خالہ زویٰ مصعبؓ کی مدد نہ کرنے کی قسم کھائی جو بہت نادار و مسکین بدری صحابی تھے۔ آپ نے اس آیت کے نزول پر پٹی قسم کا کفارہ دیا اور کئی دن مدد جاری فرمائی۔ صدر، فاضل رقمہ از ہیں، ”اس آیت سے حضرت صدیق کبیرؓ کی فضیلت ثابت ہوئی، اس سے آپ کی عیوش و مرتبت ظاہر ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے پکوبو الفضل (فضیلت والا) فرمایا۔“ (تفسیر خزائن العرفان، تفسیر مظہری)

7- ایک مرتبہ یہودی عام لٹی ص نے سیدنا ابو بکرؓ سے کہا اے ابو بکر! کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ ہمارا رب ہمارے مانوں میں سے قرض، لگتا ہے، ہمارے قرض وہی، لگتا ہے جو فقیر ہو، گرم بیج کہتے ہو تو پھر اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے اسکی گستاخانہ گفتگو سن کر غضبناک ہوئے اور اسکے منہ پر زور دیا تھپڑ مارا اور فرمایا، ”گر ہمارے اور تمہارے درمیان صلح کا معاہدہ نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔“ خاص نے بارگاہ نبویؐ میں جا کر سیدنا ابو بکرؓ کی شکایت کی۔ آپ نے اسکی گستاخانہ گفتگو بیان کر دی۔ خاص نے اس کا انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابو بکرؓ کی تصدیق کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی۔ لَقَدْ نَسِخَ اللَّهُ قَوْلَ الْبَلِيْنِ قَالُوْا إِنَّ اللَّهَ فَقِيْرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ۔ (ال عمران: ۱۸۱)

”بیشک اللہ نے سنا جنہوں نے کہا کہ اللہ محتاج ہے اور ہم غنی۔“ (کنز الایمان)

8- وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ مَّابَ لِيْ۔

”اور اسکی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔“ (الزمن: ۱۵)

حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ یہ آیت سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ جب وہ اسلام لائے تو حضرت عثمان، علی، زبیر، عبد بن ابی وقاص، عبد الرحمن بن عوفؓ نے انکی رہنمائی کے سبب اسلام قبول کیا۔ (تفسیر مظہری)

9- لَا يَسْبُوْهُ مِنْكُمْ مَنْ نَفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ اتَّقَوْا مِنْ بَعْدِ وَقَاتَلُوا وَكَلَّا وَعَدَّ اللَّهُ لِلْحَسْبِيِّ

وَلَهُ مَا تَعْمَلُوْنَ حَسْبًا ۝ (الحج: ۱۰)

تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا، وہ مرجہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ
حنت کا وعدہ فرما چکا، اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ (کنز الایمان)

یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ آپ سب سے پہلے ایمان لائے اور سب سے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ (تفسیر
بخاری)

تقاضی ثناء اللہ صراط فرماتے ہیں، یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل اور صحابہ کرام تمام لوگوں سے افضل ہیں کیونکہ فضیلت
کا درود رسد مقبول کرنے میں سبقت لے جانے، مال خرچ کرنے اور جہاد کرنے میں ہے۔ جس طرح آکا مولیٰ رضی اللہ عنہا کا یہ رش دگری ہے کہ جس نے
چھ مہینے شروع کیا تو سے سکا اجر اور اس پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی ملے گا جبکہ عمل کرنے والوں کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ (صحیح مسلم)
عہد کا اس پر حیا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے اور آپ کے ہاتھ پر قریش کے معززین مسلمان ہوئے۔ رہ خد میں خرچ کرنے
ووں میں بھی سب سے آگے ہیں۔ کفار سے مصائب برداشت کرنے والوں میں بھی آپ سب سے پہلے ہیں۔ (تفسیر مظہری)

10۔ وَتَبْتَخِنُهَا الْأَنْفَلَى ○ أَلْبَدَى يُؤْتِنَى مَالَهُ يَنْتَحَى ○ وَمَا لَا حَيْدَ عِنْدَهُ مِنْ بَعْنَةِ فُجْرَى ○ إِلَّا الْبَغَاةُ وَخَبْرَتَهُ الْأَخْلَى ○ وَتَسْتَوِفُ
بِرْضَى ○

"اور اس (جہنم) سے بہت دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستر اہلوہو کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے، صرف
پنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بے شک تریب ہے کہ وہ (اپنے رب سے) راضی ہوگا"۔ (دائیل: ۷، ۲۱۲، کنز الایمان)
کے مفسرین کا اتفاق ہے یہ آیت مبارکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی، تفسیر کبیر، تفسیر بن کثیر، تفسیر مظہری)
بن ابی حاتم، مراد نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سات غلاموں کو اسلام کی خاطر آزاد کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔
(تفسیر مظہری، تفسیر روح المعانی)

صدر، فاضل، مراد، قسمر زہیں کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بہت گراں قیمت پر خرید کر آزاد کیا تو کفار کو حیرت ہوئی اور انہوں
نے کہا، ہر کان پر کوئی حسان ہوگا جو انہوں نے اتنی قیمت دیکر خرید لیا اور آزاد کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ظاہر فرما دیا گیا کہ حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ کا یہ فضل محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے، کسی کے احسان کا بدلہ نہیں۔ (خزان العرفان)

تقاضی ثناء اللہ پانی پتی، مراد، فری، آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں، "یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں اس طرح ہے جس طرح حضور ﷺ کے حق میں
یہ آیت ہے، وَتَسْتَوِفُ بِرْضَى زَيْبِكَ فَتَرْضَى ○ (تفسیر مظہری)
"اور بیشک تریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے"۔

☆☆☆☆

فضائل سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ، ما حدیث میں:

1۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، بیشک اپنی صحبت اور مال کے ساتھ سب لوگوں سے بڑھ کر مجھ پر حسان رنے وال
ابو بکر ہے۔ اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو غلیل بنا تا تو ابو بکر کو بنا تا لیکن اسلامی اخوت و مؤدبت تو موجود ہے۔ آئندہ مسجد میں بوہر کے دروازے کے سوا
کسی کا دروازہ کھلا نہ رکھا جائے۔ (بخاری کتاب المناقب)

2۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ ابو بکر کی کھڑکی کے علاوہ (مسجد کی طرف کھلنے والی) سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔ (صحیح مسلم کتاب فضائل اصحابہ)

سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے وصال سے دو تین دن قبل یہ بات ارشاد فرمائی۔ اس بناء پر شارحین فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت کی طرف اشارہ ہے اور دوسروں کی گفتگو کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

3- حضرت عبد بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اگر میں کسی کو ظیل بنا تا تو ابو بکر کو ظیل بنا تا لیکن وہ میرے بھائی اور میرے ساتھی ہیں اور تمہارے صاحب و مددگار اللہ تعالیٰ نے ظیل بنایا ہے۔ (مسلم کتاب فضائل اصحابہ)

ظیل سے مراد یہاں دوست ہے جس کی محبت رگ و پے میں سرایت کر جائے اور وہ ہر راز پر آگاہ ہو، حضور اکرم ﷺ نے ابیہ محبوب صرف اللہ تعالیٰ کو بنایا۔ رب تعالیٰ نے بھی آپ کو اپنا ایسا محبوب و ظیل بنایا ہے کہ آپ کی غلت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی غلت سے زیادہ کامل اور کمال ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، مخلص)

4- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جس وقت ہم غار میں تھے۔ میں نے اپنے سروں کی جانب مشرکوں کے قدم دیکھے تو عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! اگر ان میں سے کسی نے اپنے پیروں کی طرف دیکھا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اے ابو بکر! تمہارا ان دو کے متعلق کیا خیال ہے جن میں کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔ (مسلم کتاب فضائل اصحابہ)

5- حضرت عمرو بن لعاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انھیں لشکرِ ذات السلاسل پر امیر بنا کر بھیجا۔ ان کا بیان ہے کہ جب حاضر بارگاہ ہو اتو میں نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ پیارا کون ہے؟ فرمایا، عائشہ۔ میں عرض گزار ہوا، مردوں میں سے؟ فرمایا، اس کے والد محترم یعنی ابو بکر۔ میں عرض گزار ہوا، کبھی کون؟ فرمایا، عمر۔ پس میں اس ڈر سے خاموش ہو گیا کہ مبادا مجھے سب سے آخر میں رکھیں۔ (بخاری، مسلم)

6- حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد محترم (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں عرض کی، نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے بہتر آدمی کون ہے؟ فرمایا، ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ میں عرض گزار ہوا، کبھی کون ہے؟ فرمایا، عمر رضی اللہ عنہ۔ تیسری بار میں ڈرا کہ کہیں یہ نہ فرمائیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ، اس لیے میں نے عرض کی کہ پھر آپ ہیں؟ فرمایا، میں تو مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوں۔ (بخاری کتاب المناقب)

7- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا صوفی ﷺ نے فرمایا، تم میں سے آج کون روزہ دار ہے؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، میں ہوں۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا، تم میں سے کس شخص نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، میں نے۔ پھر ارشاد ہوا، تم میں سے کس شخص نے مریض کی عیادت کی؟ آپ ہی نے عرض کی، میں نے۔ آقا کریم ﷺ نے فرمایا، جس شخص میں (ایک ہی دن میں) یہ اوصاف جمع ہو گئے وہ جنتی ہو گا۔ (مسلم باب فضائل ابی بکر)

8- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ہم کسی کو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے برابر شمار نہیں کیا کرتے تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیگر صحابہ پر فضیلت دیتے اور پھر نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہ دیتے۔ (بخاری کتاب المناقب)

9- نبی سے مروی ہے کہ رحمتِ دو عالم ﷺ کی حیات ظاہری میں ہم کہا کرتے کہ نبی کریم ﷺ کی امت میں آپ ﷺ کے بعد افضل ترین حضرت ابو بکر ہیں، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ (ترمذی، ابوداؤد)

10- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت کے آخر میں ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! کیوں یہ شخص بھی ہے جس کو جنت کے تمام دروازوں سے جنت میں جانے کے لیے بلایا جائے گا؟

آقا صوفی ﷺ نے فرمایا، ہاں اے ابو بکر! مجھے امید ہے کہ تم ایسے ہی لوگوں میں سے ہو۔ (بخاری کتاب المناقب)

11- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار، ہمارے بہترین فرد اور رسول اللہ ﷺ کو ہم سب سے زیادہ محبوب تھے۔ (ترمذی)

12- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا، تم غار میں میرے ساتھی تھے اور حوض پر میرے ساتھی

ہو گے۔ (ترمذی)

13۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، کسی قوم کے لئے مناسب نہیں کہ ان میں ابو بکر ہو اور ان کی امت بونی دوسرے۔

(ترمذی)

14۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقہ کا حکم فرمایا۔ اس وقت میرے پاس کافی مال تھا، میں نے کہا کہ اگر کسی روز میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جا سکا تو آج کا دن ہوگا۔ پس میں نصف مال لے کر حاضر ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گھروں کے لئے کتنے چھوڑے؟ عرض گزار رہو کہ اس کے برابر۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال لے آئے تو فرمایا، اے ابو بکر اپنے گھروں کے لئے کیا چھوڑے؟ عرض گزار رہوئے۔ ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا آیا ہوں۔ میں نے کہا، میں ان سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔ (ترمذی، ابوداؤد)

15۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا، تمہیں اللہ تعالیٰ نے آگ سے آرزو کروا ہے۔ اس دن سے ان کا نام عتیق مشہور ہو گیا۔ (ترمذی، حاکم)

16۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں وہ ہوں کہ زمین سب سے پہلے میرے لوہے سے شق ہوگی، پھر ابو بکر سے، پھر عمر سے، پھرقیس و بون کے پاس آؤں گا تو وہ میرے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا، یہاں تک کہ حرمین کے درمیان حشر کیا جائے گا۔ (ترمذی)

17۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، میرے پاس جبریل آئے تو میرا ہاتھ پکڑا تا کہ مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھائیں جس سے میری امت داخل ہوگی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! میں چاہتا ہوں کہ میں آپ کے ساتھ ہوں، تا کہ اس دروازے کو دیکھتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بے بوکر اتم میری امت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گے۔ (ابوداؤد)

18۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم نور مجسم ﷺ نے فرمایا، انبیاء کے علاوہ سورج کبھی کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہو جو بو بکر سے افضل ہو۔ (الصواعق المحرقة: ۱۰۳، البیہیم)

19۔ حضرت سیدنا بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، اچھے خصائل تین سو ساٹھ ہیں۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! ان میں سے مجھ میں کوئی خصلت موجود ہے؟ فرمایا، اے ابو بکر! مبارک ہو۔ تم میں وہ سب اچھی خصلتیں موجود ہیں۔ (الصواعق المحرقة: ۲، ابن عساکر)

20۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنکاد مولیٰ ﷺ نے فرمایا، میری امت پر واجب ہے کہ وہ ابو بکر کا شکر یہ ادا کرے اور ان سے محبت کرتی رہے۔

(تاریخ الخلفاء: ۱۲۱، الصواعق المحرقة: ۲، ابن عساکر)

21۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، میں نے جس کو بھی اسلام کی دعوت دی اس نے پہلے انکار کیا سوئے بو بکر کے کہ انہوں نے میرے دعوت سے مدم دینے پر فوراً ہی اسلام قبول کر لیا اور پھر اس پر ثابت قدم رہے۔

(تاریخ الخلفاء: ۹۸، ابن عساکر)

22۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ایک مسئلہ میں میری رائے دریافت فرمائی تو میں نے عرض کی، میری رائے وہی ہے جو ابو بکر کی رائے ہے۔ اس پر سنا کریم ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ ابو بکر غلطی کریں۔

(تاریخ الخلفاء: ۱۰۷، البیہیم، طبرنی)

23 - حضرت حصہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، آپ نے اپنی علالت کے ایام میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مام بنایا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا، نہیں امیں نے نہیں بنایا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے بنایا تھا (یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں مام بنایا تھا)۔
(تاریخ جلد ۶: ۱۳۶، ابن عساکر)

24 - حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو وہ روپڑے اور فرمایا، میں چاہتا ہوں کہ میرے سارے اعمال ان کے ایک دن کے اعمال جیسے یا ان کی ایک رات کے اعمال جیسے ہوتے۔ پس رات تو وہ رات ہے جب وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غار کی طرف چلے۔ جب غار تک پہنچے تو عرض گزار ہوئے، خدا کی قسم! آپ اس میں داخل نہیں ہوں گے جب تک میں اس میں داخل نہ ہو جاؤں کیونکہ اگر اس میں کوئی چیز ہے تو اس کی تکلیف آپ کی جگہ مجھے پہنچے۔ پھر وہ داخل ہوئے اور غار کو صاف کیا۔ اس کی ایک جانب سورخ تھے تو پٹی زار کو چھو کر نہیں بند کیا۔ دوسورخ باقی رہ گئے تو انہیں اپنی ایزبوں سے روک لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئے کہ تشریف لے آئیے۔ رسول اللہ ﷺ مد داخل ہوئے اور ان کی گود میں سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ پس ایک سورخ میں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیر میں ڈنگ مارا گیا تو انہوں نے اس سے حرکت نہ کی کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو جائیں گے لیکن ان کے آنسو رسول اللہ ﷺ کے نورانی چہرے پر گر پڑے۔ فرمایا کہ بو بکر! کیا بات ہے؟ عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے لعاب دہن لگا دیا تو ان کی تکلیف جاتی رہی۔ پھر اس زہر نے عود کیا اور وہی گلی وفات کا سبب بنا۔

ان کا دن وہ دن ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو اس وقت بعض ہل عرب مرتد ہو گئے اور کہا کہ ہم زکوٰۃ دو انہیں کریں گے تو انہوں نے فرمایا، گر کوئی اونٹ کا گھنٹا بندھنے کی رسی بھی روکے گا تو میں اس کے ساتھ جہاد کروں گا۔ میں عرض گزار ہوا کہ اے خلیفہ رسول ﷺ! لوگوں سے الفت کیجئے اور ان سے نرمی کا سلوک فرمائیے۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا،

تم جاہلیت میں بہ در تھے تو کیا اسلام لا کر بزدل ہو گئے ہو؟ بے شک وحی منقطع ہو گئی، دین مکمل ہو گیا، کیا یہ دین میرے جیتے جی بدر جائے گا؟ (مشکوٰۃ)
25 - حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر تمام ہل زمین کا ایمان ایک پلہ میں اور سینا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایمان دوسرے پلہ میں رکھ کر وزن کیا جائے تو سینا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا پلہ بھاری رہے گا۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۲۱، شعب الایمان للبیہقی)

26 - حضرت عامر بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آیت وَلَوْ اَنَّا كُنَّا عَلَيْهِمْ اِن اَفْتَلُوْا اَنفُسَكُمْ (ترجمہ: اور اگر ہم ان پر فرض کر دیتے کہ پئے آپ کو قتل کر دو) نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ مجھے علم دیتے کہ میں خود کو قتل کروں تو میں خود کو ضرور قتل کر دیتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا، ہم نے سچ کہا۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۴۰، ابن ابی حاتم)

27 - حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اس کا اختیار دیا کہ وہ دنیا کی نعمتیں پسند کرے یا آخرت کی نعمتیں پسند کر لیں۔ یہ سنتے ہی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نگے اور عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! کاش ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔ ہمیں تعجب ہوا کہ حضور ﷺ کسی شخص کا ذکر فرما رہے ہیں اور یہ ہمارے ہیں، آپ پر ہمارے ماں باپ قربان ہو جائیں۔ بعد میں ہمیں علم ہوا کہ وہ صاحب اختیار بندے خود حضور ﷺ ہی تھے۔ پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ علم والے تھے۔ (بخاری، مسلم)

28 - حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا، یہ بتاؤ کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا، آپ۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نہیں! سب سے زیادہ بہادر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ سنو! جنگ بدر میں ہم نے رسول کریم ﷺ کے لیے ایک سائبان بنایا تھا۔ ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس سائبان کے نیچے حضور کے ساتھ ہونے کے لیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی مشرک آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دے۔ خدا کی قسم! ہم میں سے کوئی بھی آگے نہیں بڑھا تھا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ

ہاتھ میں، ہنہ تلو، رہے ہوئے حضور ﷺ کے پاس کھڑے ہو گئے اور پھر کسی مشرک کو آپ کے پاس آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ گر کوئی ناپاک اردے سے قریب بھی آیا تو آپ فوراً پٹوٹ پڑے۔ اس لیے آپ ہی سب سے زیادہ بہادر تھے۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۰۰، مسند بزار)

یعنی اس افضل، اخیلق بعد از نسل ثانی ائمنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

خلیفہ دوم، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

انھی اہرام بیہ نام کے بعد حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام لوگوں سے افضل ہیں اور ان کے بعد حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مدینہ نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے۔ آپ کے قبول اسلام کے لیے نبی کریم ﷺ نے اس طرح دعا فرمائی، ”یے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعہ مسلم و غیبی عطا فرما“۔ اس حدیث میں آتا مولیٰ ﷺ کا صرف آپ ہی کا نام لے کر دعا فرمانا مذکور ہے اور یہ آپ کے لیے بڑے شرف کی بات ہے۔

آپ کے اسلام قبول کرنے سے اسلام لانے والے مردوں کی تعداد چالیس ہو گئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ”جب سے عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے، پیدین روز بروز ترقی کرتا چلا گیا“۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اسلام قبول کیا تو دارالرقم میں موجود مسلمانوں نے اس زور سے تکبیر بلند کی کہ اسے تمام اول مکہ نے سنا۔ میں نے دریافت کیا، یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ فرمایا، کیوں نہیں، یقیناً ہم حق پر ہیں۔ میں نے عرض کی، پھر ہم پوشیدہ کیوں رہیں۔ چنانچہ وہاں سے تمام مسلمان دو صفیں بنا کر نکلے۔ ایک صف میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے اور ایک میں، میں تھا۔

جب ہم اس طرح مسجد حرام میں داخل ہوئے تو کفار کو سخت ملال ہوا۔ اس دن سے رسول کریم ﷺ نے مجھے فاروق کا لقب عطا فرمایا کیونکہ سلام ظاہر ہو گیا اور حق و باطل میں فرق پیدا ہو گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا رشتہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں جس نے اعلیٰ یہ ہجرت کی ہو۔ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہجرت کے اردے سے نکلے، آپ نے تلو رحائل کی، کسانٹا نے پر بیکائی اور ہاتھ میں تیر پکڑ کر خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ پھر وہاں موجود کفار قریش میں سے ایک ایک فرد سے لگ لگ فرمایا،

”تمہاری صورتیں بگڑیں، تمہارا ناس ہو جائے! بے کوئی تم میں جو اپنی ماں کو بیٹے سے محروم، اپنے بیٹے کو تہیم اور اپنی بیوی کو بیوہ کرنے کا رد رکھتا ہوا وہ آئے اور جنگل کے اس طرف“ کر مجھ سے مقابلہ کرے۔ میں اس شہر سے ہجرت کر رہا ہوں“۔ کفار کو آپ کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

غیب جاننے والے آتا مولیٰ ﷺ کا ارشاد ہے، اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہی ہوتے۔ آپ سے پانچ سو تینا میں (۵۳۹) حدیث مروی ہیں۔ یہی صحابہ جنہوں نے حضرت طلحہ، زبیر، عتبہ کو حضور ﷺ کی زوجہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تم غزوات میں آتا مولیٰ کے ساتھ رہے اور غزوہ اُحد میں آپ نے ثابت قدمی دکھائی۔ مصر کی فتح کے بعد وہاں کے گورنر عمرو بن عامر رضی اللہ عنہ نے مصریوں کو کئے روج کے مطابق ایک کنواری لڑکی دریا ئے نیل کی بھینٹ چڑھانے کی اجازت نہ دی تو دریا ئے نیل خشک ہو گیا۔ اس پر گورنر نے آپ کی خدمت میں سب، جبر الکل بھیجا۔ آپ نے ایک خط لکھ کر ان سے فرمایا، اس خط کو دریا میں ڈال دو۔

خط میں لکھا تھا، ”اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر کی جانب سے دریا ئے نیل کے نام! معلوم ہو کہ اگر تو خود بخود جاری ہوتا ہے تو مت جاری ہو، اور اگر تجھے اللہ تک و تعالیٰ جاری فرماتا ہے تو میں اللہ واحد و قہار ہی سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری کر دے“۔ جب یہ خط دریا میں ڈالا گیا تو دریا ایسا جاری ہو کہ معمول سے سولہ گز پانی زیادہ چڑھ گیا اور وہ پھر کبھی خشک نہ ہوا۔

حضرت عمرؓ نے یہ شکر ساریہ ﷺ نامی شخص کی سربراہی میں جنگ کے لیے نہاؤد بھیجا۔ کچھ دن بعد جمعہ کے خطبہ میں آپ نے تین بار فرمایا: "ساریہ اپہ زکی طرف"۔ جب شکر کا قاصد آیا تو اس نے بتایا کہ ہمیں شکست ہو نے کوئی کہ ہم نے یہ آواز سنی: "اے ساریہ اپہ زکی طرف"۔ چنانچہ ہم پہاڑ کی طرف ہو گئے۔ پس جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور ہمیں فتح ہوئی۔ (مشکوٰۃ باب الکرامات)

آپ ہی نے سب سے اور بھری تاریخ و سال جاری کیا اور حکومتی نظم و نسق کے لیے دفاتر و انتظامی شعبے قائم فرمائے۔ آپ نے مسجد میں روشنی کا منہ سب تکم کیا۔ سیدنا علیؓ نے ماورغان میں ایک مسجد میں قندیل روشن دکھی تو فرمایا، اللہ تعالیٰ عمرؓ کی قبر کو روشن فرمائے کہ انہوں نے ہر مسجدوں کو روشن کر دیا۔

آپ کٹر صوف کا لباس پہنتے جس میں چڑے کے پوند لگے ہوتے۔ اسی لباس میں ڈوڑھ لیے ہوئے بازار تشریف لے جاتے اور اہل بازار کو دبا دہنیہ فرماتے۔ سادہ غذا کھاتے، عوام کے حالات جاننے کے لیے راتوں کو کشت کرتے۔ جب کسی کو عامل (گورنر) بناتے تو سکے اناٹوں کی نہر ست لکھ لیا کرتے نیز اسے عوام کی قلاح کے لیے نصیحتیں فرماتے، اور شکایت سننے پر عامل کو بھی سزا دیتے۔

آپ کے دورِ خلافت میں پیش رفت و ترقیات ہوئیں۔ دمشق، بصرہ، اردن، مدائن، حلب، اطاکیہ، بیت المقدس، نیشاپور، مصر، اسکندریہ، ذریابھون، طبرستان، اصفہان، ہکمران وغیرہ متحرک ہوتے آپ ہی کے دور میں اسلامی سلطنت میں شامل ہوئے۔

۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ کو جب آپ نماز فجر پڑھانے لگے تو ایک بھوسی ابو لولون نے آپ کو دو دھارے نجر سے حملہ کر کے شدید زخمی کر دیا۔ آپ نے غیظہ کے انتخاب کے لیے ایک کمیٹی بنا دی جو چھ اکابر صحابہ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد، حضرت طلحہ، اور حضرت زبیرؓ پر مشتمل تھی کہ یہ باہم مشورت سے ان میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کر لیں۔ اسی دن آپ کی شہادت واقع ہو گئی۔ آپ کی خواہش پر ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اجازت سے آپ نبی کریم ﷺ اور سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ (ماخوذ از تاریخ الخلفاء)

فضائل سیدنا عمرؓ، قرآن میں:

حضرت بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو مشرکین نے کہا، آج ہماری طاقت آدمی ہو گئی۔ اس وقت حضرت عمرؓ کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری، درمنثور)

بَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ○ (الانفال: ۶۴)

"بے غیب کی خبریں بتانے والے اللہ تمہیں کافی ہے اور یہ جتنے مسلمان تمہارے پیرو ہوئے۔" (کنز الایمان)

آپ کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ ہے کہ کسی معاملے میں آپ جو مشورہ دیتے یا رائے پیش کرتے قرآن کریم آپ کی رائے کے موافق نازل ہوتا۔

حضرت علیؓ حیرت خد کر ۲۵ھ کا ارشاد ہے کہ قرآن کریم میں حضرت عمرؓ کی آراء موجود ہیں جن کی وحی انہی نے ناید فرمائی ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ اگر بعض امور میں لوگوں کے رائے کچھ اور ہوتی اور حضرت عمرؓ کی کچھ اور تو قرآن مجید حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق نازل ہوتا تھا۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۹۷)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا، "میرے رب نے تین امور میں میری موافقت فرمائی۔ مقام اہم پر نماز کے متعلق، پردے کے بارے میں اور بدر کے قیدیوں کے معاملے میں۔" (بخاری، مسلم)

محدثین فرماتے ہیں کہ ان تین امور میں ہصر کی وجہ انکی شہرت ہے ورنہ موافقت کی تعداد اس سے زائد ہے۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے رب

نے مجھ سے (۲) باتوں میں موافقت فرمائی ہے۔ جن کا تذکرہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے تاریخ الخلفاء میں کیا ہے۔ ان امور کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

1- حجاب کے حاکم سے پہلے حضرت عمرؓ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! ازواج مطہرات کے سامنے طرح طرح کے لوگ آتے ہیں اس لیے آپ انہیں پردے کا حکم دیجیے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوگئی۔ **وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَلُوهُنَّ مِنْ وَجْهِ جَنَابٍ**۔ "اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر مانگو"۔ (الاحزاب: ۵۳، کنز الایمان)

2- یہاں آپ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! ہم مقام اہم کو کھلی نہ بتالیں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوگئی **وَإِذَا حَضَرْتُمُوهُنَّ مِنْ مُقَدِّمٍ بَرَّهِنَّ فَصْنِي**۔ "اور اہم نیک کے ہٹنے ہونے کی جگہ انہما کا مقام بتاؤ"۔ (البقرہ: ۱۲۵، کنز الایمان)

3- بدر کے قیدیوں کے متعلق بعض نے فدویہ کی رائے دی جبکہ حضرت عمرؓ نے انہیں قتل کرنے کا مشورہ دیا۔ اس پر آپ کی موافقت میں یہ آیت نازل ہوئی۔ **لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَهْلَكْتُمْ غُلَابًا عَظِيمًا**۔ "اگر اللہ ایک بات پہلے لکھ نہ چکا ہوتا تو تم نے جو کافروں سے بدرے کاہرے ہو، اس میں تم پر بڑا عذاب آتا"۔ (الانفال: ۶۸، کنز الایمان)

4- نبی کریم ﷺ کا پٹی کینر حضرت ماریہ قبطیہ سے عیسا کے پاس جانا بعض ازواج مطہرات کو اوارگاتو حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا، **عَسَى زَيْلَةُ ابْنِ طَلْحَةَ أَنْ يُبَدِّلَهُ أَوْ أَحْسَبُهَا مَسْكًا**۔ "اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو قریب ہے کہ ان کا رب انہیں تم سے بہتر بیویاں بدرے"۔ (التحریم: ۳) بالکل انہی الفاظ کے ساتھ وحی نازل ہوگئی۔

5- حرمت سے قبل مدینہ طیبہ میں شراب اور جوئے کا عام رواج تھا۔ حضرت عمرؓ نے بارگاہ نبوی میں عرض کی، ہمیں شراب اور جوئے کے متعلق ہر بیت دیجیے کیونکہ یہاں اور عقل دونوں ضائع کرتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ **يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْمِرِ فَقُلْ بَيْنَهُمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ**۔ "تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں، تم فرما دو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے"۔ (البقرہ: ۲۱۹، کنز الایمان)

6- ایک ہر ایک شخص نے شراب کے نشہ میں نماز پڑھائی تو قرآن عطا ہوا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے پھر وحی عرض کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى**۔ (النساء: ۴۳)

"اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ"۔ (کنز الایمان)

7- اسی سبب سے حضرت عمرؓ نے بار بار دعا کی، اے اللہ! شراب اور جوئے کے متعلق ہمارے لئے واضح حکم نازل فرما۔ یہ تک کہ شراب اور جوئے کے حرام ہونے پر یہ آیت نازل ہوگئی۔ **إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْمِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوا**۔ "بیشک شراب اور جوئے اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطان کا کام، تو ان سے بچتے رہنا کہ تم قلاح پاؤ"۔ (المائدہ: ۹۰)

8- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب آیت **لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سَلَالَةٍ مِنْ طِينٍ** (بیشک ہم نے آدمی کو گھسی ہوئی مٹی سے بنا دیا) نازل ہوئی۔ (المؤمنون: ۲) تو سے سن کر حضرت عمرؓ نے بے ساختہ کہا، **قَسْرَكَ اللَّهُ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ**۔ "تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا"۔ اس کے بعد انہی سطوروں سے یہ آیت نازل ہوگئی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم)

9- جب منافق عبد اللہ بن ابی مرثد اس کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے درخواست کی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! عبد اللہ بن ابی مرثد دشمن اور منافق تھا، آپ اس کا جنازہ پڑھیں گے؟ رخصت عالم ﷺ نے بیع دین کی حکمت کے پیش نظر اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ یہ آیت نازل ہوگئی، **وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا**۔ "اور جب ان (منافقوں) میں سے کوئی مرے تو اس پر نماز نہ پڑھیے"۔

یہ خیریں رہے کہ حضور روم ﷺ کا یہ فعل صحیح اور کئی حکمتوں پر مبنی تھا جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس نماز کی وجہ سے اس منافق کی قوم کے یہ ہزار افراد مسلم
 ے۔ گر آپ کا یہ فعل مبارک رب تعالیٰ کو پسند نہ ہوتا تو وہ وحی کے ذریعے آپ کو انکی نماز جنازہ پڑھانے سے منع فرمادیتا۔ جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی
 رائے کا صحیح ہونا عام منافقوں کی نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق ہے۔

10۔ اس نماز جنازہ کے بعد سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْفَرْتُمْ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْفَرْتُمْ لَهُمْ۔ "ان منافقوں کے بے
 متغیر رہنا نہ سارا امر ہے۔" اس پر سورۃ المنافقون کی یہ آیت نازل ہوئی۔ (طبرانی)

11۔ جس وقت رسول روم ﷺ نے جنگ بدر کے سلسلہ میں صحابہ کرام سے باہر نکل کر لڑنے کے سلسلہ میں مشورہ کیا تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نکلنے ہی
 کا مشورہ دیا اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ کَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ الْحَقِّ۔ "جس طرح اے محبوب تمہیں تمہارے رب نے
 (لڑنے کے لئے) تمہارے گھر سے حق کے ساتھ برآمد کیا اور چونکہ مسلمانوں کا ایک گروہ اس پر ناخوش تھا۔" (الانفال: 5، کنز الایمان)

12۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے روایا پر جب منافقوں نے بہتان لگایا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ فرمایا۔ آپ نے عرض کی، میرے آقا!
 آپ کا ان سے نکاح کس نے کیا تھا؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، اللہ نے! اس پر آپ نے عرض کی، کیا آپ یہ خیریں کرتے ہیں کہ آپ کے رب نے
 آپ سے ان کے صیب کو چھپا ہوگا، بخدا یہ عائشہ سے روایا پر عظیم بہتان ہے۔ شَبَّكَ هَلُمَّ نَهْنَانٌ عَظِيمٌ۔ "اسی طرح آیت نازل
 ہوئی۔ (النور: 16)

13۔ ابتدائے اسلام میں رمضان شریف کی رات میں بھی بیوی سے قربت منع تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں کچھ عرض کیا۔ اس کے بعد شب
 میں صومعت کو جائز فرما دیا گیا اور آیت نازل ہوئی۔ أَجَلِي لَكُمْ لَيْلَةَ الصَّيَامِ الرَّفِثِ الَّتِي تَسْبِكُكُمْ۔ "روزوں کی راتوں میں پٹی عورتوں کے پاس
 جانا تمہارے لیے حلال ہوا۔" (البقرہ: 187، کنز الایمان)

14۔ ایک یہودی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا، جبرئیل فرشتہ جس کا ذکر تمہارے نبی کرتے ہیں وہ ہمارا دشمن ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا، مَنْ تَكَانَ
 عَدُوًّا لِيْهِ وَمَلَأَ بَيْتَهُ زُرْسِيَّةً وَجَهْرِيَّةً وَمِثْكَالَ لَبَانٍ اللَّهُ عَدُوٌّ لِلْكُفْرَانِ۔ "جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرئیل اور
 میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا۔" (البقرہ: 98) بالکل! انہی الفاظ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

15۔ دو شخص لڑائی کے بعد نصاب کے لیے بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان کا فیصلہ کر دیا لیکن جس کے خلاف یہ فیصلہ ہو، وہ منافق تھا۔
 اس نے کہا کہ چلو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلیں اور ان سے فیصلہ کرائیں۔ چنانچہ یہ دونوں پہنچے اور جس شخص کے موافق حضور نے فیصلہ کیا تھا اس نے
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا، حضور نے تو ہمارا فیصلہ اس طرح فرمایا تھا لیکن یہ میرا ساتھی نہیں مانا اور آپ کے پاس فیصلہ کے لئے آیا۔ آپ نے فرمایا، ذر
 ٹھہرو میں آتا ہوں۔ آپ اندر سے نکلا کال لائے اور اس شخص کو جس نے حضور کا فیصلہ نہیں مانا تھا، قتل کر دیا۔ دوسرا شخص بھاگا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت
 میں حاضر ہو اور اس واقعہ کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا، مجھے عمر سے یہ امید نہیں کہ وہ کسی مومن کے قتل پر اس طرح جرأت کرے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ
 آیت نازل فرمائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس منافق کے خون سے بری رہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِي الْخِصْمِ الَّذِي تَرْتَضِيٰ تَوَاصِيًّا مَّحْبُوبًا تَمَّ بِكُمْ لِقَاءُ رُسُلِهِمْ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا يَفْعَلُ الْغَافِلُونَ
 میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو، اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔" (النساء: 25، کنز الایمان)

16۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ایک روز سو رہے تھے کہ آپ کا ایک غلام بغیر اجازت لیے اندر چلا آیا۔ اس وقت آپ نے دعا فرمائی، اَللّٰهُمَّ اجْزِئْ جَهْرًا مِّنْ
 داخل ہونا حرام فرمادے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْذِنُوا۔ "ایمان والے اپنے
 گھروں کے سو، اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو۔" (النور: 27، کنز الایمان)

17 - حضرت عمرؓ کا یہ فرمانا کہ ہوا ایک حیران و سرگرداں قوم ہے۔ آپ کے اس قول کے مطابق آیت نازل ہوئی۔

18 - ثَمَّةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَ ثَمَّةٌ مِنَ الْآخِرِينَ بھی حضرت عمرؓ کی تائید میں نازل ہوئی۔

(تاریخ حلاء)

چند موافقات اور فراسط عمرؓ:

☆ آیت "الشیخ و الشیحة اذا ریا" کا منسوخ القلاوت ہونا بھی حضرت عمرؓ کی رائے سے موافقت رکھتا ہے۔

☆ جنگ احد میں حبشہ غین نے کہا، کیا تم میں قلاں ہے؟ تو سیدنا عمرؓ نے فرمایا، "اس کا جواب نہ دو"۔ رسول کریم ﷺ نے آپ کے اس قول سے موافقت فرمائی۔ اس واقعہ کو امام احمدؒ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

☆ ایک روز کعب بن جبرؓ نے کہا، آسمان کا بادشاہ زمین کے بادشاہ پر فسوس کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا، مگر اس بادشاہ پر فسوس نہیں کرتا جس نے بچے نفس کو تابو میں رکھا۔ یہ سن کر کعب احبارؓ نے کہا، واللہ! تو ریت میں بھی الفاظ ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ بجدے میں گر گئے۔ یعنی بجدہ شکر ہوا۔ (یضاً: ۲۰)

☆ صحیح مسلم میں ہے کہ صحابہ نے نماز کے لیے بلانے کے متعلق مختلف تجاویز دیں تو سیدنا عمرؓ نے کہا، ایک آدمی کو مقرر کرو جو نماز کے وقت سوز دیکر لوگوں کو بدئے۔ حضور ﷺ نے اس تجویز کو پسند فرمایا۔

☆ مؤطا، مالک میں ہے کہ ایک بار سیدنا عمرؓ کو نیند سے جگانے کے لیے کسی نے اصلوۃ خیر من النوم کہا تو آپ نے فجر کی ذن میں ان کلمات کو پڑھنے کا حکم دیا۔ (مشکوٰۃ باب الاذان)

☆ جب پیامہ میں جب بہت سے حفاظ صحابہ کرام شہید ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے خلیفہ رسول ﷺ، سیدنا ابو بکرؓ کی خدمت میں عرض کی، اگر اسی طرح حفاظ شہید ہوتے رہے تو کہیں قرآن کی حفاظت کا مسئلہ نہ پیدا ہو، اس لیے قرآن کو کتاب کی صورت میں جمع کر دیا جائے۔ آپ کے بارہا رہبر پر حضرت ابو بکرؓ اس کام کے لیے راضی ہوئے۔ یوں آپ کی فراسط و دلائل کی وجہ سے قرآن کریم ایک جگہ کتاب کی صورت میں جمع کیا گیا۔ (بخاری باب جمع القرآن)

☆ اسی طرح آپ کے دورِ خدمت کے شروع تک لوگ الگ الگ ترویج پڑھتے تھے۔ آپ نے انہیں ایک امام کی اقتداء میں جمعیت کی صورت میں ترویج پڑھنے کا حکم دیا۔ ترویج میں قرآن کریم سنانے کی لگن میں مسلمان چھوٹے بڑے قرآن مجید حفظ کرتے ہیں اور حفاظ کرام سے اہتمام سے یاد رکھتے ہیں۔

☆ کتب صحیح قرآن کریم کا کتابی صورت میں محفوظ ہونا، حفاظ کرام کی کثرت اور قرآن کریم کا صحیح یاد رکھنا یہ حضرت عمرؓ ہی کی فرست کے صدقے میں ہے جنہوں نے قرآن کریم کو کتابی صورت میں جمع کرنے کی اہمیت اُجاگر کی اور ترویج کو باجماعت ادا کرنے کا حکم دیا۔

فضائل سیدنا عمرؓ، احادیث میں:

29 - حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔ بے شک تم سے پہلی امتوں میں مُخَدَّث (صاحب ہمام) ہو رہے تھے۔ اگر میری امت میں بھی کوئی مُخَدَّث ہے تو عمرؓ ہے۔ (بخاری کتاب المناقب، مسلم باب فضائل عمر)

30 - نبی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں یعنی بنی اسرائیل میں ایسے لوگ بھی ہو کرتے تھے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام فرمایا جاتا تھا، تاکہ وہ نبی نہ تھے۔ اگر ان میں سے میری امت میں بھی کوئی ہے تو وہ عمرؓ ہے۔ (بخاری کتاب المناقب)

31 - حضرت عد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت مانگی تو آپ کے پاس قریش کی چند عورتیں گنگنا کر رہی تھیں اور اونچی آواز سے کچھ مطالبہ کر رہی تھیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی تو وہ پردے کے پیچھے چھپ گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے۔ عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ مسکراتا رکھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے ان عورتوں پر تعجب ہے جو میرے پاس تھیں اور حب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو پردے کے پیچھے چھپ گئیں۔ آپ نے کہا، اے اپنی جان کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو مگر اللہ کے رسول سے نہیں ڈرتیں؟ انہوں نے کہا، ہاں کیونکہ آپ سخت مزاج اور سخت گیر ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خوب اے بس خطاب التسم ہے اس ذات کی جس کے قصے میں میری جان ہے، شیطان جب بھی تم سے کسی راستے میں ملتا ہے تو اپنا راستہ بدل لیتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

32 - حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں جنت میں داخل ہوا تو وہاں ایک محل دیکھا۔ میں نے پوچھا، یہ محل کس کا ہے؟ جو اب ملا، عمر بن خطاب کا میں نے ردہ کیا کہ لہر داخل ہو کر اسے دیکھوں۔ لیکن تمہاری غیرت یاد آگئی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ہاں ہاں آپ پر قربان کیا میں آپ پر غیرت کر سکتا ہوں۔ (بخاری، مسلم)

33 - حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں سویا ہوا تھا کہ مجھ پر لوگ پیش کیے گئے جنہوں نے قمیص پہنی ہوئیں تھیں۔ کسی کی قمیص سینے تک اور کسی کی اس سے بھی کم تھی۔ پھر مجھ پر عمر بن خطاب پیش کیے گئے تو ان پر بھی قمیص تھی اور وہ اسے تھمیت رہے تھے۔ لوگ عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے اس قمیص سے کیا تعبیر لی ہے؟ فرمایا، دین۔ (بخاری، مسلم)

34 - حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، میں سویا ہوا تھا کہ میرے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا۔ میں نے پیا، یہاں تک کہ سیرابی کو پئے ناخنوں سے نکلنے ہوئے دیکھا۔ پھر بچا ہوا دودھ میں نے عمر بن خطاب کو دے دیا۔ لوگ عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس (دودھ) سے کیا مراد لیتے ہیں؟ فرمایا، علم۔ (بخاری، مسلم)

35 - حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق جاری فرما دیا ہے۔ (ترمذی)

36 - حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے حق کو عمر کی زبان پر رکھ دیا ہے کہ وہ ہمیشہ حق بولتے ہیں۔ (بو ذر، ابن ماجہ، کم)

37 - حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہم اس بات میں شک نہیں کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر سیکڑ بولتا ہے یعنی ان کے رشاد پر سب کو وہ سکون ملتا ہے۔ سے ہم تکلفی نے دلائل الملوۃ میں روایت کیا۔ (مشکوٰۃ)

38 - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی، اے اللہ! اسلام کو ابو جہل بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ذریعے عزت دے۔ صبح ہوئی تو گلے روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا اور مسجد میں اعلانیہ نماز پڑھی۔ (احمد ترمذی)

39 - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنکا مولیٰ رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی، اے اللہ! اسلام کو عمر بن خطاب کے ذریعے عذاب فرما۔ (مشکوٰۃ، کم) اس حدیث میں مذکور دعا میں کسی دوسرے شخص کا نام شامل نہیں ہے۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے سنن میں اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ اسی حدیث کو طبرانی نے اوسہ میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اور حاکم کبیر میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (تاریخ الخلفاء، ۸۳)

40 - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو حضرت جبرئیل رضی اللہ عنہ نازل ہوئے اور عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مسلمان وے حضرت عمر کے ایمان لانے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ (ابن ماجہ، حاکم)

41 - حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے اس وقت سے ہم مسلسل کامیاب ہوتے رہے ہیں۔

42- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابو بکر سے کہا، اے رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام لوگوں سے بہتر۔ حضرت ابو بکر نے کہا، آپ تو یوں کہتے ہیں جیسا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، سورج کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو عمر سے بہتر ہو۔ (ترمذی)

43- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا، رسول کریم ﷺ کے وصال کے بعد میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا نیک اور نیک نیک دیکھا کو یہ خوبیاں تو آپ کی ذات پر ختم ہو گئی تھیں۔ (بخاری)

44- حضرت عقیقہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔ (ترمذی، حاکم)

45- حضرت زید بن عرقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی غزوہ کے لیے نکلے۔ جب واپس تشریف لائے تو ایک کان لوٹڈی حاضر بارگاہ ہو کر عرض گزار ہوئی، یا رسول اللہ ﷺ میں نے نذر مانگی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو بخیریت واپس لوٹائے تو میں آپ کی خدمت میں دف بچاؤں گی۔

رحمت عام ﷺ نے اس سے فرمایا، اگر تم نے نذر مانگی تھی تو بجاؤ، اور نہیں مانی تھی تو نہ بجاؤ۔ پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور وہ بجاتی رہی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور وہ بجاتی رہی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور وہ بجاتی رہی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو اس نے دف اپنے نیچے رکھی اور اس پر بیٹھ گئی۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، اے عمر! شیطان تم سے ڈرتا ہے۔ میں بیٹھا تھا لیکن یہ بجاتی رہی۔ ابو بکر آئے اور یہ بجاتی رہی، علی آئے اور یہ بجاتی رہی۔ پھر عثمان آئے اور یہ بجاتی رہی۔ جب سے عمر اتم نذر داخل ہوئے تو اس نے دف نیچے رکھی۔ (ترمذی)

46- حضرت انس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تین باتوں میں میرے رب نے میری موت فرمائی۔

(میں عرض گزار ہوا، یا رسول اللہ ﷺ! کاش ہم مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنا لیں تو حکم نازل ہوا، "اور ظہر اہل بیت کو نماز کی جگہ")۔ (۲۵:۲)

(۲) میں نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! ہماری عورتوں کے پاس بھلے اور برے آتے ہیں، کاش! آپ انہیں پردے کا حکم فرمائیں۔ اس پر پردے کی آیت نازل ہو گئی۔

(۳) نیز جب نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات غیرت کھا کر جمع ہو گئیں تو میں عرض گزار ہوا، "اگر آپ انہیں طلاق دے دیں تو قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو ان سے بہتر بدلے میں عطا فرمائے"۔ پس اسی طرح آیت نازل ہو گئی۔ (بخاری، مسلم)

47- حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دوسرے لوگوں پر چار باتوں سے فضیلت دی گئی ہے۔

(۱) بدر کے قیدیوں کے بارے میں جب آپ نے ان کو قتل کرنے کے لیے کہا تو اللہ تعالیٰ نے (آپ کی ناسید میں فرمایا، "اگر اللہ پہلے فیصد نہ کر چکا ہوتا جو تم نے کیا تو تم کو بڑا عذاب پہنچتا")۔ (۶۸:۸)

(۲) اور پردے کے معاملے میں جب آپ نے نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات سے پردے کے لیے کہا تو حضرت زینب سے کہا، اے ابن خطاب! آپ ہم پر بھی حکم چلاتے ہیں جیسا کہ وہی ہمارے گھر میں نازل ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا، "اور جب تم نے کوئی چیز ان سے لٹی ہو تو پردے کے پیچھے سے لگنا"۔ (۵۳:۳۳)

(۳) اور حضور ﷺ کی دعا کے باعث کہ "اے اللہ! عمر کے ذریعے اسلام کی مدد فرما"۔

(۴) اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کے فیصلے کے باعث کہ سب سے پہلے انہوں نے بیعت کی۔ (احمد، مشکوٰۃ)

48- حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم تزویج کے ایک پلے میں اور تمام اہل دنیا کا علم تزویج کے دوسرے پلے میں رکھ دیا جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پیر ہی بھاری رہے گا کیونکہ علم کے دس حصوں میں سے نو حصے علم آپ کو دیا گیا ہے۔ (طبرانی، حاکم، تاریخ خلفاء، ۹۵)

49- حضرت بوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میری امت سے وہ آدمی جنت میں ہے جسے بلند درجے والے ہے۔ حضرت بوسعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم، ہم اس آدمی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی مر لو لیا کرتے تھے یہاں تک کہ وہ اپنے راستے پر چلے گئے یعنی وصال فرما گئے۔ (ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

50 - حضرت مسو رہن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا اور انہوں نے تکلیف محسوس کی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کسی دیتے ہوئے کہا، میرے امومنین کیا آپ پریشان ہیں حالانکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور اچھا ساتھ نبھایا۔ پھر جب وہ جد ہوئے تو آپ سے راضی تھے پھر آپ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہے اور اچھا ساتھ نبھایا۔ پھر جب وہ جد ہوئے تو آپ سے راضی تھے۔ پھر آپ کی صحابہ کرام سے صحبت رہی اور چھی صحبت رہی۔ اگر آپ ان سے جدا بھی ہو جائیں تو وہ آپ سے راضی ہیں۔

فرمایا تم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور رضامندی کا ذکر کیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جو اس نے مجھ پر فرمایا۔ تم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صحبت اور رضامندی کا ذکر کیا تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کرم ہے جو اس نے مجھ پر فرمایا۔ اور جو تم میری پریشانی دیکھ رہے ہو یہ تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی وجہ سے ہے۔ خدا کی قسم اگر میرے پاس زمین بھر سونا بھی ہوتا تو میں اللہ کے عذاب کو دیکھنے سے پہلے اس کا فدیہ لیا کرتا۔

(بخاری باب مناقب عمر بن خطاب)

51 - حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے عمر سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے عمر سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ اللہ تعالیٰ نے اہل عرفہ پر عموماً اور حضرت عمر پر خصوصاً نحر کیا ہے۔ جتنے انبیاء کرام مبعوث ہوئے ہیں، ہر ایک کی امت میں ایک محدث ضرور ہو ہے اگر میری امت کا کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! محدث کون ہوتا ہے؟ فرمایا، جس کی زبان سے ملائکہ گفتگو کریں۔

اس حدیث کی اسناد درست ہیں۔ (طبرانی فی الاوسط، تاریخ الخلفاء، ۱۹۳)

52 - حضرت نضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے بعد حق عمر کے ساتھ رہے گا خود وہ کہیں ہوں۔ (تاریخ الخلفاء، ۹۳، طبرانی)

53 - حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مرض اوصال میں دریافت کیا گیا، اگر آپ سے اللہ تعالیٰ یہ دریافت فرمائے کہ تم نے عمر رضی اللہ عنہ کو کیوں خلیفہ منتخب کیا تو آپ کا کیا جواب دیں گے؟ فرمایا، میں عرض کروں گا کہ میں نے ان لوگوں پر ان میں سے سب سے بہتر شخص کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔ (تاریخ الخلفاء، ۹۵، طبقات ابن سعد)

54 - حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا صوملی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، عمر اہل جنت کا چہرہ ان ہیں۔ (تاریخ الخلفاء، ۹۳، المیزان، ابن عساکر)

55 - حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غیب جاننے والے آقا صوملی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب اشارہ کر کے فرمایا، یہی وہ ہستی ہے جس کے باعث فتنہ فساد کے دروازے بند ہیں اور یہ جب تک زندہ رہے گا اس وقت تک تم میں کوئی پھوٹ اور فتنہ فساد نہیں ڈال سکتے گا۔ (تاریخ الخلفاء، ۹۳، زلزال الخلفاء)

56 - حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، مجھ سے جبرئیل نے کہا ہے کہ اسلام عمر کی موت پر رونے کا جتنی ان کی وفات سے اسلام کو بہت نقصان پہنچے گا۔ (تاریخ الخلفاء، ۱۹۳، طبرانی)

57 - حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی شخص سے واقف نہیں جس نے جرأت کے ساتھ راجحہ میں ملامت کی ہو۔ (تاریخ الخلفاء، ۹۵)

58 - حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے آقا صوملی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے (ازراہ کرم و عنایت) یہ فرمایا، "اے میرے بھائی! ہمیں پئی دعا میں نہ بھوننا۔"

(بوہود، ابن ماجہ)

وہ عمر جس کے انداء پہ شیدا ستر اُس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

فضائل ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما قرآن میں:

1- فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَحَبِيبُ الْمُؤْمِنِينَ - (التحریم: ۳)

”بیشک اللہ کا مددگار ہے اور حبیب اور نیک ایمان والے“۔ (کنز الایمان)

حضرت بن مسعود رضی اللہ عنہ، اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صالح مومنین سے مراد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (تفسیر بخاری)

حضرت بن مسعود رضی اللہ عنہ، اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ حضرت ابن عمر، ابن عباس اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ

یہ آیت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری)

2- شَاوَزَهُمْ فِي الْأَمْرِ (عمر ان: ۱۵۹) ”کاموں میں ان سے مشورہ لو“۔ (کنز الایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ)

حضرت بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس آیت میں رب تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

ابو بکر و عمر سے مشورہ کیا کرو۔ اس آیت کے نزول پر سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرات شیخین سے فرمایا، جب تم دونوں کسی رائے پر متفق ہو جاؤ تو میں تمہارے

خدا نہیں کرتا۔

(از لفظ اللہ: ج ۲: ۳۳، مستدرک للحی کم تفسیر بن کثیر)

3- وَسَنَجِزِي الشُّكْرِيْنَ - (آل عمران: ۱۴۵)

”ورقرب ہے کہ ہم شکر والوں کو صلہ عطا کریں“۔ (کنز الایمان)

جو (غزوہ احد میں نبی کریم ﷺ کی شہادت کی جھوٹی افواہ سن کر) نہ بھرے اور اپنے دین پر ثابت رہے، انکو شاکرین فرمایا کیونکہ انہوں نے اپنے ثبات سے

نعمتِ اسلام کا شکر دیا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، اور انکے ساتھی جو اپنے دین پر قائم رہے وہ شاکرین ہیں۔ (جن میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، امیر الشاکرین ہیں۔ (زلزلہ اللہ: ج ۲: ۳۵، تفسیر

قرآن العرفان)

4- إِنَّ الدِّينَ يَخْتَصُمُونَ أَمْوَالَهُمْ مِنْدَ زُنُوبِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ فُلُوقَهُمْ لِيَتْلُوَ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَنْجَارًا

عَبِيهِمْ“ ○ (الحجرات: ۳)

”بیشک وہ جو پٹی و زین پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس، وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے، ان کے لیے بخشش و ربڑ ٹوٹا

ہے“۔ (کنز الایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ)

آیت لَا تَصْرَفُوا أَمْوَالَكُمْ (پہنی آواز نبی کریم ﷺ کی آواز پر بلند نہ کرو) کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابو بکر و عمر اور بعض اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بہت

تصدیق و رضاعتِ قدس میں بہت ہی پست آواز سے عرض معروض کرتے۔ ان حضرات کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (قرآن العرفان)

اس سے یہ بھی معلوم ہو کہ صحابہ کرام کے دل اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے پرکھ لیے ہیں، جو انہیں فاسق مانے وہ اس آیت کا منکر ہے۔ (نور العرفان)

فضائل ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما، احادیث میں:

59- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آٹا مولیٰ ﷺ سے سوال کیا، قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا، یہ بتاؤ کہ تم نے اس کے بے کیا تیری کی ہے؟ اس نے عرض کی، میرے پاس تو کوئی عمل نہیں سوائے اس کے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ ارشاد فرمایا، تم انہی کے ساتھ ہو گے جن سے محبت رکھتے ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، مجھے کسی بات سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جس قدر خوشی یہ فرمان سن کر ہوئی کہ ”تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو“۔ میں آٹا مولیٰ نبی کریم ﷺ سے محبت کرتا ہوں اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں لہذا مجھے امید ہے کہ میں ان سے محبت کی وجہ سے نکلے ساتھ رہوں گا اگرچہ میرے عمل ان جیسے نہیں۔ (صحیح بخاری باب مناقب عمر بن خطاب)

60- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ایک آدمی گائے کو ہانک رہا تھا۔ جب تھک گیا تو اس پر سو رہ گیا۔ اس نے کہا، ہمیں اس سے پیدا نہیں کیا گیا ہے بلکہ ہمیں زمین کی کاشت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ لوگوں نے کہا، سبحان اللہ! گائے بولتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”اس بات کو میں نے سنا اور ابو بکر و عمر نے“ حالانکہ وہ دونوں وہاں موجود نہ تھے۔

پھر فرمایا، ایک آدمی پٹی بکریوں میں تھا جب کہ بھیڑیے نے ایک بکری پر حملہ کیا اور اسے پکڑ لیا۔ اس کے مالک نے وہ بکری چھڑی۔ بھیڑیے نے اس سے کہا، یوم سبوح کو اس کی حفاظت کون کرے گا جبکہ میرے سوا کوئی جہ واپائیں ہوگا۔ لوگوں نے کہا، سبحان اللہ! بھیڑیا بائیں کرتا ہے۔ فرمایا، ”میں نے اس بات کو سنا اور ابو بکر و عمر نے بھی“۔ حالانکہ وہ وہاں موجود نہ تھے۔ (بخاری، مسلم)

61- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لاتے تو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے سوا کوئی اور سر نہ اٹھاتا۔ یہ حضور ﷺ کو دیکھ کر مسکرتے اور حضور ﷺ انہیں دیکھ کر تبسم فرماتے۔ (ترمذی)

62- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد انکے لیے دعا کر رہے تھے جب کہ وہ تختے پر تھے تو ایک آدمی نے پٹی کہنی میرے کندھے پر رکھ کر کہا، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ مجھے امید ہے کہ وہ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں سے ملا دے گا کیونکہ میں نے کئی برسوں اللہ کو فرماتے ہوئے سنا، ”میں اور ابو بکر و عمر تھے، میں نے اور ابو بکر و عمر نے کیا، میں اور ابو بکر و عمر گئے، میں اور ابو بکر و عمر ندر داخل ہوئے، میں اور ابو بکر و عمر باہر نکلے“۔ میں نے مز کر دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ (بخاری، مسلم)

63- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مجھے نہیں معلوم کہ میں تم میں کتنے دن اور رہوں گا لہذا میرے بعد والوں میں سے ابو بکر اور عمر کی پیروی کرنا۔ (ترمذی)

64- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جینک جنتی لوگ علییں و سوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم چمک دار تارے کو آسمان کے کنارے پر دیکھتے ہو۔ اور جینک ابو بکر و عمر انہی میں سے ہیں اور دونوں خوب تر ہیں۔ (مشکوٰۃ، ترمذی، ابن ماجہ)

65- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ابو بکر و عمر انھیائے کرام و مرسلین عظام کے سوا تمام اہل حنت کے عمر رسیدہ لوگوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

66- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک روز مسجد میں داخل ہوئے اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر میں سے یہ آپ کے دائیں جانب اور یہ بائیں جانب تھے۔ آپ نے دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور فرمایا، میں قیامت کے روز اسی طرح اٹھایا جاؤں گا۔ (ترمذی)

67- حضرت عبد اللہ بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو کچھ کفر فرمایا، یہ دونوں کان اور آنکھ ہیں (یعنی میرے لیے اس قدر اہم ہیں جیسے جسم کے لیے کان اور آنکھ)۔ (ترمذی)

68- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، تمہارے پاس ایک جنتی شخص آئے گا پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا کہ تمہارے پاس یہ جنتی شخص آئے گا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے۔ (ترمذی)

69- حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، کوئی نبی نہیں مگر اس کے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو زمین والوں میں سے ہوتے تھے۔ میرے دو آسمانی وزیر جبرئیل و میکائیل ہیں اور زمین پر میرے وزیر ابو بکر و عمر ہیں۔ (ترمذی)

70- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایک چاندنی رات میں رسول کریم ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ میں عرض گزار رہوئی، یا رسول اللہ ﷺ! کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر ہیں؟ فرمایا، ہاں! عمر کی۔ میں نے عرض کی، اور حضرت ابو بکر کی نیکیوں کا کیا حال ہے؟ فرمایا، عمر کی ساری نیکیوں کو بکر کی ایک نیکی جیسی ہے۔ (مشکوٰۃ)

71- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، میرے پاس جبرئیل رضی اللہ عنہ آئے تو میں نے کہا، مجھ سے عمر بن خطاب کے فضائل بیان کرو۔ انہوں نے کہا، اگر عمر کے فضائل بیان کرنے کے لیے مجھے حضرت نوح رضی اللہ عنہ کی زندگی مل جائے تو بھی عمر کے فضائل ختم نہ ہوں گا۔ نیک عمر کے تمام فضائل، ابو بکر کے فضائل کا ایک جزو ہیں۔ (الصواعق المحرقة: ۱۲۱، تاریخ الخلفاء: ۱۱۳، ابویعلیٰ)

72- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ہر نبی کے اصحاب میں سے کچھ خاص لوگ ہوتے ہیں۔ میرے اصحاب میں سے خاص لوگ ابو بکر و عمر ہیں۔ (الصواعق المحرقة: ۱۱۸، تاریخ الخلفاء: ۱۱۵، طبرانی)

73- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میرے بعد میری امت میں بہترین افراد ابو بکر اور عمر ہیں۔ (الصواعق المحرقة: ۸، ابن عساکر)

74- حضور کریم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اُس خدا کا شکر ہے جس نے تم کو میرا مددگار بنا دیا۔ (تاریخ الخلفاء: ۳، بزار، حاکم)

75- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ عہد نبوی میں کون فتویٰ دیا کرتا تھا؟ جواب دیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی عام نہیں تھا اس لیے یہی دونوں حضرت فتویٰ دیا کرتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۱۵، طبقات ابن سعد)

76- حضرت بولدر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، میرے بعد ابو بکر و عمر کی پیروی کرنا کیونکہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی پھیلانی ہوئی رسی ہیں۔ جو ان کا دامن تھمے گا وہ کبھی نہ ٹھلنے والی گرہ تھام لے گا۔ (الصواعق المحرقة: ۱۱۶، طبرانی)

77- حضرت ابو سہم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، لوگو! تم جانتے ہو کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ بن اسلام میں کیا مقام ہے۔ وہ سام کے لیے سے تھے جیسے (امداد کے لیے) ماں باپ۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۹۷)

78- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، جس نے میرے اصحاب میں سے کسی کو ابو بکر و عمر پر فضیلت دی، اُس نے مہاجرین و انصار پر زیادتی کی۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۱۰، طبرانی فی الاوسط)

79- حضرت شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جس شخص میں ذرا سی نیکی ہے وہ کبھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ خلافت کے مستحق تھے۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۹۷)

80- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی محبت ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض رھنہ فخر کی نشانی ہے۔

(تاریخ الخلفاء: ۱۱۵، الصواعق المحرقة: ۲۲، ابن عساکر)

صدق الصادقین ، سید المتقین چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام
ترجمان نبی ، ہم زبان نبی جان شان عدالت پہ لاکھوں سلام

☆☆☆☆

خلیفہ سوم سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ:

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے افضل حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بعد ایمان لائے۔ آپ نے اسلام کے لیے دوبار ہجرت کی، ایک بار حبشہ کی طرف اور دوسری بار مدینہ منورہ کی طرف۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا شمار ان چھ خوش نصیب ہستیوں میں کیا جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری وصال تک راضی رہے۔ آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے قرآن پاک کو لغت قریش پر جمع کیا۔

حضرت بن سیرین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مناسک حج کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ آپ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سو چھپا بیس (۳۶) حدیث روایت کی ہیں۔ آپ کی دنیا اور سخاوت بہت مشہور ہے۔ آپ نے اپنے مال سے اسلام اور مسلمانوں کو بہت نفع پہنچایا اور کئی بار جنت کی بشارت حاصل کی۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کا لقب ذوالنورین اس لیے ہوا کیونکہ آپ کے سوا کسی شخص کے نکاح میں کسی نبی کی دو صاحبزادیاں نہیں تھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا، وہ ایسی ہستی ہیں جو بلاءِ اعلیٰ میں ذوالنورین کے لقب سے مشہور ہیں۔

”تاہم مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا رشہ دگر می ہے،“ میں نے اپنی صاحبزادیوں کے نکاح عثمان سے وحی الہی کے ذریعہ سے کیے تھے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیفہ کے انتخاب کے لیے چھ امیدواروں پر مشتمل جو کمیٹی بنائی تھی اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خلیفہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا، اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس سے بیعت کرنے کا مشورہ دیں گے؟ آپ نے فرمایا، علی سے۔ پھر میں نے اسی طرح تمہاری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا، اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ کس سے بیعت کرنے کا مشورہ دیں گے؟ انہوں نے فرمایا، عثمان سے۔ پھر میں نے دیگر صحابہ سے مشورہ کیا تو اکثر کی رائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف پائی۔

حضرت ابی وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیوں بیعت کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیوں بیعت نہ کی؟ انہوں نے جواب دیا، اس میں میرا کچھ قصور نہیں۔ میں نے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ میں آپ سے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سنت پر بیعت کرتا ہوں تو انہوں نے کہا، مجھ میں اس کی استطاعت نہیں ہے۔ پھر میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہی باتیں کیں تو انہوں نے جواب دیا، بہت اچھا۔ پس میں نے ان سے بیعت کر لی۔

اس روایت کی بنیاد پر گمان یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ارجمند ہونا کارہاجان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں دیکھا تو آپ نے صحابہ کرام کی مرضی کے خلاف زبردستی ان کا خلیفہ بننا پسند نہ فرمایا اور خلافت کا منصب قبول کرنے سے معذرت کر لی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

آپ کے دورِ خلافت میں بھی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ ملک روم کا وسیع علاقہ، قبرص، مغربہ، اندلس (اسپین) اور ایران کے کئی علاقے فتح ہوئے۔ خاص

بات یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلے اسلامی عری بیڑے کے ذریعے قبریں پر حملہ کر کے اسے فتح کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی چھ سالوں میں لوگوں کو آپ سے کوئی شکایت نہیں ہوئی البتہ بعد ازاں بعض کورنوں کی وجہ سے وکوں و شکایات ہوئیں۔ دراصل مسلمانوں کی عظیم سلطنت کو نقصان پہنچانے کے لیے یہودی روز بروز سازشوں میں مصروف تھے چنانچہ انکے بیٹے عبد اللہ بن سنان نے مذکورہ شکایات و بیاد بنا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک مذموم پراپیگنڈا مہم شروع کر دی۔ وہ اور اسکے ساتھی جگہ جگہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ناقصی اور قربا پروری کی دستاویزی مشہور کرنے لگے۔ معاملہ اس وقت سنگین ہو گیا جب اہل مصر نے اپنے کورن ابن ابی سرح کے خلاف شکایات کیں اور آپ نے سے بذریعہ حرمت تیبہ فرمائی۔ لیکن کورن نے اس کی کوئی پروا نہ کی بلکہ جو مصری لوگ شکایات لے کر مدینہ منورہ آئے تھے، انہیں قتل کر دیے۔ اس طرح ۱۰۰ ت مزید خراب ہوئے۔

چنانچہ تاریخ پطری کے مطابق بصرہ، کوفہ اور مصر سے تقریباً دو ہزار قتلہ پرواز فرادہ جیوں کی طرح مدینہ شریف پہنچ گئے، نیک عزائم بھیجے نہ تھے۔ مصریوں نے کورن کو معزوں کرنے کا مطالبہ کیا۔ آپ نے فرمایا تم کوئی اور شخص بتاؤ، میں اسے کورن مقرر کر دوں گا۔ مصری وفد نے کہا، محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقرر فرما دیجیے۔ چنانچہ آپ نے بنی سرح کی معزولی اور انکی تقرری کا فرمان جاری کر دیا۔ محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی کچھ صحابہ کے ہمراہ قافلے کی صورت میں مصر روانہ ہوئے۔

رستے میں ایک حبشی غلام سائڈنی پر سوار تیزی سے اس قافلے کے پاس سے گزرا تو انہیں اس پر شک ہوا کہ کسی کا قاصد ہے یا کوئی مفروہ ہے۔ سے پکڑ کر پوچھا تو کون ہے؟ بور، میں امیر مومنین کا غلام ہوں، پھر کہنے لگا، میں مروان کا غلام ہوں۔ پوچھا، تجھے کہاں بھیجا ہے؟ بور، عامل مصر کے پاس خود دیکر بھیجا ہے۔ تلاشی لینے پر خط برآمد ہو گیا۔ اس میں کورن کے نام یہ تحریر تھا،

"جس وقت تمہارے پاس محمد بن ابوبکر اور قلاں فلاں لوگ پہنچیں تو تم کسی جیلے سے انہیں قتل کر دو اور اس فرمان کو کا حکم قرر دو اور حسب سابق اپنا کام جاری رکھو"۔ خط پر امیر مومنین کی مہر ثبت تھی۔ یہ پڑھ کر سب دنگ رہ گئے۔ مدینہ منورہ واپس آ کر اکابر صحابہ کو جمع کر کے یہ خط پڑھوایا گیا۔ اس پر سب لوگ برہم ہوئے۔ محمد بن ابوبکر، نیک تیبہ بنو تمیم اور باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔

یہ صورت حال دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ، اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت کیا، یہ غلام آپ کا ہے؟ فرمایا، ہاں۔ پھر پوچھا، کیا یہ اونٹنی بھی آپ کی ہے؟ فرمایا، ہاں۔ پھر آپ نے وہ خط پیش کر کے کہا، کیا یہ خط آپ نے لکھا ہے؟ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نہیں۔ خدا کی قسم! نہ میں نے یہ خط لکھا، نہ کسی کو لکھنے کا حکم دیا اور نہ اسکے متعلق مجھے کچھ معلوم ہے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تعجب کی بات ہے کہ غلام آپ کا، اونٹنی آپ کی، مہر بھی آپ کی مگر آپ کو کوئی علم نہیں۔ آپ نے پھر قسم کھائی کہ مجھے اس بارے میں کچھ علم نہیں۔ اس پر صحابہ کو یقین ہو گیا کہ آپ اس سازش سے بری ہیں۔

بعد میں کچھ وکوں نے غور کر کے پہچانا کہ یہ تحریر مروان کی ہے۔ چونکہ وہ آپ ہی کے پاس مقیم تھا اس لیے لوگوں نے مطالبہ کیا کہ مروان کو ہمارے حوسے کریں مگر آپ نے انکار فرمایا کیونکہ لوگ غیظ و غضب میں بھرے ہوئے تھے اس لیے آپ کو یہ اندیشہ تھا کہ وہ مروان کو قتل کر دیں گے۔ نیز چونکہ ایک تحریر دوسری تحریر کے مشابہ ہو سکتی ہے اور شبہ کا فائدہ لازم کو پہنچتا ہے اس لیے آپ نے مروان کو انکے پر نہیں کیا۔

ہو یوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے خلافت سے دستبردار ہونے کا مطالبہ کیا جس کے جواب میں آپ نے فرمایا، میرے آقا مولی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا، "عثمان غفریب مدنی تمہیں ایک قمیص پہنائے گا یعنی خلافت عطا کرے گا۔ اگر لوگ اسے اٹارنا چاہیں تو تم نہ اٹارنا"۔ جس میں ہے "تاریخ رضی اللہ عنہ کے علم کے خلاف نہیں کر سکتا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا، "جنگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا اور میں اس پر صابر ہوں"۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

آپ کے انکار پر ہی صرہ اور سخت کر دیا گیا جو کہ مسلسل چالیس دن تک قائم رہا یہاں تک کہ آپ پر پانی بھی بند کر دیا۔ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اوپر سے

جھانک رنج سے پوچھا، کیا تم میں علی ہیں؟ لوگوں نے کہا، نہیں۔ پھر پوچھا، کیا تم میں سعد ہیں؟ جواب ملا، نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا، ہولی شخص علیؑ، وہ بیخبر پہنچو دے کہ وہ ہمارے بے پانی مہیا کر دیں۔ یہ خبر سیدنا علیؑ تک پہنچی تو آپ نے پانی سے بھرے ہوئے تین مشکیزے بھجو دیے لیکن یہ پانی ان تک سخت و شش کے بعد پہنچا اور اس دوران، نو ہاشم اور بنو امیہ کے چند لوگ زخمی بھی ہو گئے۔ اس بات سے حضرت علیؑ کو اندازہ ہو گیا کہ ہوائی حضرت عثمانؓ کو قتل کرنے کے درپے ہیں۔ اکابر صحابہ نے بلو ایوں کو سمجھانے کے لیے متعدد تقریریں کیں مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔

حضرت علیؑ نے اپنے صاحبزادوں حضرت حسن اور حضرت حسینؑ کو حکم دیا کہ تم لوگ میرے لیکر حضرت عثمانؓ کے دروازے پر چڑھ کر کھڑے رہو اور خبردار ای ہوائی ہرگز نہ رنجانے دینا۔ اسی طرح حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور دیگر اکابر صحابہؓ نے اپنے بیٹوں کو کی حفاظت کا حکم دیا اور یہ سب نہایت مستعدی سے مسلسل ان کی حفاظت کرتے رہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ میں نے محاصرہ کے دوران حضرت عثمانؓ سے عرض کی، آپ امیر المؤمنین ہیں۔ میری تین باتوں میں سے ایک ضرورت لیجیے۔ اوں یہ کہ آپ حق پر ہیں اور وہ باطل پر نیز یہاں آپ کے حامیوں کی عظیم جماعت موجود ہے۔ آپ حکم دیجیے کہ ان ہائیوں کو مقہور کر کے نکال دیں۔ دوم یہ کہ آپ ہچھی طرف سے نکل کر مکہ مکرمہ چلے جائیے۔ وہاں حرم کعبہ کی وجہ سے یہ لوگ آپ پر حملہ نہیں کریں گے۔ سوم یہ کہ آپ ملک شام چھو جائیے وہاں امیر معاویہؓ اور انکی فوج موجود ہے۔ حضرت عثمانؓ نے جواب میں فرمایا، رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہو کر میرے لیے یہ ناممکن ہے کہ میں اپنی حکومت کی بھلا کے لیے مسلمانوں کی خونریزی کروں۔ دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ مکہ معظمہ جانا مجھے اس لیے پسند نہیں کہ ان لوگوں سے یہ توقع نہیں کہ یہ حرم مکہ کی حرمت کا کوئی ای ظن کریں گے اس لیے میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے اس مقدس شہر کی حرمت پامال ہو۔ اور تیسری صورت کا جواب یہ ہے کہ میں اپنی ہجرت کے مقام اور رسوں کریم ﷺ کے محبوب شہر کو چھوڑ کر کہیں نہیں جانا چاہتا۔ (مسند احمد)

حضرت عبد اللہ بن زبیر، زید بن ثابتؓ انصاری، حضرت ابو ہریرہؓ اور کئی صحابہؓ نے بائیوں سے لڑنے کی اجازت مانگی مگر آپ نے سب کو منع کیا و فرمایا، "اللہ کی قسم! خونریزی سے پہلے قتل ہو جانا مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں خونریزی کے بعد قتل کیا جاؤں"۔ مطلب یہ ہے کہ جب تادمولی ﷺ نے مجھے شہادت کی بشارت دیدی ہے تو گر تم جنگ بھی کرو گے تو مجھے قتل ہونے سے نہیں بچا سکو گے۔

مسلسل سخت پہرہ دیکھ کر فرکار ہو ایوں نے دور ہی سے حضرت عثمانؓ پر تیر چلائے۔ ایک تیر لگنے سے حضرت حسنؓ زخمی ہو گئے، حضرت علیؓ کے ایک غلام کے سر وہ محمد بن طلحہؓ بھی زخمی ہوئے۔ اس پر محمد بن ابوبکرؓ کو یہ خوف ہوا کہ اگر بنو ہاشم نے حضرت حسنؓ کو زخمی دیکھ لیا تو وہ بگڑ جائیں گے۔ لہذا وہ دو ایوں کے ساتھ ایک انصاری کے مکان میں داخل ہوئے اور وہاں سے دیوار چھاند کر حضرت عثمانؓ کے گھر میں پہنچ گئے۔ یوں ہر اور چھت پر موجود لوگوں کو خبر نہ ہوئی۔

یہی حضرت عثمانؓ تلامذت فرما رہے تھے اور انکے پاس صرف انکی اہلیہ تھیں۔ محمد بن ابوبکرؓ نے قریب پہنچ کر حضرت عثمانؓ کی دڑھی مبارک پکڑی تو سیدنا عثمانؓ نے فرمایا، "اگر تیرے والد ابوبکرؓ تجھے یہ حرکت کرتے دیکھتے تو وہ کیا کہتے"۔ یہ سن کر انہوں نے آپ کی دڑھی چھوڑ دی اور نادام ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔ لیکن دوسرے دو ایوں نے آگے بڑھ کر سیدنا عثمانؓ کو شہید کر دیا۔ اس دوران آپ کی زوجہ محترمہ نے بہت چیخ و پکار کی لیکن ایوں کا شور اس قدر تھا کہ کوئی ان کی آواز نہ سکا۔ پھر وہ چھت پر گئیں اور لوگوں کو بتایا کہ امیر المؤمنین شہید کر دیے گئے۔

حضرت علیؓ سب سے پہلے وہاں پہنچے اور اپنے فرزندوں پر غصہ ہوئے کہ تمہارے ہوتے ہوئے امیر المؤمنین کس طرح شہید ہوئے۔ غصہ سے آپ نے یہ جملہ نچے حضرت حسن کے اور ایک گھونٹہ حضرت حسین کے سینے پر مارا۔ محمد بن طلحہؓ اور عبد اللہ بن زبیرؓ کو بھی برا بھلا کہا۔ پھر حضرت عثمانؓ کی ہدیہ سے تاتلوں کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے بتایا، میں نہیں تو نہیں جانتی مگر انکے ساتھ محمد بن ابوبکرؓ تھے۔

اب حضرت علیؓ نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا، میں قتل کے ارادے سے داخل ضرور ہوا تھا مگر جب انہوں نے میرے والد حضرت ابو ہریرہؓ کا ذرا

دی تو میں انہیں چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔ میں اپنے اس فعل پر ادم ہوں اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہوں۔ خدا کی قسم! میں نے نہ ان کو پکڑا اور نہ ہی قتل کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی معمری نے شہید کیا تھا۔

۸ ذی الحجہ ۳۵ھ ہجرت کا دن تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہما شریف فرما رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔ "عثمان اجدی رو۔ آج تم ہمارے ساتھ اظہار کرنا۔" اسی دن آپ شہید کیے گئے۔

آپ کی عظمت کا اندازہ سب سے نیچے کہ آپ کے باغی کم و بیش دو ہزار تھے اور آپ کے حامی کئی ہزار۔ آپ نے چالیس روزی صرہ میں رہنا بھوک اور پیاس برداشت کرنا اور جام شہادت نوش کرنا قبول کر لیا مگر اپنی ایک جان کی خاطر یا اپنی حکومت کی خاطر کسی کلمہ کو کا خون بہانا کوہ نہ کیا۔

(ماخوذ از تاریخ الخلفاء و تاریخ طبری و طبقات ابن سعد)

فضائل سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ قرآن میں:

1- الَّذِينَ يُبْغُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ لَاقِيَةٌ مَا أَنْتَفَعُوا مِمَّا وَلَا أَدَى لَهُمْ أَجْرُهُمْ جُنْدٌ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ - (البقرہ: ۲۴۵)

"وہ جو پے، اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر دینے کے بعد نہ احسان رکھیں نہ تکلیف دیں۔ ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور انہیں نہ کچھ اندیشہ ہونہ کچھ غم۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمودہ بھوک میں ایک ہزار اونٹ مع سامان کے بارگاہ نبوی میں پیش کئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر بغوی، تفسیر مظہری)

2- آمَنُ هُوَ قَائِمٌ أَنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْتَزُّ الْأَجْرَةَ وَيُرْوَا زَحْمَةً زَيْبًا قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يُغْنَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يُغْنَمُونَ - (الزمر)

"کیا وہ جسے فرما نہ روی میں رات کی گھڑیاں گزریں جو وہیں بوقت قیام میں، آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے، کیا وہ نافرمانوں جیسے ہو جائے گا؟ تم فرما، کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان (ہرگز نہیں)۔" (کنز الایمان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں نازل ہوئی اور حضرت بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔

(تفسیر بغوی، تفسیر مظہری، خزائن العرفان)

3- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص میرا خرید کر راہ خدا میں دے گا، اللہ اس کی مشغرت فرما دے گا۔" سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سے خرید لیا تو سرکار نے فرمایا "کیا تمہاری نیت یہ ہے کہ اسے لوگوں کی سیرابی کا ذریعہ بناؤ؟ عرض کی، ہاں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی۔

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُنْتَمِنَةُ زَحْمِي إِلَى رَبِّكَ زَاحِيَةً مَرَّضِيَةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَأَدْخُلِي جَنَّتِي - (الزمر: ۳۰۲۲)

"اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی، پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری طرف جنت میں۔" (کنز الایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا صاحب دہلوی مدظلہ العالی)

علامہ ابن کثیر نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر)

4- وَصِرْبٌ لِّئَلَّا مَثَلًا رَّحِمِيْنَ وَهُوَ عَلِيٌّ صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ - (النحل)

”ورد نے کہوت بیان فرمائی، دوسرے (جس جن میں) ایک کو لگا جو کچھ کام نہیں کر سکتا اور وہ اپنے آکا پر بوجھ ہے، جدھر بھیجے کچھ بھرتی نہ، نے۔ کیا، یہ ہو جائے گا یہ: وروہ جو انصاف کا حکم کرتا ہے اور وہ سیدھی راہ پر ہے۔“ (کنز الایمان)

بن جریر محدث نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے غلام اسید کے بارے میں نازل ہوئی، یہ غلام اسدم کو ناپسند کرتا تھا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما سے منع کرتا تھا۔ (تفسیر مظہری، ازلتہ الخفاء ج ۲: ۱۳۳)

5- من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا اللہ علیہ فمہم من قسطی نخبہ ومنہم من ینظر۔ (الاحزاب: ۲۳)

”مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دکھایا جو عہد اللہ سے کیا تھا تو ان میں سے کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی رہہ دکھ رہا ہے۔“ (کنز الایمان)

یہ آیت حضرت عثمان اور ان جلیل القدر صحابہ کرام کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے رب تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہمیں جہاد کا موقع ملا تو ہم ثابت قدم رہیں گے اور انہوں نے پنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ حضرت حمزہ مصعب حمید ہو گئے اور حضرت عثمان وطلحہ رضی اللہ عنہما کی شہادت کا انتظار کر رہے ہیں۔ (تفسیر قرآن المعرفان)

6- لیسلموا زیدی اللہ عن المؤمنین الذین یؤمنونک تحت الشجرۃ فعلیم ما فی قلوبہم فانزل السکینۃ علیہم وانا انہم لفسحاً قریناً ○ (الفتح: ۸)

”بے شک اللہ راضی ہو ایمان والوں سے جب وہ اس بیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتار اور انہیں جد آنے والی فتح کا انعام دیا۔“ (کنز الایمان)

اس آیت مبارکہ میں حدیبیہ میں نبی کریم ﷺ سے بیعت کرنے والوں کو رضائے الہی، سکون و اطمینان اور فتح و نصرت کی بشارت دی گئی۔ بیعت رضوان اور اس سے متعلق آیات کے نزول کا سبب حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی افواہ تھی جب وہ حضور اکرم ﷺ کے سفیر بن کر مکہ مکرمہ گئے اور انہیں کافروں نے روک لیا۔ اس پر آتا مولیٰ ﷺ نے صحابہ سے کفار کے مقابل جہاد میں ثابت قدم رہنے پر بیعت لی۔

عہدہ سہمیل حقی صحابہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک منافق کا درخت تھا جو اسکے انصاری پرستی کے مکان پر جھکا ہوا تھا اس لیے اس کا پھل اس نصاریٰ کے مکان میں گرتا تھا۔ نصاریٰ نے اسکا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا تو حضور ﷺ نے اس منافق سے (جس کا نفاق ابھی ظاہر نہ ہو تھا) فرمایا تم وہ درخت نصاریٰ کو بیچ دو، اسکے عوض تمہیں جنت کا درخت ملے گا۔ اس منافق نے انکار کر دیا۔

جب اس بات کی خبر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ نے پورا باغ دیکر اسکے عوض منافق سے وہ درخت خرید لیا اور انصاری کو دیدیا۔ اس پر آپ کی شان میں اور اس منافق کی مذمت میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

سَبَّحْتَکُمْ مَنْ یُحْسِنُ وَیَنْخَسِبُکُمْ اِلَّا شَقِیُّ الَّذِی یُضِلُّی النَّارَ الْکُبْرٰی۔

”عنقریب نصیحت ہونے کا جوڑتا ہے اور اس سے وہ بڑا بد بخت دور ہے گا جو سب سے بڑی آگ میں جائے گا۔“ (ملائکی، ۰، ۲- تفسیر روح البیان)

فضائل سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، احادیث میں:

81- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانے میں کسی کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ نہیں سمجھتے تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتے اور پھر دیگر اصحاب پر کسی کو فضیلت نہیں دیتے تھے۔

(صحیح بخاری باب مناقب عثمان)

82- سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا، جو روضہ کنوئیں کو خریدے، اس کے لیے جنت ہے، اسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خریدا اور مزید حدیث ہے۔ نبی کریم ﷺ نے

تو کہ کے موقع پر فرمایا، جو تنگی والے لشکر کا سامان مہیا کر دے اس کے لیے جنت ہے تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سامان فراہم کر دیا۔ (بخاری باب مناقب عثمان)
 83۔ حضرت ہمامی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں داخل ہوئے اور مجھے باغ کے دروازے کا خیال رکھنے کے لیے فرمایا۔ پس یہ صاحب آئے تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی۔ غیب بتانے والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انہیں اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دو۔ وہ صاحب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر یہ صاحب آئے اور اجازت مانگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انہیں بھی اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دو۔ وہ صاحب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔

پھر یہ صاحب نے اجازت مانگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو خاموش رہے پھر فرمایا، انہیں بھی اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دو لیکن ایک مصیبت کے ساتھ جو نہیں پہنچے گی۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ (بخاری باب مناقب عثمان)

84۔ صحیح مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اس پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا، "اے اللہ! اُس مصیبت پر مجھے صبر عطا فرما"۔ (باب من فضائل عثمان)
 85۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ رضوان کے لیے حکم فرمایا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ بھیجا ہوا تھا۔ پس صحابہ نے بیعت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک عثمان، اللہ اور اسکے رسول کے کام سے گئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے ایک دستِ اقدس کو دوسرے پر رکھ کر کئی طرف سے بیعت کی۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک لوگوں کے اپنے ہاتھوں سے بہتر رہا۔ (ترمذی)

86۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کا شانہ اقدس میں لپٹے ہوئے تھے اور آپ کی پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی اور آپ نے انہیں اجازت دے دی اور آپ اسی حالت میں رہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو انہیں بھی اجازت دے دی اور اسی حالت میں رہے اور انہوں نے گفتگو کی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر لیے۔ جب وہ چمے گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو آپ نے ان کی کوئی پرواہ نہ کی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو آپ نے ان کی بھی کوئی پرواہ نہ کی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو آپ بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست فرمائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا میں اس شخص سے حیثیت کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

87۔ دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا، عثمان رضی اللہ عنہ بہت زیادہ دیا والے ہیں لہذا مجھے حدیث تھا کہ اگر میں نے انہیں ایسی حالت میں اجازت دے دی تو وہ مجھ سے پٹی حاجت بین نہیں کر سکیں گے۔ (صحیح مسلم باب من فضائل عثمان)

88۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور جنت میں میرا رفیق عثمان ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

89۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے صحابہ میں مجھ سے مشابہ عثمان ہیں۔ (تاریخ خلفاء، ۲۳۶، ابن عساکر)

90۔ حضرت عبد الرحمن بن خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ لشکرِ تبوک کے لیے رغبت دہا رہے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سو لوئت اللہ کی راہ میں جھولوں اور کجاووں سمیت میرے ذمے۔

پھر آپ نے لشکر کے متعلق ترغیب دی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے، اللہ کی راہ میں دو سو لوئت جھولوں اور کجاووں سمیت میرے ذمے۔

پھر آپ نے لشکر کے متعلق ترغیب دی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے، اللہ کی راہ میں تین سو لوئت جھولوں اور کجاووں سمیت میرے ذمے۔

پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ منبر سے اتر آئے اور فرمایا ہے تھے، اس کے بعد عثمان جو بھی عمل کریں وہ گناہ نہیں۔ اس کے بعد عثمان جو بھی عمل کریں اس کا بونی گناہ نہیں۔ (ترمذی)

91- حضرت عبد الرحمن بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک ہزار دینار اپنی آستین میں سے رجا حاضر ہوئے جب کہ لشکر تبوک کا بندہ ست کیا جا رہا تھا اور وہ حضور کی کوٹ میں ڈال دیے۔ پس میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ انہیں اپنی کوٹ میں لٹ پٹت رہے تھے اور دوسرے آپ نے فرمایا: آج کے بعد عثمان جو بھی عمل کریں وہ انہیں نقصان نہیں دے گا۔ (مسند احمد)

92- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عثمان! یہ جبریل ہیں جو مجھے بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری بیٹی رقیہ کے مہر کے مثل پر میری دوسری بیٹی م کلثوم کو بھی تیری زوجیت میں دیا ہے اس لیے اس کے ساتھ بھی ویسا ہی حسن سلوک کرنا۔ (الصواعق المحرقة: ۶۸، ابن ماجہ)

93- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا جو آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے (نکی زوجہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے نکاح پر فرما رہے تھے کہ اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو بھی میں یکے بعد دیگرے ان سب کا نکاح تم سے کر دیتا۔ (تاریخ الخلفاء: ۶۳، ۶۴، الصواعق المحرقة: ۷۰، ابن عبد البر)

94- حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عنقریب واقع ہونے والے فتنوں کا ذکر سنا۔ پس ایک آدمی کپڑے سے سر کو اٹھانے ہوئے گزر کر فرمایا، یہ اس روز ہدایت پر ہوں گے۔ میں نے جا کر دیکھا تو وہ حضرت عثمان تھے۔ پس انہیں آپ کے روبرو کر کے عرض کی کہ یہ؟ فرمایا، ہاں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

95- حضرت ثمامہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوہے سے جھانکتے ہوئے (بلوایوں سے) فرمایا، میں تمہیں اللہ اور اللہ کے رسول کی قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو زورِ رومہ کے سوا بیٹھے پانی کا کوئی کواں نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کون ہے جو بجز رومہ کو فریاد کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دے، اس نعمت کے بدلے جو جنت میں اس سے بہتر ہے۔ پس میں نے اسے اپنے ماں سے فریاد اور آج تم مجھے اس کے پانی سے روکے ہوئے ہو۔ لوگوں نے کہا، یہ بات ہم جانتے ہیں۔

فرمایا، میں تمہیں اللہ اور اللہ کے رسول کی قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ مسجد نبوی نمازیوں کے لیے تک تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ کون ہے جو آلِ قدام کے قطعہ زمین کو فریاد کر مسجد میں داخل کر دے، اس نعمت کے بدلے جو جنت میں اس سے بہتر ہے۔ پس میں نے اسے اپنے ماں سے فریاد اور آج تم مجھے اس میں دوڑ کھینچنے سے بھی روکتے ہو۔ لوگوں نے کہا، یہ بات ہم جانتے ہیں۔

فرمایا، میں تمہیں اللہ اور اللہ کے رسول کی قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ میں نے لشکرِ تبوک کا بندوبست اپنے مال سا کیا تھا؟ لوگوں نے کہا، یہ بات ہم جانتے ہیں۔ فرمایا، میں تمہیں اللہ اور اللہ کے رسول کی قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے کوہِ حیر پر تھے۔ آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور میں تھے۔ پہاڑ پہنے گا بہاں تک کہ پتھر ٹوٹنے لگے تو آپ نے حیر سے ٹھوکر مار کر فرمایا، اے حیر! ٹھہر جا کیونکہ تیرے لوہے پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

لوگوں نے کہا، یہی بات ہے۔ آپ نے تکبیر کہی اور تین مرتبہ فرمایا، رب کعبہ کی قسم! لوگوں نے کواہی دے دی کہ میں شہید ہوں۔ (ترمذی، نسائی، دارقطنی)

96- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ غیب بتانے والے آکا مولیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے عثمان! عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں یہ قمیص (یعنی خدفت) پہنائے گا۔ اگر لوگ اسے اتارنا چاہیں تو تم نہ اتارنا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

97- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنے کا ذکر کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ یہ اس فتنے میں مطلوب ہوئے اور شہید کر دیے جائیں گے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

98- عثمان بن مہذب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی عمر سے حج کے لیے آیا۔ اس نے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے دیکھے کہ پوچھا، یہ بون ہیں؟ کسی نے بتایا، یہ

قریش ہیں۔ پوچھا، ان میں مردار کون ہے؟ بتایا گیا، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ کہنے لگا، اے ابن عمر! ایک بات بتائیے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غزوہ حد سے فرار ہوئے تھے؟ آپ نے فرمایا، ہاں۔ پھر کہا، کیا آپ کو معلوم ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں شامل نہیں ہوئے تھے؟ فرمایا، ہاں۔ پھر کہا، کیا سب وہ معصوم ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے بیعت رضوان نہ کی اور غائب رہے۔ فرمایا، ہاں تو اس مہم نے اللہ اکبر کہا۔ حضرت بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، میں ان واقعات کی حقیقت بیان کرتا ہوں۔

انہوں نے غزوہ حد سے راز راز اختیار کی تو میں کو اسی وقت ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرمادیا اور انہیں بخش دیا۔

’ن کا غزوہ بدر میں شریک نہ ہونا اس وجہ سے تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ان کے نکاح میں تھیں اور وہ اس وقت بیمار تھیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نہ فرمایا تھا کہ تمہیں بدر میں شریک ہونے والوں کے برابر اجر اور حصہ ملے گا۔

رہا ان کا بیعت رضوان سے غائب ہونا تو یہ بات جان لو کہ اگر اہل مکہ کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بلاہ کر کوئی دوسرا معزز ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بجائے سے مکہ بھیجتے۔ اور بیعت رضوان کا وقت تو ان کے مکہ جانے کے بعد پیش آیا۔

چنانچہ تا مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دو بیٹوں ہاتھ کے لیے فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور پھر اسے اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا، یہ عثمان کی بیعت ہے۔ پھر حضرت بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، اب جا اور ان بیانات کو ملگلی ساتھ لیتا جا۔

(صحیح بخاری باب مناقب عثمان)

99۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض گزار ہوا، میں نے خواب میں دیکھا کہ کوہ یکہ تر زو آسمان سے اتری۔ پس آپ کو اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کو تو لا گیا تو آپ وزنی رہے۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو تو لا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ وزنی رہے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تو لا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ وزنی رہے پھر تر ازو اٹھائی گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا صدمہ ہو اور فرمایا، یہ خلافت نبوت ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنا ملک جس کو چاہے دے۔ (ترمذی، ابو داؤد) چنانچہ خبر صادق رضی اللہ عنہ کے رشتہ دگری کے مطابق سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم، بالترتیب خلیفہ ہوئے۔

100۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو و احد پر تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے تو و احد پہاڑ پہنچے گا۔ تا مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ٹھوکر لگا کر فرمایا، پھر جا و احد! تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (صحیح بخاری باب مناقب عثمان) مذکورہ کثر حدیث خصوصاً فر لڈ کر حدیث مبارکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی وسعت پر روشن دلائل میں سے ہے۔ بات بات پر بخاری کے حوالے سے صلب کرنے والوں کو صحیح بخاری میں ایسی احادیث کیوں نظر نہیں آتیں؟ رب تعالیٰ سبحانہ قصب سے بچائے اور اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو دوسروں سے ہٹانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجا و سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

زید مسید احمدی پر درود
یعنی عثمان صاحب تمہیں ہدئی
اصل نسل صفا، وجہ وصل خدا
خیر شمشیر زن، شاہ خیر شکن
دولت جیش غمگسرت پہ لاکھوں سلام
حلقہ پوش شہادت پہ لاکھوں سلام
باب نصل ولایت پہ لاکھوں سلام
پرتو دست قدرت پہ لاکھوں سلام

☆☆☆☆

خلیفہ چہ رم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت علیؑ بیچن ہی میں سر ملائے۔ بعض صحابہ کے نزدیک سب سے پہلے آپ ہی نے اسلام قبول کیا۔ آپ رسول کریم ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب کے فرزند ہیں۔ قاصد مولیٰ ﷺ نے بیچن ہی میں آپ کی پرورش اپنے ذمہ لے لی تھی۔ حضور ﷺ نے اپنی چھوٹی صاحبزادی سیدہ فاطمہؑ کو نکاح آپ سے کیا۔

علم کی قوت، ارادے کی پختگی، استقلال اور شجاعت و بہادری میں آپ کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ محدثین فرماتے ہیں کہ جتنی حدیث حضرت علیؑ کی فضیلت میں وارد ہیں، کسی اور کی فضیلت میں نہیں آئیں۔

آپ سے نبی کریم ﷺ کی یہ ۶ چھبیاں احادیث مروی ہیں۔ آپ سے پوچھا گیا، کیا سبب ہے کہ آپ زیادہ احادیث روایت کرتے ہیں؟ فرمایا، اس کا سبب یہ ہے کہ جب کبھی میں حضور ﷺ سے کچھ دریافت کرتا تو آپ مجھے خوب اچھی طرح سمجھایا کرتے اور جب میں خود سے کچھ نہیں پوچھتا تو آپ خود ہی بتا دیتے تھے۔

آپ تمام فزوات میں سوئے غزوہ تبوک کے نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہے اور شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ غزوہ تبوک میں قاصد مولیٰ ﷺ نے آپ کو پناہ بنا کر مدینہ منورہ میں چھوڑ دیا تھا۔

جنگ خیبر میں آپ نے پٹی پشت پر خیبر کا دروازہ اٹھالیا اور مسلمان اس دروازے پر چڑھ کر کلعہ کے اندر داخل ہو گئے، بعد ازاں آپ نے وہ دروازہ پھینک دیا۔ فتح کے بعد جب اس دروازے کو کھینٹ کر دوسری جگہ ڈالا جانے لگا تو چالیس افراد نے لڑ کر اسے اٹھایا تھا۔ جنگ خیبر ہی کے موقع پر آپ نے یہ شعر پڑھا جو بہت مشہور ہوا:

أَنَا الْبَلَدِيُّ سَمْتِيْ أَمِيْنِيْ حَنْدِرُهُ كَلْبِيْ غَنَابَتِيْ شَرِيْبِيْهِ الْمَنْظَرُهُ

"میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام "شیر" رکھا ہے، میری صورت جنگل میں رہنے والے شیر کی طرح خوفناک ہے۔"

حضرت بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ میں اٹھارہ ایسی صفات ہیں جو کسی اور صحابی میں نہیں ہیں۔ جس جگہ قرآن کریم میں یہاں آیتیں آئیں، وہاں یہ سمجھنا چاہیے کہ حضرت علیؑ ان ایمان والوں کے امیر شریف ہیں۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ جس دن میری آنکھوں میں آقا مولیٰ ﷺ نے اپنا لعاب دس اقدس لگایا تھا اور عظم عطا فرمایا تھا، اس دن سے نہ میری آنکھیں دکھنے لگیں اور نہ میرے سر میں درد ہوا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپس میں کہا کرتے تھے کہ ہم بلبل مدینہ میں حضرت علیؑ سے سب سے زیادہ معتمد ہم ہیں۔ جلیل قدر تابعی حضرت سروقؓ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کا علم اب حضرت علیؑ، حضرت عمرؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ تک محدود رہ گیا ہے۔

حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت علیؑ بصرہ تشریف لائے تو ابن الکواثریؓ اور قیس بن عبادہؓ سے انہوں نے کھڑے ہو کر دریافت کیا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے بعد تم خلیفہ ہو گے، یہ بات کہاں تک سچ ہے؟ آپ نے فرمایا،

یہ بات بالکل غلط ہے۔ جب میں نے سب سے پہلے حضور ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی تو اب آپ پر جھوٹ کیوں تراشوں؟ اگر حضور ﷺ نے مجھ سے ستم کا کوئی وعدہ کیا ہوتا تو میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو ستم پر کیوں کھڑا ہوتا، میں ان دونوں کو قتل کر دیتا، خود میرے والد بولے بھی نہ

ہوتا۔

یہ سب جانتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی وفات اچانک نہیں ہوئی بلکہ آپ چند روز بیمار رہے اور جب آپ کی بیماری نے شدت اختیار کی اور مؤذن نے حسب معمول آپ کو نماز پڑھانے کے لیے بلایا تو آپ نے حضرت ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور انہوں نے نماز پڑھائی اور حضور ﷺ نے مشاہدہ فرمایا۔ اس عرصہ میں یک بار آپ کی ایک زوجہ مطہرہ (حضرت عائشہؓ) نے حضرت ابو بکرؓ کے لیے اس ارادے سے باز رہنا چاہا تو حضور ﷺ نے

غصہ یا اور آپ نے فرمایا تم تو یوسف کے زمانے کی عورتیں ہو! جاؤ ابو بکرؓ کی کوکھ کو کہ وہ نماز پڑھا نہیں۔

جب حضور ﷺ کا وصال ہو اور ہم نے اپنے معاملات میں (یعنی خلافت کے متعلق) غور کیا تو اسی شخص کو اپنی دنیا کے لیے اختیار کر لیا جس کو سناہ مولیٰ ﷺ نے ہمارے دین (امت) کے لیے منتخب فرمایا تھا کیونکہ حضور ﷺ دین و دنیا دونوں کے قائم رکھنے والے تھے۔ لہذا ہم سب نے حضرت ابو بکرؓ سے بیعت کر لی اور سچی بات یہی ہے کہ آپ اس کے اہل تھے اسی لیے کسی نے آپ کی خلافت میں اختلاف نہیں کیا اور نہ کسی نے روگردانی کی۔ میں نے بھی کسی بنا پر آپ کا حق دیکھا اور آپ کی طاعت کی۔ آپ نے لشکر میں شریک ہو کر کافروں سے جنگ کی، مال غنیمت اور بیت المال سے آپ نے جو دیا وہ خوشی قبول فرمایا اور جہاں آپ نے مجھے جنگ کے لیے بھیجا، میں گیا اور دل کھول کر لڑا یہاں تک کہ ان کے حکم سے شری سزائیں بھی دیں۔

جب آپ کا وصال ہو گیا اور حضرت عمرؓ خلیفہ بنائے گئے اور وہ خلیفہ اول کے بہترین جانشین اور سب نبوی پر عمل پیرا ہوئے تو ہم نے ان کے ہاتھ پر بھی بیعت کی۔ حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنانے پر بھی کسی شخص نے اختلاف نہیں کیا، نہ کسی نے روگردانی کی اور نہ ہی کوئی شخص ان کی خدمت سے بیزار ہو۔ پہلے کی طرح میں نے حضرت عمرؓ کے بھی حقوق ادا کیے اور انکی مکمل اطاعت کی۔ جو کچھ انہوں نے مجھے دیا وہ میں نے لیا۔ انہوں نے مجھے جنگوں میں بھیجا جہاں میں نے دشمنوں سے مقابلے کیے اور انکے عہد میں بھی اپنے کوزوں سے مجرموں کو سزا دی۔

جب نئے وصال کا وقت قریب آیا تو میں نے حضور ﷺ کے ساتھ اپنی قرابت، اسلام لانے میں اپنی سبقت، اپنے اعمال اور اپنی بعض دیگر فضیلتوں پر غور کیا تو مجھے خیال ہو کہ حضرت عمرؓ میری خلافت میں امتراض نہیں کریں گے لیکن شاید حضرت عمرؓ کو یہ خوف ہو کہ وہ کہیں یہ خلیفہ نامزد نہ کر دیں جس کے اہل اس کا خود انہیں قبر میں جو ب دینا پڑے۔ اس خیال کے پیش نظر انہوں نے اپنی اولاد کو بھی نظر انداز کر دیا اور اسے خدمت کے لیے نامزد نہیں فرمایا۔ مگر حضرت عمرؓ خود کسی کو خلیفہ بنانے تو لازمی طور پر اپنے بیٹے کو خلیفہ بناتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ خلیفہ کا انتخاب چھ قریشیوں پر چھوڑ دیا جن میں ایک میں بھی تھا۔

جب ان چھ رکان کا جلاس ہوا تو مجھے خیال آیا کہ اب خلافت کا بار میرے کندھوں پر رکھ دیا جائے گا اور یہ مجلس میرے برہم کسی دوسرے کو حیثیت نہیں دے گی اور مجھے ہی خلیفہ منتخب کرے گی۔ وہاں عبدالرحمن بن عوفؓ نے ہم سب سے عہد لیا کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے جس کو خلیفہ بنا دے، ہم سب اس کی طاعت کریں گے اور اسکے احکام پر مشاوریت، مجالس کریں گے۔

اسکے بعد انہوں نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ میں نے سوچا کہ میری اطاعت میری بیعت پر غالب آگئی اور مجھ سے جو وعدہ کیا گیا وہ اصل میں دوسرے کی بیعت کے لیے تھا۔ بہر حال میں نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور پہلے خلفاء کی طرح ان کی طاعت کی، انکے حقوق دیکھے، انکی قیادت میں جنگیں لڑیں، انکے عطیات کو قبول کیا اور مجرموں کو شری سزائیں بھی دیں۔

پھر حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مجھے خیال ہوا کہ وہ دونوں خلیفہ جن سے میں نے لفظ بالصلوٰۃ کے ساتھ بیعت کی تھی، وہ وصال فرما چکے اور جن کے لیے مجھ سے وعدہ کیا گیا تھا وہ بھی رخصت ہو گئے لہذا یہ سوچ کر میں نے بیعت لینا شروع کر دی چنانچہ مجھ سے مکہ و مدینہ اور ہجرہ و ہونہ کے لوگوں نے بیعت کر لی۔ اب خدمت کے لیے میرے مقابل وہ شخص کھڑا ہوا ہے (یعنی امیر معاویہؓ) جو قرابت، علم اور سبقت اسلام میں میرے برابر نہیں اس لیے میں ہر طرح اس شخص کے مقابلے میں خدمت کا زیادہ حقدار ہوں۔ (تاریخ الخلفاء: ۲۶۵)

حضرت علیؓ کے اس تفصیلی رشتہ گرانی سے واضح ہو گیا کہ حضور ﷺ نے اپنے بعد خلافت کے لیے انہیں نامزد نہیں فرمایا تھا اور نہ ہی ان سے کسی قسم کا وعدہ فرمایا تھا۔ اس لیے آپ نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت و اطاعت کی اور کبھی ان کی مخالفت نہیں کی۔

آپ کے دو رخدفت میں جو رسدات یا جنگڑے ہوئے وہ آپ کے استحقاق خلافت پر نہیں تھے بلکہ وہ ایک اجتہادی غلطی تھی جس میں حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کی سزا میں جلدی کا مطالبہ تھا۔ (تکمیل الایمان: ۱۶۰)

س کے مضمون - نہ وصحات میں گفتگو جانی گئی (حضرت علیؑ سے کسی نے پوچھا، کیا وجہ ہے کہ پہلے تینوں خلفاء کا دور خلافت بڑے عزم سے گزر اور سی کوٹھے سے ختم ہوئی لہذا نہیں ہوئی مگر آپ کے دور خلافت میں ہر طرف انتشار اور بے چینی پائی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا، "اُن کے دور خلافت میں ہم ان کے معاون تھے اور ہمارے دور خلافت کے معاون تم ہو۔" (ایضاً: ۱۵۸)

۹۔ ۹ رمضان مبارک ۴۰ھ کی صبح حضرت علیؑ نماز فجر پڑھانے کے لیے گھر سے نکلے۔ راستے میں آپ لوگوں کو نماز کے لیے آواز دیکر بگاتے جا رہے تھے کہ چاہے اس منعم خارجی سامنے آ گیا اور اس نے گوارا کا وار کر کے آپ کو شدید زخمی کر دیا۔ آپ نے فرمایا، "فَزَنَتْ وَرَبَّ لَسْكَعَةَ - "رب کعبہ کی قسم" میں کامیاب ہو گیا۔" دو دن تقید حیات رہ کر ۱۹ یا ۲۱ رمضان کو آپ کی روح جبارگاہِ قدس میں پرواز کر گئی۔

(، خوز از تاریخ اہل خلفاء)

فضائل سیدنا علیؑ، قرآن میں:

1- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَاخَرْتُمْ الرُّسُولَ فَلْيَدْعُوا بِحَبْلِ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ لَكُمْ وَأَطِيعُوا فَإِنَّ لِلَّهِ

"اے ایمان والو جب تم رسولوں سے کوئی بات عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدمت دے لو۔ یہ تمہارے بہت بہتر اور بہت ستر ہے، پھر اگر تمہیں مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔" (الحجراتہ: ۱۲، کنز الایمان)

سیدنا علیؑ کی بارگاہ میں جب انبیاء نے عرض و عرض کا سلسلہ دراز کیا اور نوبت یہاں تک پہنچی گئی کہ فقراء کو اپنی عرض پیش کرنے کا موقع کم منے گا تو عرض پیش کرنے والوں کو عرض پیش کرنے سے پہلے صدمت دینے کا حکم دیا گیا۔ اس حکم پر حضرت علی مرتضیٰؑ نے عمل کیا اور ایک دینار صدمت کر کے دس مسائل دریافت کئے۔

عرض کیا، وفا کیا ہے؟ فرمایا، تو حید اور تو حید کی شہادت دینا۔ عرض کیا، نسا دیا ہے؟ فرمایا، کفر و شرک۔ عرض کیا، حق کیا ہے؟ فرمایا، اسام، قرآن و حدیث جب تجھے ملے، عرض کیا، حید (یعنی تدبیر) کیا ہے؟ فرمایا، ترک حیلہ۔ عرض کیا، مجھ پر کیا لازم ہے؟ فرمایا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طاعت۔ عرض کیا، اللہ تعالیٰ سے کیسے دعا، گلوں؟ فرمایا، صدق و یقین کے ساتھ۔ عرض کیا، کیا مانگوں؟ فرمایا، عاقبت۔ عرض کیا، اپنی نجات کے لئے کیا کروں؟ فرمایا، حدس کھا اور بیچ دوں۔ عرض کیا، سرور کیا ہے؟ فرمایا، جنت۔ عرض کیا، راحت کیا ہے؟ فرمایا، اللہ تعالیٰ کا دیدار۔

جب حضرت علیؑ ان سوالوں سے فارغ ہو گئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور رخصت نازل ہوئی۔ سوائے حضرت علیؑ کے کسی اور کو اس پر عمل کرنے کا وقت نہیں ملا۔

(فرائین العرقان، بحوالہ ذین و مد رک)

بن ابی شیبہ نے مصنف و صاحب نے مستدرک میں حضرت علیؑ سے روایت کیا ہے کہ کتاب اللہ میں ایک آیت ایسی ہے کہ جس پر میرے سو کسی سے عمل نہیں کیا۔ میرے پاس ایک دینار تھا میں نے اس کے دس درہم لئے میں جب بھی حضور ﷺ سے مناجات کرتا تو ایک درہم صدمت دیتا۔ (تفسیر مظہری)

2- حَسْبُكُمْ سَفِيَةٌ نَحَاحٌ وَعِمَارَةُ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَخَافَهُ فَسَبِيلُ اللَّهِ لَا يَسْؤُنَ عِندَ اللَّهِ - (التوبة: ۹)

"تو کیا تم نے حاجیوں کی سبیل اور مسجد حرام کی خدمت اس کے برابر ٹھہرائی جو اللہ اور قیامت پر ایمان لیا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں۔"

(کنز الایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی، ص ۵۵)

اس آیت ریمہ میں حضرت علیؑ کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے جب طلحہ بن شیبہ نے فخر یہ کہا، میں بیت اللہ کا خادم ہوں اور انکی چابیاں میرے پاس ہیں۔ حضرت عباسؑ نے فرمایا، میں حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت کرتا ہوں۔ ان کے یہ فخر یہ جملے سن کر حضرت علیؑ نے فرمایا، مجھے معلوم نہیں کہ تم کس بات پر فخر کر رہے ہو جبکہ میں چھ سال سے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہا ہوں یعنی تم لوگوں سے پہلے میں نے اسلام قبول کیا تھا اور میں عبادت گزار ہوں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(تفسیر مظہری، تفسیر بنوی)

3۔ يُوَفُّونَ بِالْأَنْدَرِ وَيَحَافُونَ يَوْمًا كَأَنَّ شُرَّةَ مَنْطِقِيزَا ○ وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حَيْبِهِ مَسْجِدًا وَيُسْنِزُ ○ سَمَا نُطْعَمُكُمْ لَوْ حَبِ
الْمِيه لَا تُرِيدُ بِكُمْ حَرَاءَ وَلَا تُشْكُو زَا ○ (المدثر: ۷، ۸، ۹)

”پہلی باتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی (یعنی شدت اور سختی) پھیلی ہوئی ہے۔ اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین و یتیم اور سیر کو۔ ان سے کہتے ہیں، ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں، تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔“ (کنز الایمان)

حضرت بن عباسؑ سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر بنوی، تفسیر مظہری)
صدر۔ فاضل لکھتے ہیں، یہ آیت حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہؑ اور ان کی کثیر فضیلت کے حق میں نازل ہوئیں۔ حسینؑ کریمینؑ بیمار ہوئے۔ ان حضرات نے ان کی صحت پر تین روزوں کی نذر مانی، اللہ تعالیٰ نے صحت دی۔ نذر پوری کرنے کے لئے انہوں نے روزے رکھے۔ ایک یہودی سے تین صاع لے کر آئے۔

حضرت خاتون جنت نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب انتظار کا وقت آیا تو ایک روز ایک مسکین، ایک روز ایک یتیم اور ایک روز ایک امیر آئے اور تینوں روز یہ سب روٹیوں ان لوگوں کو دے دی گئیں اور تینوں دن پانی سے روزہ انتظار فرمایا اور پانی نما سے رکھا گیا۔ (تفسیر خزائن العرفان)
یہ واقعہ تفسیر کبیر، تفسیر روح البیان، تفسیر خازن، تفسیر بنوی اور تفسیر بیضاوی میں بھی ذرا مختلف الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ ایک روایت میں یہ حصہ زائد ہے کہ تینوں دن بیمار کرنے پر حضرت جبرئیلؑ حاضر ہوئے اور عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ اللہ آپ کے بھلیت کے بارے میں مبارک باد دیتا ہے۔ اور پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

4۔ هٰذِهِنَّ خَضَمٌ اٰخْتَصَمُوْا لِیْ رِبِّهِنَّ (الحج: ۱۹)

”یہ دو فریقتی ہیں کہ اپنے رب (کے بارے) میں جھگڑنے۔“ (کنز الایمان)

ان فریقوں میں سے ایک مومنوں کا ہے اور دوسرا کافروں کا۔ بخاری و مسلم میں سینا ابو ذرؓ سے مروی ہے، یہ آیت حضرت علیؑ، حضرت حمزہؓ، حضرت عبیدہؓ اور ان سے مقہور کرنے والے کافروں عقبہ، شیبہ اور ولید کے بارے میں نازل ہوئی۔

عبد مہ بنوی، ص ۵۵ نے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا، کفار سے جھگڑا کرنے کے سبب قیامت کے دن رحمت الہی کے سامنے سب سے پہلے روز نوہو کے بیٹھے والے میں ہی ہوں گا۔ (تفسیر بنوی، تفسیر مظہری)

5۔ لَمَّا بَسَّسْتُمْ مَوْتَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً قَلَبْتُمْ اٰخِرَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (بقرہ: ۲۷۳)

”وہ جو مرنے خیرت کرتے ہیں رات میں اور دن میں، چھپے اور ظاہر، ان کے لئے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، ان کو نہ کچھ مذیثہ ہو نہ کچھ غم۔“ (کنز، بیان)

حضرت بن عباسؑ سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر درمنثور)

آپ ہی سے مروی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کثیر دینار اصحاب صفحہ کی طرف بھیجے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رات کے اندھیرے میں یہ سبق (تقریباً چھ من) کھجوریں بھیجیں تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی۔ دن اور عدنیہ طریقے سے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ رات اور سختی طریقے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا صدقہ مراد ہے۔ (بنو، مظہری)

6- وَ نَزَّ غَا مَا فِي ضُلُورِ هَمِّ مَنْ عَلِيٍّ - (الاعراف: ۲۳)

”اور ہم نے ان کے سینوں میں سے ایسے کھینچ لیے، (جنت میں) ان کے نیچے نہیں بھیجیں گی۔ اور کہیں گے، سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی۔“

(کنز الایمان از امام احمد رضا بریلوی، ص ۱۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت ہم اہل بدر کے حق میں نازل ہوئی اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا، مجھے امید ہے کہ میں، عثمان، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر خازن، مظہری)

صدر، فاضل، ص ۱۸۱ اس کے بعد فرماتے ہیں، ”حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد نے رضی کی بیخ و بنیا دکال تلح قبح کر دیا۔“ (خزائن العرفان)

7- اَلْمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كُنْ كَانَ فَايِسًا لَا يَسْتَوِي - (الجمعة: ۱۸)

”تو کیا جو ایمان و ہے، اس جیسا ہو جائے گا جو بے حکم ہے، یہ برابری نہیں ہے۔“

(کنز الایمان از علی حضرت بریلوی، ص ۱۸)

حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ولید بن عقبہ کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ اس کافر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا، تم خاموش رہو کیونکہ تم بچے ہو جبکہ میں تم سے زیادہ زبان دراز اور بہادر ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا، خاموش ہو جا کیونکہ تو فاسق ہے۔ اس پر آپ کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر خازن، تفسیر مظہری)

8- اِنَّ الْاٰدِيْنَ اَفْسَوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَبَّحْتُمْ لَكُمْ الرَّحْمٰنُ وَاذًا -

”بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ان کے لئے رحمن (لوگوں کے دلوں میں) محبت پیدا کر دے گا۔“ (مریم: ۹۶، کنز الایمان)

طبرانی نے، وسط میں حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی کہ رب تعالیٰ ان کی محبت تمام مومنوں کے دلوں میں اور ساری کائنات میں پیدا فرمادے گا۔ (تفسیر مظہری)

حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، تم دعا کرو کہ الہی! مجھے اپنی بارگاہ رحمت سے عہد عطا فرما، اور مجھے اپنی محبت کا مستحق بنا دے اور میری محبت مومنوں کے دلوں میں پیدا فرمادے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دعا کی تو مذکورہ آیت مبارک نازل ہوئی۔ (تفسیر درمنثور)

9- ثُمَّ اَنْتَ مُبْدِيٌّ وَّلٰكِنِّيْ قَوْمٌ هَادِيٌّ - (الحدید: ۷)

”تم تو ارستنانے والے اور ہر قوم کے ہادی (ہو)۔“ (کنز الایمان)

حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینہ انور پر دست اقدس رکھا اور فرمایا، میں منذر یعنی ڈر سنانے والا ہوں اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر دست مبارک رکھ کر فرمایا،

”تو لہادی لٹھنڈوں منہ بندی۔“ ”اے علی! تو ہادی ہے اور میرے بعد راہ پانے والے تجھ سے راہ پائیں گے۔“ (تفسیر درمنثور، تفسیر کبیر)

جی تھو، و، میت کے سلسلے جاری ہو گئے اور امت کے تمام اولیاء کرام اور صالحین تجھ سے فیض پائیں گے۔

10- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْرَبُوا طَيْبَاتِ مَا آخَلَ اللَّهُ لَكُمْ -

”یمن والوا! حرام نہ ٹھہراؤ وہ ستمی چیزیں جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کیں۔“ (المائدہ: ۸۷، کنزالایمان)

بن عباس نے حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت جماعت صحابہ کی ایک جماعت کے بارے میں ہوئی جن میں حضرت ابوہریرہ، حضرت عمر، حضرت علی وغیرہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ جب انہوں نے عہد کیا کہ دنیا ترک کر کے رہبانیت اختیار کر لیں، ٹائٹ کا لباس پہنیں، گوشت و روغن نہ کھائیں، ہمیشہ روزہ رکھیں صرف بقدر ضرورت کھائیں، عورتوں کے پاس نہ جائیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور امتدال کاراستہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ (تفسیر مظہری تفسیر درمنثور)

11۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الَّذِيْنَ يَّقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ (المائدہ: ۵۵)

”تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اللہ کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں“ (کنزالایمان)

طبرانی نے اوسد میں حضرت عمر بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک سائل آیا جبکہ آپ نفل نماز کے رکوع میں تھے۔ آپ نے حالت رکوع میں پٹی ٹکڑھی تار کر سائل کو دے دی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کی سند میں بعض روای مجہول ہیں۔

حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیت حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ ایسی بعض سند کا ذکر کر کے قاضی ثناء اللہ مدظلہ فرماتے ہیں، یہ وہ شوہر ہیں جن میں بعض بعض لائق و پچھتے ہیں۔ (تفسیر مظہری)

۱۰۔ م محمد بقرب اللہ نے فرمایا، یہ آیت مومنوں کے حق میں نازل ہوئی۔ آپ سے عرض کی گئی، کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تو مومنوں میں شامل ہیں۔ (ایضاً)

شیعہ حضرات اس آیت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہاں ولی کا مفہوم مسلمانوں کے امور میں تصرف کرنا ہے اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ولایت ثابت ہوئی اور چونکہ ”انما“ کلمہ حصر ہے اس لئے ان کے سوا خلفائے ثلاثہ کی خلافت کی نفی ثابت ہوئی۔ علماء اہلسنت اس کے جواب میں فرماتے ہیں:-

(۱) یہاں ولی کا مطلب خلیفہ نہیں ہو سکتا، اس کی دو وجوہ ہیں اول یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو بھی ولی فرمایا اور وہ کسی کے خلیفہ نہیں۔ نیز ایک لفظ بیک وقت متعدد معنی میں استعمال نہیں ہو سکتا۔ دوم یہ کہ اس آیت کے نزول کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ نہیں تھے۔ اگر اس آیت میں حضور ﷺ کے بعد کا زمانہ مراد لیا جائے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل ثابت نہیں ہوتی۔ تین خلفاء کے بعد کا زمانہ بھی حضور ﷺ ہی کا زمانہ کہہ لے گا۔

(ب) اگر لفظ ”انما“ سے جو حصر کے لئے ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات میں خلافت ولایت منحصر مان لی جائے اور خلفائے ثلاثہ کی خلافت ولایت کا انکار کر دیا جائے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد آنے والے ائمہ بلیغیت کی بھی نفی ہو جائے گی اور یہ بات مخالفین کے نزدیک بھی قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

قاضی ثناء اللہ مدظلہ تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں، اگر اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات ہے تو بصریوں کے قول کے مطابق ”انما“ سے حصر ضافی مراد ہوگا اور وہ بدو و نصاریٰ ہوں گے جن کو خارج کیا جائے گا مومنوں کو اس سے خارج نہیں کیا جائے گا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے فرمان ”وما محمد الا رسول“ میں حصر ضافی مراد ہے۔

(ج)۔ پس یہاں ولی بمعنی دوست اور محبوب کے ہے یا بمعنی مددگار کے۔ جیسا کہ حدیث پاک ”من کنت مولاه فعلي مولاه“ کے تحت ”عے تعصیب“ لے گی۔ فضائل سیدنا علی رضی اللہ عنہ، احادیث میں:

101۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوة تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں چھوڑ دیا۔ آپ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا، کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہو

جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی ماسوائے اس کے کبیر سے بعد کوئی نبی نہیں۔ (مشفق علیہ)

102 - حضرت زربن حبیش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نبی امی ﷺ نے مجھ سے عہد فرمایا ہے کہ مجھ سے موسیٰ ہی محبت رکھے گا اور مجھ سے بغض رکھے والا منافق ہی ہوگا۔ (مسلم ترمذی)

103 - حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غیب بتانے والے آقا صوملی ﷺ نے خیبر کے روز فرمایا، کل یہ جھنڈ میں سے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر مد فتح دیا وہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے نیز اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں۔ اگلے روز صبح کے وقت ہر آدمی یہی تمنا رکھتا تھا کہ جھنڈ سے دو دیا جائے۔ حضور صوملی ﷺ نے فرمایا، علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگ عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ ﷺ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ فرمایا، انہیں بدو۔ انہیں بدو گیا اور رسول کریم ﷺ نے ان کی آنکھوں پر عصاب دہن لگا دیا۔ ان کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں جیسے کوئی تکلیف ہی نہ ہوئی تھی اور انہیں جھنڈ دے دو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ ﷺ! میں ان سے لڑوں گا یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ فرمایا، ہر ذی انتہا رکرو، جب ان کے میدان میں اتر جاؤ تو انہیں اسد مکی دعوت دو اور اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ان پر لازم ہیں وہ انہیں بتاؤ۔ خدا کی قسم تمہارے ذریعے، اگر اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کو بھی ہدایت عطا فرمادی تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (مشفق علیہ)

104 - ابو حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ فلاں شخص سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر بیٹھ کر برا بھلا کہتا ہے۔ انہوں نے پوچھا، وہ کہتا کیا ہے؟ جواب دیا، وہ انہیں ابوتراب کہتا ہے۔ یہ بیخس بڑے اور فرمایا، خدا کی قسم ان کا یہ نام تو آقا صوملی ﷺ نے رکھا ہے اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ نام پنے اصل نام سے زیادہ پیارا ہے۔ پس راوی نے کہا، اے ابو حازم! پورا واقعہ بتائیں۔

فرمایا، ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور پھر کسی وجہ سے مسجد میں آ کر لیٹ گئے۔ آقا صوملی ﷺ گھر آئے تو ان سے درپردہ فرمایا، علی کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا، وہ مسجد میں ہیں۔ حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے ہیں، ان کی چادر اٹھکی ہوئی ہے اور ن کی کمرٹی سے سو رہا ہے۔ آقا کریم ﷺ اپنے مبارک ہاتھ سے وہ ٹی جھاڑنے لگے اور آپ نے دوبار فرمایا، اے ابوتراب اٹھو۔ (بخاری باب مناقب علی)

105 - حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک بھنا ہوا پرندہ تھا۔ آپ نے دعا کی، اے اللہ! میرے پاس اس شخص کو بھیج جو تجھے پٹی مخلوق میں سب سے پیارا ہو، تاکہ وہ اس پرندے کو کبیر سے ساتھ کھائے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر بارگاہ ہوئے اور آپ کے ساتھ سے کھایا۔ (ترمذی)

106 - حضرت برہہ بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا صوملی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ (مشفق علیہ)

107 - حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، علی رضی اللہ عنہ سے ہیں اور میں ان سے ہوں اور وہ ہر ایمان والے کے پورا مددگار ہیں۔ (ترمذی)

108 - حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جس کا میں مددگار ہوں، اس کے علی بھی مددگار ہیں۔ (احمد ترمذی)

109 - حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے طائف کے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے سرکوشی فرمائی۔ وکون نے کہا، آپ نے بچے کے بیٹے سے بہت مٹی سرکوشی فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں نے ان سے سرکوشی نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے سرکوشی فرمائی ہے۔ جتنی میں نے اللہ تعالیٰ کے علم سے ان سے سرکوشی کی ہے۔ (ترمذی)

110 - حضرت فضی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

”علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔ میری طرف سے میرے یا علی کے سوا کوئی دوسرا ادائیں کر سکتا۔“ (ترمذی)

111 - حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے منسروں تھے۔ عرض گزار ہوئے کہ آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمادیا لیکن مجھے کسی کا بھائی نہیں بتایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم دیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ (ترمذی)

112 - حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جب کوئی چیز مانگتا تو آپ عطا فرماتے اور اگر میں خاموش رہتا تو حضور مجھ سے ہتھ دھرتے۔ (ترمذی)

113 - حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ (ترمذی، احکم)

114 - حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اللہ ﷺ کا ارشاد ہے، میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ (طبرانی، المعجم، ج ۱، ص ۲۵۷)

115 - حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ”ہم اس مشکل سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں جس کو علی رضی اللہ عنہ حل نہ کر سکیں۔“

صحیحہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو یہ کہتا ہو کہ مجھ سے پوچھو اللہ تعالیٰ ﷻ یہ کہا کرتے تھے کہ مجھ سے پوچھا کرو۔ (تاریخ الخلفاء: ۲۵۸، مصر من البحر: ۹۶)

116 - حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، حاجت جنابت میں کسی کے لیے اس مسجد سے گزرنا جائز نہیں ہے سوائے میرے اور تمہارے۔ (ترمذی)

117 - حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا، جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ دونوں ہاتھ اٹھ کر فرما رہے تھے، اے اللہ! مجھے وفات نہ دینا جب تک میں علی کو زندہ دیکھ لوں۔ (ترمذی)

118 - حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اللہ ﷺ نے فرمایا، کوئی منافق علی سے محبت نہیں رکھے گا اور کوئی مومن اس سے بغض نہیں رکھے گا۔ (مسند احمد، ترمذی)

119 - ان سے ہی روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ)

120 - حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا، تمہاری مثال حضرت عیسیٰ رضی اللہ عنہ جیسی ہے کہ یہود نے ان سے عداوت رکھی یہاں تک کہ ان کی ولدہ، جدہ پر بھی بہتان چڑھایا اور نصاریٰ نے ان سے محبت رکھی یہاں تک کہ انہیں اس مقام پر پہنچا دیا جو ان کا حق نہیں۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرے متعلق دو آدمی ہلاک ہو جائیں گے۔ محبت میں اغراض کرنے والا کہ ایسی باتیں کہے گا جو مجھ میں نہیں ہیں۔ دوسرا عداوت رکھنے والا جس کو دشمنی بھارے گی کہ مجھ پر بہتان چڑھے۔ (احمد، مشکوٰۃ)

121 - حضرت سعد بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور ان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھنے لگا۔ آپ نے ان کے نیک احوال بیان کر کے فرمایا، یہ باتیں تجھے بری لگی ہوگی؟ اس نے کہا، ہاں۔ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل و خوار کرے۔ پھر اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے ان کی بھی خوبیاں بیان کیں اور فرمایا، وہ ایسے ہیں کہ ان کا گھر نبی کریم ﷺ کے گھروں کے درمیان ہے۔ پھر پوچھا، یہ باتیں بھی تجھے بری لگی ہوگی؟ اس نے کہا، ہاں۔ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل و خوار کرے۔ جادوچ ہو اور مجھے نقصان پہنچانے کی جووشش کرے اور

سے۔ (بخاری، مناقب علی)

122 - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم فرمایا سوائے دروازہ علی کے۔ (ترمذی)

123 - حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں مجھے ایک قرب حاصل تھا جو کسی دوسرے کو حاصل نہ تھا۔ میں علی رضی اللہ عنہ کا صحیح حاضر بارگاہ ہونا اور عرض کرنا، نبی ﷺ پر سلام ہونا اگر آپ کھنکارتے تو اپنے گھر والوں کی طرف واپس لوٹ آتا ورنہ حاضر خدمت ہو جاتا۔ (نسائی)

124 - حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ میں بیمار تھا تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے اس وقت میں کہہ رہا تھا، اے اللہ! اگر میری موت کا وقت پہنچے ہے تو مجھے رحمت پہنچی اور میرے تو صحت بخش اور اگر آزمائش ہے تو صبر عطا فرما۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے کیا کہا؟ میں نے جو کہا تھا وہ ہر دین۔ حضور ﷺ نے پائے قدس سے مجھے ٹھوکر ماری اور کہا، اے اللہ! اسے عافیت اور صحت عطا فرما۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں، اس کے بعد وہ تکلیف مجھے پھر نہیں ہوئی۔ (ترمذی)

125 - حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہر کار و دعاء ﷺ نے فرمایا، علیؑ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ اس حدیث کی سند حسن ہے۔
(حاکم، مطہری، الصواعق المحرقة: ۹۰)

126 - سیدنا ابو ہریرہؓ سے بھی یہی روایت ہے کہ آقا صولٰی ﷺ نے فرمایا، علیؑ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ (بن عباس، تاریخ الخلفاء: ۶۳)

127 - حضرت عمر بن حصینؓ سے روایت ہے کہ ایک جنگ سے واپسی پر چار افراد نے بارگاہ رسالت میں حضرت علیؑ کی شکایت کی۔ حضور کرم ﷺ کے چہرہ انور پر غصے کے آثار نظر ہوئے اور آپ نے فرمایا تم علیؑ سے کیا چاہتے ہو؟ علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کے وں ہیں۔ (ترمذی)

128 - حضرت حلق بن مرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے بارگاہ نبوی میں خط کے ذریعے حضرت علیؑ کی شکایت کی۔ اس پر نبی کریم ﷺ ناراض ہوئے اور آپ نے فرمایا تمہارا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ و رسول ﷺ کو وہ محبوب ہے۔ (ترمذی)

129 - حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ سیدہ فاطمہؑ بنی ہاشم کو وہی پینے سے تکلیف ہوتی تھی۔ وہ یہ عرض کرنے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گئیں لیکن کاش یہ اقدس پر آپ کو نہ پہنچتا تو حضرت عائشہؑ بنی ہاشم کو آنے کی وجہ بتا کر آگئیں۔ جب رسول کریم ﷺ کو ام المؤمنین نے خبر دی تو آقا صولٰی ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم اپنے بستروں پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں اٹھنے لگا تو آپ نے فرمایا، اپنی اپنی جگہ رہو۔ پس آپ ہمارے درمیان رونق افروز ہو گئے یہاں تک کہ میں نے آپ کے مبارک قدموں کی ٹھنک اپنے سینے میں محسوس کی۔ آقا کریم ﷺ نے فرمایا،

کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتا دوں جو جس سے بہتر ہے جس کام نے سوال کیا؟ جب تم اپنے بستروں پر لیٹے لگاتو ۳۲ بار اللہ اکبر، ۳۳ سبحان اللہ اور ۳۳ بار الحمد للہ پڑھو یہ تم دونوں کے لیے خادم سے بہتر ہے۔ (بخاری باب مناقب علی)

130 - حضرت ام سلمہؑ بنی ہاشم سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں خواص کوڑ تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے۔ (طبرانی فی الاوسط، الصواعق المحرقة: ۱۹۱)

131 - امام طحاویؒ نے روایت کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ حضرت علیؑ کی کوہ میں مبارک رکھے ہوئے تھے اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ حضرت علیؑ نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی۔ اس دوران سورج غروب ہو گیا۔ آقائے دو جہاں ﷺ نے دعا فرمائی، اے اللہ! علیؑ تیری اور تیرے رسول کی رحمت میں تھے اس لیے ان کے لیے سورج کو نادمے تو سورج غروب ہونے کے بعد پھر طلوع ہو گیا۔ اس حدیث کو امام طحاوی نے صحیح قرار دیا ہے، قاضی عیاضؒ نے بھی کتاب شفاء میں سے صحیح کہا ہے۔ علامہ ابن حجرؒ کی اور دیگر محدثین نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ہم مدعا۔

132 - حضرت ام سلمہؑ بنی ہاشم سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، جس نے علیؑ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی۔ اور جس نے علیؑ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا۔ اس حدیث کی سند حسن ہے۔

(طبرانی فی الکبیر، الصواعق المحرقة: ۹۰)

133 - حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے آکا مولیٰؑ سے شکایت کی کہ لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا، کیا تم سب پر راضی نہیں ہو کہ حنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے لوگوں میں چوتھے تم ہو؟ وہ چار لوگ تُمیں، تم، حسن اور حسین ہیں۔ (مسند احمد، طبرانی فی الکبیر، مجمع الزوائد)

134 - حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا،

چار آدمیوں کی محبت کی منافق کے دل میں جمع نہیں ہو سکتی اور نہ ہی مومن کے سوا کوئی ان چاروں سے محبت کر سکتا ہے وہ چار لوگ بوکر، عمر، عثمان و علی ہیں۔

(ابن عساکر، الصواعق المحرقة: ۹۰)

135 - حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم انصار کے لوگ منافقوں کو سیدنا علیؑ سے بغض رکھنے کی وجہ سے پیچھے پتے تھے۔ (ترمذی بواب المناقب)

136 - حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے آکا مولیٰؑ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے چار لوگوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے اور مجھے یہ بھی خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔ لوگوں نے عرض کی، ہمیں ان کے نام بتاد دیجیے۔ آپ نے تین بار فرمایا، ان میں سے ایک علی ہیں۔ پھر فرمایا، دیگر تین لوگ ابو ذر، مقداد اور سلمان ہیں۔ (ترمذی بواب المناقب)

137 - حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا، تم لوگ مختلف درختوں کی شاخیں ہوا میں اور علیؑ ایک ہی درخت سے ہیں۔ (تاریخ الخلفاء: ۲۵۸)

138 - حضرت ام سلمہؓ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا، جب سرکارِ دو عالمؐ غصہ کی حالت میں ہوتے تھے تو سوائے حضرت علیؑ کے کسی کی ہواں نہ تھی کہ وہ آپ سے گفتگو کر سکے۔ (طبرانی، تاریخ الخلفاء: ۲۵۹)

139 - حضرت علیؑ فرماتے ہیں، حضورؐ نے مجھے یمن کی جانب قاضی بنا کر بھیجا چاہا تو میں نے عرض کی، میں ابھی نا تجربہ کار ہوں اور معاملات طے کرنا نہیں جانتا۔ آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مبارک مار کر فرمایا، اُلیٰ! اسکے قلب کو روشن فرما دے، اسکی زبان کو تاثیر عطا فرما دے۔ خدا کی قسم! اس دعا کے بعد سے مجھے کبھی کسی مقدمہ کا فیصلہ کرنے ہوئے شک و تردید پیدا نہیں ہو اور میں نے درست فیصلے کیے۔ (حاکم)

140 - حضرت عمر بن ابی سلمہؓ سے روایت ہے کہ غیب بتانے والے آکاؑ نے فرمایا، دو شخص سب سے زیادہ شقی و بد بخت ہیں۔ ایک وہ جس نے صاعِ اللہؑ کی ڈنڈی کی کوٹھیں کاٹ دی تھیں اور دوسرا وہ ہے جو تمہارے سر پر گوار مارے گا اور تمہاری داڑھی خون سے تر ہو جائے گی۔ (مسند رک لمی کم، مسند احمد)

141 - حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہؐ تم غدیر پر اتارے تو حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ فرمایا، کیا تم جانتے نہیں کہ میں ہر صلابت ایمان سے اس کی جان سے بھی زیادہ قریب ہوں؟ لوگ عرض گزار ہوئے، کیوں نہیں؟ فرمایا، کیا تم جانتے نہیں کہ میں مسلمانوں کا 'ن' کی جان سے بھی زیادہ مالک ہوں؟ عرض کیا، کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا،

میں اللہ جس کا میں دوست ہوں اس کے علیؑ بھی دوست ہیں۔ اے اللہ! اس سے دوستی رکھ جو ان سے دوستی رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو ان سے دشمنی رکھے۔

اس کے بعد سیدنا عمرؓ نے اے ابی طالب! آپ کو مبارک ہو کہ آپ ہر صبح و شام ہر ایمان والے مرد و عورت کے دوست



عشرہ مبشرہ کے فضائل قرآن میں:

1- و كَذِبُوا مَعَهُ اشِدَاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رَحِمَاءُ بِهِمْ تَرَاهُمْ زُكَّامًا شَحْنًا يَتَّبِعُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا (فتح: ۲۹)

”ور کئے ساتھ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے، بعدے میں کرتے، اللہ کا فضل و رضا چاہتے۔ (کنز الایمان)
حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وَاللَّيْنِ مَعَهُ سے مراد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اَشِدَاءُ عَلَى الْكُفَّارِ سے مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ رَحِمَاءُ بِهِمْ سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ تَرَاهُمْ زُكَّامًا شَحْنًا سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ يَتَّبِعُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سے مراد باقی عشرہ مبشرہ ہیں۔

(تفسیر مظہری، تفسیر بخاری)

2- إِنَّ الْأَبْدَانَ سَنَلَتْ لَهُمْ مِمَّا الْحَسَنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ۝

”بے شک وہ ہیں جن کے لئے ہر اور حد بھلائی کا ہو چکا ہے، وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔“ (الانعام: ۱۰۱، کنز الایمان)

ابو ذر، بن ابی حاتم اور بن مردویہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، اور اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جہنم سے دور رکھے جانے والوں میں سے، میں (یعنی علی) ہوں اور ابو بکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر، سعید، سعد، عبد الرحمن بن عوف اور ابو عبیدہ بن جرح رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر نماز کے لئے قیامت کہی گئی تو آپ اپنی چادر کھینچتے ہوئے کھڑے ہوئے اور اس سے اگلی آیت تلاوت کی، لَا يَسْمَعُونَ حَبِيبَتِهَا وَهُمْ لِمَىٰ مَا أَشْنَيْتَ أَنفُسَهُمْ حَلِيلُونَ ۝

ترجمہ ”اور اس (جہنم) کی بھٹک نہ سنیں گے اور وہ اپنی من مانتی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے۔“ (کنز الایمان)

عشرہ مبشرہ کے فضائل، احادیث میں:

اب وہ حدیث بیان ہوگی جن میں عشرہ مبشرہ میں سے کسی ایک صحابی کی یا ان میں سے بعض صحابہ کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔

142- حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حرا پہاڑ پر تھے، آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ پہاڑ چلنے لگا تو آکا دھولی رضی اللہ عنہا نے فرمایا بظہر جالتھہ پر صرف نبی ہے یا صدیق یا شہید۔ (مسلم)

143- حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابو بکر جنت میں ہے، عمر جنت میں ہے، عثمان جنت میں ہے، علی جنت میں ہے، طلحہ جنت میں ہے، زبیر جنت میں ہے، عبد الرحمن بن عوف جنت میں ہے، سعد بن ابی وقاص جنت میں ہے، سعید بن زید جنت میں ہے، اور ابو عبیدہ بن الجرح جنت میں ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

144- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خلیفہ بننے کا ان حضرات سے زیادہ کوئی مستحق نہیں جن سے وصال فرمانے تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضی رہے۔ پھر آپ نے حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعد اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم کے نام لیے۔ (بخاری)

145- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آکا دھولی رضی اللہ عنہا کو کسی کے لیے اپنے والدین کو حج کرتے ہوئے نہیں سنا سوائے حضرت عہد کے۔ میں نے غزوہ احد کے دن فرماتے سنا، ”اے سعد! تیر چلاؤ۔ تم پر میرے ماں باپ قربان۔“ (بخاری، مسلم)

146- حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر نبی کا ایک خواری ہوتا ہے اور میرا خواری زبیر ہے۔ (بخاری، مسلم)

147- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور میری امت کا امین ابو عبیدہ بن الجراح ہے۔ (بخاری، مسلم)

148- حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ احد کے دن نبی کریم ﷺ پر دو زور ہیں تمہیں۔ آپ ایک پتھر پر چڑھنا چاہتے تھے لیکن نہ چڑھ سکے۔ پس حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آپ کے نیچے بیٹھ گئے یہاں تک کہ آپ پتھر پر چڑھ گئے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، طلحہ نے (خست) او حسب کریں۔ (ترمذی)

149- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ فرمایا، جو ایسے شخص کو دیکھنا چاہے کہ زمین پر پڑے ہوئے ہنرمندہ پر رچا ہوا ہتھیار کی طرف دیکھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ جو اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ زمین پر پڑے ہوئے شہید کو دیکھے تو اسے طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھنا چاہیے۔ (ترمذی)

150- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بارگاہ رسالت میں عرض کی گئی، آپ اپنے بعد کس کو امیر بتاتے ہیں؟ غیب بتانے والے کا دہولی ﷺ نے فرمایا، اگر تم بوکر کو امیر بناؤ گے تو انہیں مانت دار، دنیا سے منہ موڑنے والا اور آخرت کی رغبت رکھنے والا پاؤ گے۔ اگر تم عمر کو امیر بناؤ گے تو انہیں طاقتور اور مانت دار پاؤ گے جو اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نڈرے۔ اور اگر تم علی کو امیر بناؤ گے تو میرے خلیوں میں تم ایسا کرنے والے نہیں ہو تو انہیں ہدایت دینے والے اور ہدایت یافتہ پاؤ گے جو تمہیں سیدھے راستے پر لے جائے۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ)

151- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میری امت میں ابو بکر سب سے زیادہ مہربان ہیں۔ اللہ کے کاموں میں عمر سب سے زیادہ سخت ہیں، حیا میں عثمان سب سے آگے ہیں، ان میں فرائض کو سب سے زیادہ جاننے والے زید بن ثابت ہیں، ابی بن کعب سب سے بڑے تاری ہیں، ان میں حد و حرام کا سب سے زیادہ علم معاذ بن جبل کو ہے اور ہر امت کا ایک امین ہونا تھا اور اس امت کے امین ابو عبیدہ بن الجراح ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ثقہ روایت میں ہے کہ ان میں سب سے بڑے قاضی علی ہیں۔ (مشکوٰۃ، ترمذی)

152- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ابو بکر پر رحم فرمائے کہ انہوں نے اپنی بیٹی ہیرے نکاح میں دی، مجھے ہیرت کے گھر کی طرف سوار کر کے لے گئے، غار میں ہیرا ساتھ دیا، اور بلال کو اپنے مال کے ذریعے آزوا کیا۔ اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے جو حق بات کہتے ہیں خواہ کسی کو کڑوی معوم ہو، اور حق نے انہیں ایسا کر چھوڑا کہ ان کا کوئی دوست نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم فرمائے جن سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ علی پر رحم فرمائے، اے اللہ! جہاں علی جائے حق اس کے ساتھ رہے۔ (ترمذی)

153- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میری امت میں سب سے زیادہ رحمدل ابو بکر ہیں۔ سب سے زیادہ حسن اخلاق والے ابو عبیدہ بن الجراح ہیں۔ زیادہ صحیح لہجہ والے ابو ذر ہیں۔ حق کے معاملے میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں۔ اور سب سے زیادہ ہتھیار لینے کرنے والے علی ہیں۔ (بن عساکر)

154- حضور ﷺ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر فرمایا، لو کو! ابو بکر نے مجھے کبھی رنج نہیں پہنچایا، اسے یاد رکھو۔ لو کو! میں ان سے راضی ہوں اور عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، عبد الرحمن اور مہاجر بن ابی لہب سے بھی خوش ہوں۔ (تاریخ الخلفاء، ۱۱۵)

155- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غیب بتانے والے کا دہولی ﷺ نے فرمایا، چار آدمیوں کی محبت کسی منافق کے دل میں جمع نہیں ہو سکتی اور نہ ہی مومن کے سوا کوئی ان چاروں سے محبت کرتا ہے، وہ چار عمر، ابو بکر، عمر، عثمان اور علی ہیں۔ (ابن عساکر، الصحاح، ۹)

(ابن عساکر، الصحاح، ۹)

اہل بیت صبر و

عام طور پر اہل بیت یعنی گھر والوں سے بیوی اور اولاد ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں اہل بیت کا اطلاق بیویوں پر کیا گیا ہے۔

سورۃ ہود کی آیت ۲۰۔ ۳۰ ملاحظہ کیجئے۔ جب فرشتوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری دی تو انہوں نے تعجب سے کہا، کیا اس بڑھاپے میں میرے بچہ پیدا ہوگا؟ اس پر فرشتوں نے کہا،

تصحبین من امر اللہ زحمت اللہ ونور کافہ علیکم اهل البیت۔

”کیا تم اللہ کے کام پر تعجب رتی ہو؟ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر اے گھر والو!“۔ (سورۃ ہود: ۷۳)

اس آیت سے ثابت ہو کہ بیویاں اہل بیت میں داخل ہیں۔ سورہ طہ کی آیت ۱۰ ملاحظہ فرمائیے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اہل و عیال کے ہمراہ وہ دئیٰ بیٹا سے گزرے تو وہ صورتی مت نہیں آگ نظر آئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا،

بذرا نازا لفقان لآذہہ امکنوا انہی انست نازا۔

”جب اس نے ایک آگ دیکھی تو بی بی بی سے کہا بھنم وہیں نے آگ دیکھی ہے“۔ (طہ: ۱۰)

یہاں بھی ”اہل“ سے بیوی مراد ہے۔ عام گفتگو میں بیوی ہی کو گھر والی کہتے ہیں۔ قرآن کریم سے ایک اور حوالہ دیکھیں خدمت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب شیر خوار بچے کے طور پر فرعون کے محل میں پہنچ جاتے ہیں اور فرعون کی بیوی کو ایسی عورت کی تلاش ہوتی ہے جو اس بچہ کو دودھ پد سکے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کہتی ہے،

اهل اذ لکم عسی اهل نبی تکفلونہ لکم۔ (سورۃ القصص: ۱۴)

”کیا میں تمہیں بتا دوں یہ گھر والے کہ تمہارے اس بچہ کو پال دیں۔“ (کنز الایمان)

صحیح مسلم میں مروی ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، نبی کریم ﷺ کے بلیغیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواج اہل بیت سے نہیں؟ انہوں نے فرمایا، آپ کی زوجہ بھی اہل بیت میں سے ہیں لیکن آپ کے اہل بیت وہ بھی ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام کر دیا گیا۔ پوچھا گیا، وہ کون ہیں؟ فرمایا، وہ سہیلی، سہیلی، سہیلی اور سہیلی ہیں۔ (باب فضائل علی بن ابی طالب)

آیت واحدیت کی روشنی میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اکابر علماء کرام کی تحقیق کا خلاصہ یوں بیان کیا ہے کہ بیت تین طرح کے ہیں۔

(۱) بیت نسب (خاندان)، (۲) بیت ولادت (اولاد)،

(۳) بیت سکنی (کاشانہ مبارکہ میں رہنے والے)۔

پس نسب کے اعتبار سے حضرت عبدالمطلب کی اولاد میں سے نبی کریم ﷺ کے اہل بیت ہیں۔ قرہمی دادا کی اولاد کو بیت کہتے ہیں مثلاً کہا جاتا ہے کہ یہ قلم بزرگ کا بیت یعنی خاندان ہے۔ سکونت و رہائش کے اعتبار سے ازواج مطہرات رسول کریم ﷺ کے اہل بیت ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ اور ننگے بیٹے حضرت سامہ رضی اللہ عنہا بھی چونکہ آپ کے کاشانہ اقدس میں رہتے تھے اس لیے صاحب مشکوٰۃ نے مناقب بلیغیت کے باب میں ان کا بھی ذکر کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی وادہ مبارکہ و مدت کے اعتبار سے اہل بیت ہے۔ اگر چہ آقا و مولیٰ ﷺ کی تمام اولاد آپ کے اہل بیت میں داخل ہے تاہم ان میں سے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم زیادہ عظمت و فضیلت کے ساتھ نمایاں شان کے حامل ہیں اس لیے حسب لفظ بلیغیت ہو، جانا ہے تو ذہن نمی کی طرف جاتا ہے۔ ان نفوس قدسیہ کے فضائل و مناقب اور عظمت و کرامت کے بارے میں بیٹا راجادیت و روہیں۔ (مشکوٰۃ شرح

مشکوٰۃ)

فضائل بلیغیت قرآن میں

بہل بیت ہوا کی فضیلت و شان قرآن کریم کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔

1۔ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ○ (الاحزاب: ۳۳)

”جو تو یہی چاہتا ہے۔ نبی کے گھر والوں کو تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستر کر دے“۔ (کنز الایمان)

صاف فرماتے ہیں، رخص کا طوق گناہ، نجاست، عذاب اور عیوب پر ہوتا ہے اور رب تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ تمام چیزیں بہل بیت کرام سے دور فرما دیں۔ کویت سے بیت کا مفہوم یہ ہے کہ اہل بیت! اگر چہ تم پاک ہو مگر اللہ تعالیٰ تمہیں ایسا پاک کرنا چاہتا ہے کہ تمہیں پاکیزگی کا سبب ترین مقام حاصل ہو جائے نیز رب کریم تمہاری پاکیزگی کو ہمیشہ برقرار رکھنا چاہتا ہے۔

اس آیت سے پچھلی آیت کا آغاز بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ لَنْ نَسِيَنَّكَ اللَّهُ وَبَارَكُ فِي سَمْعِكَ كَلِمَاتٍ سے ہو رہا ہے جن کا ترجمہ ہے، ”اے نبی کی بیویا تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو“۔ اس آیت مقدسہ کا آغاز وَقُرْنِ فِي بَيْتِكُمْ کے الفاظ مبارک سے ہوا ہے جن کا ترجمہ ہے، (اے نبی کی بیویا) ”اپنے گھروں میں ٹھہری رہو“۔

اس آیت کریمہ کے بعد وہی آیت ملاحظہ فرمائیے۔ اس کا آغاز یوں ہو رہا ہے، وَالَّذِينَ مَا نَلَيْ فِي بَيْتِكُمْ۔ اس میں بھی زوج مطہرات کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں لاوت کی جانے والی آیات کو یاد کریں۔ گویا آیت تطہیر سے قبل بھی اور بعد میں بھی ازواج مطہرات ہی سے خطاب کیا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ میں اہل بیت سے مراد رسول کریم ﷺ کی ازواج مطہرات ہی ہیں۔

امام رازی، صحابہؓ یہ تطہیر کے تحت فرماتے ہیں کہ یہ آیت نبی کریم کی ازواج مطہرات کو شامل ہے کیونکہ آیت کریمہ کی روش اس پر دلالت کرتی ہے لہذا انہیں اس آیت سے خارج کرنا اور اس آیت کو ان کے سوا دوسرے لوگوں سے مخصوص کرنا صحیح نہیں۔

اہل بیت میں زوج مطہرات اور نبی کریم ﷺ کی اولاد اجماعاً ہی ہے، امام حسن، امام حسین اور حضرت فاطمہؓ بھی ان میں داخل ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے معشرت کی بناء پر حضرت علی مرتضیٰؓ بھی اہل بیت میں سے ہیں۔

(اشعۃ المفہمات شرح مشکوٰۃ)

بعض لوگ اہل بیت میں سے صرف حضرت علی و فاطمہ و حسن و حسینؓ ہی کو مراد لیتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان نفوس قدسیہ کو اپنی چادر مبارک میں سے کریمت تطہیرت فرمائی اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے یہ دعا فرمائی، اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ - اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔

(مسلم باب نہائل الحسن والحسين، مشکوٰۃ باب مناقب اہل بیت)

عبد اللہ بن جبر کی حدیث لکھتے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ اپنے دیگر عزیز و اقارب اور ازواج مطہرات کو بھی کہا کیا۔ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے صحیح روایت میں ہے کہ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ میں بھی اہل بیت میں سے ہوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا، بیشک ان سے اللہ۔ (الصواعق المحرقة: ۲۲۲)

بن جبر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، بطرانی اور ابن مردودہ رحمہم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے بھی اس چادر میں ہنر داخل کر کے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ آپ نے دوبار فرمایا، ”تم بھلائی پر ہو“۔ پھر علامہ بیہقی حدیث نے شیخ محی الدین بن عربی حدیث کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی کہ حضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے لیے فرمایا، ”سلمان ہم میں سے، اہل بیت میں سے ہے۔“ (الاشرف المؤجد لاسلام)

حق یہ ہے کہ حسب آیت تطہیرت ہوتی تو ازواج مطہرات سے خطاب ہونے کی بناء پر یہ گمان تھا کہ کہیں کوئی اولاد رسول ﷺ اور اہل بیت سے خارج نہ سمجھے

س ہے آپ نے انکے لیے خاص طور پر آیت تفسیر تلاوت کی اور دعا فرمائی۔

دوسری بات یہ ہے کہ سب عام طور پر باپ کی طرف سے چلتا ہے۔ اس کا مدد ہے پر حضرت علیؑ کی اولاد، ابوطالب کی اور دکھانی چاہیے تھی نہ کہ وہ۔ رسول اللہ ﷺ۔ لیکن رب تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علیؑ کی اولاد، اور مصطفیٰ ﷺ شمار ہوتی ہے۔

2۔ قُلْ لَا اسْتِغْنَىٰ عَنْكُمْ عِندَ اٰخِرِ الْاٰمُوْدَةِ فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَقْرَبْ حَسَنَةً نَّزِدْنَا لَهَا حَسَنًا۔ (الشوریٰ: ۲۳)

”تم فرماؤ، میں س (تسلح رسالت پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگا مگر قرابت کی محبت۔ اور جو نیک کام کرے ہم اس کے لیے اس میں اور خوبی بڑھائیں۔“

(کنز الایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا صاحب مدظلہ العالی)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی گئی تو حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا، اس سے مراد حضور ﷺ کے قرابت درجہ ہیں۔ اس پر حضرت اس عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، قریش کا کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جس کے ساتھ حضور کی رشتہ داری نہ ہو، اس سلسلے میں یہ آیت ناز ہوئی۔ مرد یہ ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے تم اس کا لحاظ کرو۔ (صحیح بخاری باب المناقب)

اہل عرب گرچہ خاندانی مصہبت کی بناء پر قرابت کا پاس رکھتے تھے لیکن نبی کریم ﷺ کو دعوت حق کی وجہ سے ایذا دیتے تھے۔ اس پر تاہم ولی ﷺ نے فرمایا، میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگا، تم کم از کم قرابت ہی کا لحاظ کرو اور مجھے ستانے سے باز رہو اور مجھے دعوت حق پہنچانے دو۔

حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک اور قول یہ مروی ہے کہ جب آکا مولیٰ رضی اللہ عنہما منورہ کا شریف لائے اور انصار نے دیکھا کہ حضور کے ذمہ مصرف بہت ہیں اور ماں کچھ بھی نہیں ہے تو انہوں نے بہت سامان جمع کر کے بارگاہ نبوی میں پیش کیا اور عرض گزار ہوئے، آکا کریم! آپ کی بدولت ہمیں بد بیت ملی اور ہم نے گمراہی سے نجات پائی۔ یہ مال آپ کی نذر ہے قبول فرمائیے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضور ﷺ نے وہ ممال و پس فرمادیے اور فرمایا، میں تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا مگر یہ کہ تم اپنے اقربا سے محبت کرو۔ (تفسیر کبیر، خزائن العرفان) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، میں نے تمہیں جو روشن دہیں اور جو ہدایت دی ہے، اس پر کسی جز کا صلہ گرانہیں ۱۰۰۰ اس کے کہ تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اور اس کی اطاعت کے ذریعے اس کا قرب حاصل کرو۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے بھی یہی تفسیر منقول ہے۔ (تفسیر کبیر، تفسیر ابن کثیر)

پس پہلے قول کے مطابق قرابت سے مراد حضور ﷺ کا قریش کو اپنی رشتہ داری یا دلدانا ہے۔ دوسرے قول کے مطابق مسلمانوں کا اپنے قربا سے درہم محبت کرنا ہے۔ تیسرے قول کے مطابق رب تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ چوتھا قول جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، اسکے مطابق التَّوَدُّةُ فِي الْقُرْبَى مِنَ الْقُرْبَى سے مراد حضور ﷺ کے قرابت دار یعنی اہلیت اطہار سے محبت ہے۔

امام زکی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر دُرِّ مَنْشُور میں اس آیت کے تحت یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول کریم ﷺ سے اس آیت کے متعلق درپردہ گفت کیا گیا، یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون لوگ ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ ارشاد فرمایا: علی، فاطمہ اور ان کے بیٹے حسن و حسین رضی اللہ عنہما۔ اس حدیث کی سند پر علماء نے کلام کیا ہے جبکہ اس ضمن میں بعض دیگر روایات بھی موجود ہیں۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، بزار اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے یہی حدیث روایت کی ہے جن میں بعض حسن ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں فرمایا، میں ان اہلیت میں سے ہوں جن سے محبت و روادیت کرنا اللہ تعالیٰ نے فرض فرمادیا ہے اور فرمایا ہے، قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا التَّوَدُّةَ فِي الْقُرْبَى - (الصافات: ۲۵۹)

حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وَمَنْ يُفْتَرِ حَسَنَةً نَّوَدُّهُ بِهَا حَسَنًا مِّمَّنْ يَكْتُمُونَ اسے مراد آل رسول ﷺ سے محبت کرنا ہے۔ (یضا) حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے جب اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا، "اس سے مراد رسول کریم ﷺ کی قرابت ہے"۔ (تفسیر ابن کثیر) جب امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو قید کر کے دمشق لایا گیا تو ایک شامی نے کہا، خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں قتل کر پاتا تھاری جڑ کاٹ دی اور تمہارا فتنہ ختم کیا۔ آپ نے اسے فرمایا، کیا تو نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی،

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا التَّوَدُّةَ فِي الْقُرْبَى - اس نے کہا، کیا وہ تم ہو؟ فرمایا، ہاں۔ (تفسیر ابن کثیر، الصافات: ۲۵۹، طبرانی) سیدنا بوکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے، اِنَّا لَنُبَوِّئُكُمْ فِي الْاَهْلِ بِحُبِّهِ - حضرت محمد ﷺ کا ان کے اہل بیت کے بارے میں یہ حدیث رکھو۔ (بخاری کتاب السنن) یعنی حضور ﷺ کے اہل بیت کے حقوق اور مراتب کا خیال رکھو۔

صحیح بخاری ہی میں سیدنا بوکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد موجود ہے جو آپ نے سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا، "اللہ تعالیٰ کی قسم! رسول کریم ﷺ کے قرابت داروں سے حسن سلوک کرنا مجھے اپنے قرابت داروں کے سلوک سے بھی زیادہ پیار ہے"۔ (بخاری کتاب السنن)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ فرمایا، خدا کی قسم! آپ کا اسلام لانا مجھے اپنے والد خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ چھانگا چونکہ آپ کا اسلام رسول کریم ﷺ و خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب تھا۔ یہ روایت لکھ کر علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ آل رسول اور اہل بیت کے ساتھ وہی معاملہ رکھے جو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ یعنی اہلیت اطہار کے ساتھ حسن ادب و حسن عقیدت سے پیش آنا چاہیے۔ (تفسیر ابن کثیر)

تاکا مولیٰ کا فر، نہ عیثن ہے، ہم اپنی ہیبت سے محبت لازم رکھو کیونکہ ہماری محبت والا جو شخص بارگاہِ خدیوہندی میں حاضر ہوگا وہ ہماری شفقت سے جنت میں جائے گا۔ اُس وقت پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! ہمارا حق پیمانے بغیر کسی بندے کا عمل اسے فائدہ نہیں دے گا۔ (اشرف المؤمن بدایا رحمت)

صدر، فاضل مولانا سید محمد نعیم لدین مراد آبادی دہرہ نے بھی بڑی بیاری بات کہی، فرماتے ہیں، اس آیت کی رو سے جب مسلمانوں میں باہم یہ دوسرے کے ساتھ محبت و حب ہوئی تو سید عالمین ﷺ کے ساتھ کس قدر محبت فرض ہوگی حضور سید عالم ﷺ کی محبت اور حضور کے اقارب کی محبت دین کے فرائض میں سے ہے۔"

(تفسیر قرآن العرفان)

3- إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ○ (الاحزاب: ۵۶)

"بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اُس غیب بتانے والے (نبی پر)، اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔" (کنز الایمان)

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں رب تعالیٰ نے آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو سکھ دیا ہے اب آپ یہ فرمائیں کہ ہم آپ پر درود کیسے پیش کریں؟ حضور ﷺ نے فرمایا تم اس طرح درود بھیجو۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ الخ۔ "اے اللہ! درود بھیج حضرت محمد پر اور سارے گھرانے پر (مشفق عنہ، مشکوٰۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ درود بھیجنے کے حکم کی تعمیل میں آقا مولیٰ ﷺ نے اپنے ساتھ اپنی آل کو بھی شامل فرما کر ان کی عظمت اجاگر کی ہے۔ آپ کا ایک ارشاد گرمی ہے، مجھ پر کٹا ہو درود نہ بھیجی کرو۔ عرض کی گئی، کٹا ہوا درود کیا ہے؟ ارشاد ہوا، صرف اللہ صل علی محمد کہتا تم یوں کہو، اللہ صل علی محمد صل علی محمد صل علی محمد۔

معلوم ہو کہ آپ کا ذکر کیے بغیر درود پڑھنا کٹا ہوا درود ہے اور آل کے ذکر کے ساتھ پڑھنا پورا درود ہے جو کہ آقا کریم ﷺ کو پسند ہے۔ (الصواعق المحرقة: ۲۲۵)

4- فَلْيُقِ لِّمُتَعَالُوا نِدْعُ اٰنْبَاءَ نَا وَاَنْبَاءَ كُمْ وَنِسَاءَ نَا وَنِسَاءَ كُمْ وَانْفُسَنَا وَانْفُسَكُمْ ثُمَّ نَسْهَلْ فَنَجْعَلْ لِّغَنَةِ اللّٰهِ عَنِي الْكَافِرِيْنَ۔ (سورہ عمران: ۶)

"تو ان سے فرما دو، کہ ہم بنیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے، اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں، اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں، پھر مہلکہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت (میں)۔" (کنز الایمان)

اس آیت کا شانہ بنانے یہ ہے کہ جب حیران کے عیسائی مناظرہ میں لاجواب ہو کر بھگڑنے لگیو آقا مولیٰ ﷺ نے انہیں مہلکہ کی دعوت دی جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ تین دن بعد عیسائی بڑے بڑے پادریوں کو ساتھ لیکر آئے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ اس شانہ سے تشریف لائے کہ آپ کی کوئی مام حسین رضی اللہ عنہ تھے اور امام حسن رضی اللہ عنہم آپ کا دست مبارک پکڑے ہوئے تھے، خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور خدیوہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ دونوں آپ کے پیچھے تھے اور آقا مولیٰ ﷺ ان سے فرما رہے تھے، جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔

یہ منظر دیکھ کر نکاسب سے بڑا پادری بولا، بیشک میں ایسے پیر سے کچھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ پہاڑ اسی جگہ سے ہٹا دے تو وہ پہاڑ اسی جگہ سے ہٹا دے گا۔ خدا کے لیے ان سے مہلکہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک زمین پر کوئی عیسائی باقی نہ رہے گا۔ جس انہوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی،

یہ واقعہ ہم آپ سے مہلکہ نہیں کرتے، آپ اپنے دین پر رہیں اور ہمیں ہمارے دین پر چھوڑ دیں۔ پھر انہوں نے جزیہ دینے پر صبح کر دی۔

تاکہ مولیٰ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر وہ مہلبہ کرتے تو وہ سب بندر اور نورین جاتے اور انکا جنگل آگ سے بھڑک اٹھتا اور بحر ان کے جہنم پر بند تہ ہلاک ہو جاتے۔ (تفسیر کبیر، تفسیر خزائن العرفان)

بعض کم فہم یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں تو وہ مہلبہ میں کیوں شریک نہ ہوئیں؟ جواب یہ ہے کہ مہلبہ ۹ھ میں ہو جبکہ سیدہ رقیہ سیدہ عبا کا وصال ۲ھ میں، سیدہ زینب، سیدہ عبا کا وصال ۸ھ میں اور سیدہ ام کلثوم، سیدہ عبا کا وصال ۹ھ میں ہو چکا تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضور ﷺ کی چار بیٹیاں ہونا تو شیعہ فرقہ کی معتبر ترین کتاب اصول کافی سے بھی ثابت ہے۔ ”حضرت خدیجہ کے بطن سے حضور کی یہ بول پیدا ہوئی۔ بعثت سے پہلے قاسم، رقیہ، ام کلثوم و رعشہ کے بعد طیب، طاہر اور فاطمہ“۔ (نور اللغات، ص ۳۳۹ مطبوعہ تہران)

5- سلام“ غلیٰ اٰلہاسین۔ ”سلام ہو الیاسین پر“۔ (المصنف: ۲۳)

مفسرین کی ایک جماعت نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد آل رسول ﷺ پر سلام پڑھنا ہے اور کبھی، حدیث نے بھی یہی کہا ہے جبکہ جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے مراد حضرت الیاس رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے، ”حسن آل محمد ل ہاسین۔“ یہ یسین ہم ”سالمہ ﷺ ہی ہیں۔“

(ابن ابی حاتم، طبرانی، در مشور، الصواعق المحرقة: ۲۲۸)

6- وَ اغْتَصَبُوا بِعَنْبِلِ اللّٰهِ حَبِيبِنَا۔ ”اور اللہ کی ری مضبوط تھام لو سبیل کر“۔ (آل عمران: ۱۰۳، کنز الایمان)

ہم حضرت صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی تفسیر میں فرماتے ہیں، ”حسن حبیب اللہ الہدی قال اللہ فیہ۔“ ہم ہلبیت وہ اللہ کی ری ہیں جس کے بارے میں رب تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔“ (الصواعق المحرقة: ۲۲۳)

7- وَ لَقَدْ هَمُّوا بِانْتِهَابِ اللّٰهِ مَسْئُوْلُوْنَ ۝۔ ”اور انہیں ٹھہراؤ، ان سے پوچھنا ہے۔“ (المصنف: ۲۲۳، کنز الایمان)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، ”وَلَقَدْ هَمُّوا بِعَنْبِلِ اللّٰهِ“ یعنی انہیں ٹھہراؤ، کیونکہ ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ عدہ بن جحرجی، حدیث لکھتے ہیں، پوچھے جانے کا مفہوم یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تبلیغ رسالت پر جو اقرہاء کی محبت طیب کی تھی، اسکے متعلق پوچھا جائے گا کہ کیا انہوں نے حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق جن مولات کو لایا ہے یا اسے بیار خیال کیا ہے۔ (الصواعق المحرقة: ۲۲۹)

حضور کریم ﷺ کا ارشاد ہے، (قیامت میں) ہر شخص سے چار چیزوں کے متعلق پوچھا جاتا ہے۔ اپنی عمر کس کام میں صرف کی، اپنے جسم کو کس کام میں ستھرا کیا، ہاں کیسے کیا اور کہاں فرج کیا، اور ہم اہل بیت کی محبت کے بارے میں پوچھا جاتا ہے۔

(طبرانی، اشرف المؤید)

ہلبیت صہر کی محبت سے متعلق حدیث مبارکہ کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا۔

8- وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُتِمَّ سُبْحَانَكَ وَأَنْتَ بَيْنَهُمْ۔ (الانفال: ۳۳)

”اور اللہ کا کام نہیں کہ تمہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔“ (کنز الایمان از امام احمد رضا محدث بریلوی، ص ۱۰)

عدہ بن جحرجی، حدیث فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے اپنے ہلبیت میں ان معنوں کے پائے جانے کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ وہ بھی نبی کریم ﷺ کی طرح زمین و آسمان کے لیے مان ہیں۔ اسکے متعلق بہت سی احادیث ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ ”ستارے آسمان والوں کے لیے مان ہیں اور میرے ہلبیت میری امت کے لیے مان ہیں۔“ امام احمد کی دوسری روایت میں ہے کہ جب ستارے ختم ہو جائیں گے تو آسمان والے بھی ختم ہو جائیں گے اور جب میرے ہلبیت ختم ہو جائیں گے تو اہل زمین بھی ختم ہو جائیں گے۔ (الصواعق المحرقة: ۲۲۳)

9- وَ نَبِيٌّ لِّعَصْرٍ ۚ لَمَّا قَامَ وَ اَمْسَ وَ عَمِلَ ضَالِحًا تَمَّ اَهْلِيَّ ۝

”وربیشک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے تو بیکی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا“۔ (طہ: ۸۲، کنز الایمان)

حضرت ثابت بن ثنیٰ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ثَمَّ اَفْضَلُی سے مراد بھلہ کی طرف ہدایت پانے والا ہے۔ امام ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی تفسیر مروی ہے۔
بن عد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مجھے آکا دوئی رضی اللہ عنہما نے یہ خبر دی ہے کہ جنت میں پہلے میں، حضرت فاطمہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما داخل ہو گئے۔ میں نے عرض کی، ہم سے محبت کرنے والوں کا کیا ہوگا؟ فرمایا، وہ تمہارے پیچھے آئیں گے۔ (الصواعق الحرقۃ: ۲۳۵)

یہ حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے کہ مومن کے دل میں حضرت علی رضی اللہ عنہما کی محبت اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہما کا بغض جمع نہیں ہو سکتے۔ اس ضمن میں علامہ ابن حجر کی مراد نے خوب لکھا ہے۔ فرماتے ہیں، وہ شخص اس قوم کی محبت کا کیسے لگان کرتا ہے جس نے کبھی ان کے اخلاق میں سے کسی وصف کو نہیں پایا اور نہ کبھی ان کے کسی ثوب پر عمل کیا ہے اور نہ کبھی ان کے کسی فعل کی پیروی کی ہے اور نہ ان کے انحال میں سے کسی چیز کے بچھنے کی کوشش کی ہے۔ حقیقت میں یہ محبت نہیں بلکہ امر شریعت و طریقت کے نزدیک بغض ہے جبکہ محبت کی حقیقت یہ ہے کہ محبوب کی اطاعت کی جائے اور نفس کی محبوب ہر غوب چیزوں کے مقابلے میں محبوب کی مرضی اور محبت کو ترجیح دی جائے نیز ان کے اخلاق و آداب سے ادب سیکھا جائے۔

خصوصاً حضرت علی رضی اللہ عنہما کا یہ رشد و دانش نظر رہے کہ میری محبت اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کا بغض کسی مومن کے دل میں کٹھے نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں جو جمع نہیں ہو سکتیں۔ (الصواعق الحرقۃ: ۲۳۸)

10۔ زَلَسْتُ بِغَضَبِكَ زُبَّكَ قَرَضِي ۝

”وربیشک تریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے“۔ (الضحیٰ: ۵، کنز الایمان)

علامہ قرطبی، مراد نے حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم رضی اللہ عنہما کی رضا میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کے اہلیت میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہو۔ امام حاکم، مراد نے سند صحیح روایت کیا ہے کہ نبی کریم رضی اللہ عنہما نے فرمایا، رب تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ میرے اہلیت میں سے جو توحید و رسالت کا قر کرے گا اور یہ بھی کہ میں نے رب تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دیا ہے، اسے وہ عذاب نہیں دے گا۔ حضور رضی اللہ عنہما کا رشد ہے، میں نے یہ دعا کی، اہلی امیرے اہلیت میں سے کسی کو جہنم میں نہ ڈالنا تو اس نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔ (الصواعق الحرقۃ: ۲۳۳)

آبِ تَلْمِیحٍ سے جس میں پودے جیسے اُس ریاضِ نجات پہ لاکھوں سلام
خونِ حیرتِ ازل سے ہے جن کا خمیر اُن کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

فضائلِ اہل بیت، احادیث میں:

بعض جہلاء کو یہ کہتے سنا گیا کہ امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ نے بھلیات اطہار کی فضیلت میں کوئی حدیث روایت نہیں کی ہے، حالانکہ یہ عظیم بہتان ہے۔
امام بخاری، مراد نے کتاب مناقب میں ”مناقب علی بن ابی طالب“ کے عنوان سے سات حدیثیں، ”مناقب قرآن و رسول اللہ و منقرہ فاطمہ علیہا السلام“ کے عنوان سے تین حدیثیں اور ”مناقب الحسن و حسین“ کے عنوان سے آٹھ حدیثیں روایت کیں ہیں۔

اسی طرح امام مسلم، مراد نے سیدنا علی کے فضائل کے باب میں تیرہ احادیث، سیدہ فاطمہ کے فضائل کے باب میں آٹھ حدیث اور حسین رضی اللہ عنہما کے فضائل کے باب میں چھ حدیث روایت کیں ہیں۔ ان احادیث کے علاوہ بھی انہوں نے اپنی کتب میں ان نفوسِ قدسیہ کے متعلق بیشمار حدیث روایت کیں ہیں۔

بہارِ رم کے فضائل پر مبنی کثیر احادیث اس کتاب میں تحریر کی جا چکیں اور بعض اس تحریر کی جارہی ہیں۔ چونکہ بھلیات اطہار میں زوجِ مطہرت و خاص مقام حاصل ہے اس لیے ان کی فضیلت میں مخصوص آیات اور احادیث علیحدہ سے بیان ہوگی۔

1- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ میں خم نامی چشمے پر خطبہ دینے کھڑے ہوئے جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے تو مدینہ کی حمد و ثنائیوں کی اور وعظ و نصیحت فرمائی پھر ارشاد فرمایا، اے لوگو! میں بشر ہوں۔ قریب ہے کہ اللہ کا قاصد میرے پاس آئے اور میں نے قبول کروں۔ میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جن میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ پس اللہ کی کتاب کو پڑھو اور اسے مصبوحی سے تھامو۔ آپ نے اللہ کی کتاب کی طرف ابھارا اور انکی ترغیب دی۔

پھر فرمایا، دوسرے میرے اہل بیت ہیں اور میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ یا دلاتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ یا دلاتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ یا دلاتا ہوں۔ (مسلم باب من فضائل علی)

2- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حج کے موقع پر عرفات میں دیکھا کہ اپنی قصواء لونثی پر خطبہ دے رہے تھے۔ آپ نے فرمایا، اے لوگو! میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر انہیں پکڑے ہو گے تو گمراہ نہیں ہو گے، وہ اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی اہل بیت ہیں۔ (ترمذی)

3- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم انہیں مصبوحی سے پکڑے رہو گے تو میرے بعد گمراہ نہیں ہو گے۔ ان میں سے ایک دوسری سے بہت عظمت والی ہے یعنی اللہ کی کتاب جو آسمان سے زمین تک لنگی ہوئی رسی ہے اور میرے اہل بیت۔ اور یہ دونوں ہرگز لنگ نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھے ملیں گے۔ پس خیال رکھنا کہ تم میرے بعد ان سے کیسا سلوک کرتے ہو۔ (ترمذی)

4- حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے اور اللہ سے محبت رکھنے کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھو، اور مجھ سے محبت رکھنے کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔ (ترمذی، المستدرک)

5- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اپنی اولاد کو تین چیزیں سکھاؤ۔ اپنے نبی ﷺ کی محبت، آپ کے اہل بیت کی محبت اور قرآن مجید پڑھنا۔ (جامع البصیر: ۷)

6- حبیب کبریہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا، اے نوح عبد المطلب! میں نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ تمہارے سینہ کو استقامت، بے علم کو علم اور بے راہ کو ہدایت دے۔ اگر کوئی شخص رکن اور مقام ہر ایم کے درمیان چلا جائے اور نماز پڑھے اور روزے رکھے۔ پھر وہ اہل بیت سے بغض رکھتے ہوئے مر جائے تو وہ آگ میں داخل کیا جائے گا۔ (طبرانی، حاکم، المستدرک: ۲۶۵)

7- آقا مولیٰ ﷺ نے فرمایا، اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! ہم اہل بیت سے کوئی بغض نہ رکھے ورنہ اللہ تعالیٰ سے جہنم میں داخل فرمائے گا۔

(المستدرک للحاکم، المستدرک: ۲۶۳)

8- نبی کریم ﷺ نے فرمایا، کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اور میری اولاد اُسے انکی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں، اور اُسے مجھ سے پتی ذات سے زیادہ اور میری اولاد سے اپنی اولاد کی نسبت زیادہ محبت نہ ہو جائے۔

(المستدرک للحاکم، المستدرک: ۲۶۲، بیہقی)

9- حضرت بوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا مولیٰ ﷺ نے فرمایا، میرے اہل بیت کو اپنے درمیان وہ جگہ دو جو جسم میں سر کی ورسر میں آنکھوں کی جگہ ہے اور سر آنکھوں ہی سے ہدایت پاتا ہے۔ (اشرف الموبدال محمد)

10- رسول کریم ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے لیے تین عزتیں ہیں۔ جو ان کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دین و دنیا کے معاملے کی حفاظت فرمائے گا۔

اور جو ان کی حفاظت نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دین و دنیا کی حفاظت نہیں فرمائے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا ہیں؟ فرمایا: سردار کی عزت، میری عزت اور میرے قرابت داروں کی عزت۔ (طبرانی، المعجم الکبیر، ج ۱: ۲۳۱)

11 - حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنکا دونوں ﷺ نے فرمایا، تم میں ہر ایک پر سب سے زیادہ بات قدم وہ ہوگا جو میرے اہل بیت اور میرے صحابہ سے زیادہ محبت رکھتا ہوگا۔ (ابن ہدی، الصواعق الکبریٰ، ج ۱: ۲۸۲)

12 - سید عالم، نور مجسم ﷺ نے فرمایا، میرے اہل بیت جو حضور پر آئیں گے اور میرے امت میں سے ان سے محبت کرنے والے بھی ان کے ساتھ سے ہونگے جیسے وہ گلے باہم قریب ہوتی ہیں۔ (الصواعق الکبریٰ، ج ۱: ۲۳۵، اشرف الموبد لآل محمد)

اس حدیث کی تا سید غزالی و مسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ ”جو جس سے محبت کرتا ہے وہ اسی کے ساتھ ہوگا۔“

13 - حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور ﷺ نے فرمایا، تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو میرے بعد میرے اہل بیت کے لیے بہتر ہوگا۔ (الصواعق، ج ۱: ۲۸۲، حاکم)

14 - سرکارِ دو عالم ﷺ نے رشتہ فرمایا، جس نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا اور مجھے میری اولاد کے بارے میں اذیت دی، اس پر جنت حرام کر دی گئی۔ (اشرف الموبد لآل محمد)

15 - حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کا دروازہ پکڑے ہوئے فرمایا، میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، ”خبردار ہو جاؤ! تم میں میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی تھی جیسی ہے جو اس میں سوار ہوا، وہ نجات پا گیا اور جو پیچھے رہا وہ ہلاک ہو گیا۔“ (احمد، مشکوٰۃ)

کتاب کے آغاز میں یہ حدیث بیان ہو چکی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، ”میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، تم جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔“ اس حدیث میں صحابہ کرام کو سب ہدایت کے ستارے فرمایا اور مذکورہ بالا حدیث میں اپنے اہلیت کو کشتی کی مثل قرار دیا۔ کوہ منزل پر پہنچنے کے لیے اہلیت اظہار کی محبت کی کشتی میں سوار ہونا بھی ضروری ہے اور منزل کے حصول کے لیے ستاروں سے راہنمائی لینا بھی ضروری ہے۔ الحمد للہ! اہلسنت ہی اہلیت اظہار کی محبت کی کشتی میں سوار ہو کر نجوم ہدایت یعنی صحابہ کرام سے روشنی لیتے ہوئے منزل مقصود حاصل کرتے ہیں۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور ﷺ میں ہیں اور ناؤ ہے حضرت رسول اللہ کی
فضائل سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا:

16 - حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک روز صبح کے وقت باہر تشریف لے گئے۔ آپ کے اوپر سیاہ کون سے ٹی ہوئی چادر تھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے تو آپ نے انہیں اس چادر میں داخل کر لیا۔ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں بھی اس چادر میں داخل کر لیا، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو انہیں بھی داخل کر لیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے انہیں بھی اس چادر میں لے لیا۔ پھر فرمایا: ”بے شک اللہ یہ چاہتا ہے کہ گھر و بوا کہ تم سے گندگی دور کر دے اور تمہیں خوب پاک صاف کر دے۔“

(صحیح مسلم، مصنف ابن ابی شیبہ، المسند رک لعی کم)

17 - حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آیت کریمہ اِنَّمَا يُرِيكُمُ اللّٰهُ لِتُبَيِّنَ لَكُمْ الرِّجْسَ الخ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے کاشانہ قدس میں ناز ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو بلا کر چادر اوڑھائی پھر دعا مانگی، اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے گندگی دور رکھ لو اور انہیں خوب پاک و صاف بنا دے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! میں بھی ان کے

ساتھ ہوں؟ آپ نے فرمایا تم پٹی جگہ پر ہو اور تم خیر کی جانب ہو۔ (ترمذی ابواب المناقب)

نبی حدیث کی بنا پر ان غفوس قدسیہ کو بچھن پاک کہا جاتا ہے۔

18 - حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چھ ماہ تک نبی کریم ﷺ کا یہ معمول رہا کہ جب نماز فجر کے لیے نکلتے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے پاس سے گزرتے تو فرماتے، اے بل بیت! نماز قائم کرو۔ اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ لِح - "بے شک یہ یہ چاہتا ہے کہ گھر والوں کو تم سے گندگی دور کر دے اور تمہیں خوب پاک صاف کر دے۔"

(مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ، المستدرک للحی کم)

19 - حضرت عد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اٰنِبَاءَ مَا وَاٰنِبَاءَ كُنْم لِح - "فرما دو، دوہم

ہدائیں ہے بیٹوں کو ورتم ہے بیٹوں نو" تو رسول کریم ﷺ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو بلایا اور فرمایا، اے اللہ! میرے اہل بیت ہیں۔ (صحیح مسلم)

20 - حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج آپ کے پاس جمع تھیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آگئیں ان کا چہرہ رسول اللہ ﷺ

کے چہرے سے مختلف نہیں تھا۔ جب آپ نے انہیں دیکھا تو فرمایا، میری بیٹی خوش آمدید۔ پھر انہیں بٹھایا اور ان کے ساتھ سرکوشی فرمائی تو وہ بہت زیادہ روئیں۔

ان کا غم دیکھ کر آپ نے دوبارہ سرکوشی فرمائی تو وہ ہنسنے لگیں۔ میں نے پوچھا، آقا صوملی ﷺ نے تم سے کیا سرکوشی فرمائی تھی؟ کہا، میں رسول اللہ ﷺ کے راز

کو فاش نہیں کر سکتی۔

جب حضور ﷺ کا وصال ہوا تو میں نے کہا، میں تمہیں اس حق کا واسطہ دیتی ہوں جو میرا تم پر ہے کہ مجھے وہ بات بتا دو کہہ، ہاں ب بتا دیتی ہوں۔ پہلی دفعہ

جب آپ نے مجھ سے سرکوشی فرمائی تو بتایا کہ جبرئیل میرے ساتھ ہر سال ایک مرتبہ قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے اس سال دوسرے کہیا ہے، میرے خیال میں

میرا آخری وقت قریب آگیا ہے لہذا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور صبر کرنا کیونکہ میں تمہارے لیے اچھا پیش رو ہوں۔ یہ سن کر میں روئی۔ آپ نے جب میری

پریشانی ملاحظہ فرمائی تو دوبارہ سرکوشی کی اور ارشاد فرمایا،

"عفا صمد! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم ایمان والی عورتوں کی سردار ہو یا اس امت کی عورتوں کی سردار ہو"۔ (صحیح مسلم)

21 - آپ ہی سے دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے سرکوشی فرمائی کہ اسی مرض میں میرا وصال ہو جائے گا تو میں رونے لگی۔ پھر آپ

نے سرکوشی فرماتے ہوئے مجھے بتایا کہ میرے اہل بیت میں سب سے پہلے تم مجھ سے آملو گی تو میں ہنس پڑی۔ (بخاری، مسلم)

22 - ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو عادت

واطو ر اور نشست و برخاست میں رسول کریم ﷺ سے مشابہت رکھنے والا نہیں دیکھا۔

(المستدرک، فضائل الصبیۃ للنسائی)

23 - حضرت بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آقا صوملی ﷺ جب سز کا ارادہ فرماتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے لے کر سز پر رونے ہوتے

اور جب سز سے تشریف لاتے تو بھی سب سے پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے۔ آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے، میرے ماں باپ تجھ پر قربان

ہوں۔

(المستدرک للحی کم، صحیح ابن حبان)

24 - حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، فاطمہ میرے جسم کا کٹڑا ہے جس نے اسے مارا تو اس نے مجھے مارا۔

(بخاری، مسلم)

25 - حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی لڑکی کے لیے نکاح کا پیغام دیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا، بیشک فاطمہ

میرے جسم کا حصہ ہے اور مجھے یہ بات پسند نہیں کہ اُسے کوئی تکلیف پہنچے۔ خدا کی قسم! اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے کاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ (بخاری، مسلم)

26 - 'نہی سے روایت ہے کہ کتاہونیؓ نے فرمایا، نوہشام بن مغیرہ نے مجھ سے یہ اجازت مانگی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی علی بن ابی طالب سے کر دیں۔ میں نے اجازت نہیں دینا، میں ان کو اجازت نہیں دیتا، پھر میں ان کو اجازت نہیں دیتا۔ ہاں اگر ابن ابی طالب چاہے تو میری بیٹی کو طلاق دیدے اور پھر اعلیٰ بیٹی سے شادی کر لے۔ چونکہ میری بیٹی میرے جسم کا حصہ ہے۔ جو چیز اُسے پریشان کرتی ہے وہ مجھے پریشان کرتی ہے اور جو چیز اُسے تکلیف دیتی ہے وہ مجھے تکلیف دیتی ہے۔

(مسلم ترمذی، ابوداؤد)

27 - حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا، فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ اسے تکلیف دینے اور مجھے تکلیف دینا ہے اور سے مشقت میں ڈالنے والا مجھے مشقت میں ڈالتا ہے۔ (مسند احمد، المستدرک)

28 - حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ کتاہونیؓ نے سیدہ فاطمہؓ سے فرمایا، بیشک اللہ تعالیٰ تیری اراستہس پر ناراض اور تیری رض پر راضی ہوتا ہے۔

(المستدرک، طبرانی فی الکبیر، مجمع الترواند)

29 - حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ کتاہونیؓ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں فاطمہؓ کا کاح علی سے کر دوں۔

(طبرانی فی الکبیر، مجمع الترواند)

30 - حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے سیدہ فاطمہؓ سے مذاکے لیے ان کی شادی کے موقع پر خاص دعا فرمائی، اے اللہ! میں اپنی اس بیٹی کو اور اس کی اور دو شیطانات مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ (صحیح ابن حبان، طبرانی فی الکبیر)

31 - حضرت بربیعہؓ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہؓ سے مذاکے اور سیدہ علیؓ کی شادی کی رات حضور اکرمؐ نے ان پر پانی چھڑکا اور فرمایا، اے اللہ! ان دونوں کے حق میں برکت دے اور ان دونوں پر برکت نازل فرما اور ان دونوں کے لیے ان کی اولاد میں برکت عطا فرما۔ (طبقات بن سعد، اسد الغابہ)

32 - حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا، قیامت کے دن میرے حسب و نسب کے سوا ہر سلسلہ نسب منقطع ہو جائے گا۔ ہر بیٹے کی نسبت باپ کی طرف ہوتی ہے سوائے نولاد فاطمہ کے کہ ان کا باپ بھی میں ہی ہوں اور ان کا نسب بھی میں ہی ہوں۔ (مصنف عبدالرزاق، سنن الکبریٰ للبیہقی، طبرانی فی الکبیر)

33 - حضرت سہمہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ اور حسینؓ کے متعلق فرمایا، میں ان سے لڑنے والا ہوں جو ان سے لڑیں اور ان سے صلح کرنے والا ہوں جو ان سے صلح کریں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

34 - حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریمؐ نے دریافت فرمایا، عورت کے لیے کون سی بات سب سے بہتر ہے؟ اس پر صحابہ کرام خاموش رہے۔ میں نے گھر گھر یہی سوال سیدہ فاطمہؓ سے کیا تو انہوں نے جواب دیا، عورت کے لیے سب سے بہتر یہ ہے کہ سے عمر مرد نہ دیکھے۔ میں نے اس جو بکا ذکر حضورؐ سے کیا تو آپ نے فرمایا، فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ (مسند بزار، مجمع الترواند)

35 - حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ کتاہونیؓ نے فرمایا، بیشک فاطمہ نے اپنی عصمت و پارسائی کی ایسی حفاظت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی اور دوسرے گناہوں کو ہٹا دیا ہے۔ (المستدرک، للحاکم، مسند بزار)

36 - حضرت بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے سیدہ فاطمہؓ سے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہاری اولاد کو دو گنا عذاب

نہیں دے گا۔ (طبرانی فی الکبیر، مجمع الرواہد) علامہ بیہقی نے کہا ہے کہ اس کے درجہ جلال اللہ ہے۔

37 - حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، آج رات ایک فرشتہ جو اس سے پہلے کبھی زمین پر نہ اتر تھا، اس نے پے رب سے اجازت مانگی کہ مجھے سردم رنے کے لیے حاضر ہو اور یہ خوشخبری دے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جتنی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما جتنی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(ترمذی، مسند احمد، فضائل الصحابة للنسائی، المستدرک لمسلم کم)

38 - حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا، سب سے پہلے جنت میں تم، فاطمہ، حسن اور حسین داخل ہو گے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ انہم سے محبت کرنے والے کہاں ہو گئے؟ حضور ﷺ نے فرمایا، وہ تمہارے پیچھے ہو گئے۔ (المستدرک لمسلم کم، الصحاح لکرم) (۲۳۵)

39 - حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا صومالی ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، میں تم اور یہ دونوں (یعنی حسن و حسین) اور یہ سونے وال (سینا علی جو کہ اس وقت سوکراٹھے ہی تھے) قیامت کے دن ایک ہی جگہ ہو گئے۔

(مسند احمد، مجمع الرواہد)

40 - ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آقا صومالی کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو حضور ﷺ انہیں مرحبا کہتے، کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے، ان کا ہاتھ پکڑ کر اسے بوسہ دیتے اور انہیں اپنی نشست پر بٹھا لیتے۔ (المستدرک، فضائل الصحابة للنسائی)

41 - حضرت جمع بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو۔ میں نے پوچھا، لوگوں میں سے رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ پیار کون تھا؟ فرمایا، فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ پوچھا، مردوں میں سے کون زیادہ محبوب تھا؟ فرمایا، ان کے شوہر یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

(ترمذی، المستدرک، طبرانی فی الکبیر)

42 - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوی میں عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ آپ کو میرے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا میں سے کون زیادہ محبوب ہے؟ آقا صومالی ﷺ نے ارشاد فرمایا، فاطمہ مجھے تم سے زیادہ پیاری ہے اور تم مجھے اس سے زیادہ عزیز ہو۔ (طبرانی فی الوسط، مجمع الرواہد)

43 - حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور فرمایا، اے فاطمہ! خدا کی قسم! میں نے آپ سے زیادہ کسی سستی کو رسول کریم ﷺ کے نزدیک محبوب نہیں دیکھا۔ اور خدا کی قسم! لوگوں میں سے سوائے آپ کے والد رسول کریم ﷺ کے مجھے کوئی اور آپ سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، المستدرک لمسلم کم)

44 - سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وصال سے قبل حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا، میرا جنازہ لے جاتے وقت اور تمہیں لینے کے وقت پردے کا پورا رخ رکھنا۔ انہوں نے کہا، میں نے جش میں دیکھا ہے کہ جنازے پر درخت کی شاخیں باندھ کر ان پر پردہ ڈال دیتے ہیں (اس طرح جسم کی ہیئت نمایاں نہیں ہوتی)۔ پھر انہوں نے کھجور کی شاخیں منگوا کر ان پر کپڑا ڈال کر سیدہ کو دکھایا۔ آپ نے پسند کیا پھر بعد وصال اسی طرح سب کا جنازہ تھا۔ (سنن الترمذی، مستدرک)

45 - حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آقا صومالی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن ایک بندہ کرنے والا، غیب سے آئے گا، وہ اپنی محشر اپنی نگاہیں جھکاوتا کہ فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا گزر جائیں۔ (المستدرک لمسلم کم، مسند الخباب)

سیدہ زہرہ طیبہ طاہرہ جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

فضائل سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ:

حضرت سیدنا امام حسنؓ اور حضرت سیدنا امام حسینؓ کے فضائل پر چالیس احادیث تحریر کی جا رہی ہیں، پڑھیے اور اپنے دل میں اہلیت طہا رخصوصاً نوجوانانِ حنت کے سرداروں کی محبت کی شمع فروزاں کیجیے۔

46- حضرت برء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن بن علیؓ کو اپنے مبارک کندھے پر اٹھایا ہوا تھا اور آپ ﷺ فرما رہے تھے: "اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے محبت فرما۔"

(بخاری، مسلم)

47- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں دن کے ایک حصہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلا، آپ حضرت فاطمہؓ کی رہائش گاہ پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: کیا بچہ یہاں ہے؟ یعنی حسنؓ۔ تو بڑی ہی دیر میں وہ دوڑتے ہوئے آگے یہاں تک کہ دونوں ایک دوسرے کے گلے سے پٹ گئے۔ "تا مولیٰ ﷺ نے فرمایا، "اللہ! میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ لو اس سے بھی محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے۔" (بخاری، مسلم)

48- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے، جس نے ان دونوں یعنی حسن و حسین سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ (فضائل الصحابہ للنسائی)

49- حضرت ہارثؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں اس سفید خچر کی نگام بکڑ کر چلا ہوں جس پر میرے "تانی نبی کریم ﷺ اور حضرت حسن و حضرت حسینؓ سو رتھے یہاں تک کہ وہ نبی کریم کے حجرہ مبارکہ میں داخل ہو گئے۔ رسول کریم ﷺ آگے سوار تھے اور حسینؓ کریمینؓ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ (مسلم)

50- حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب حسن پیدا ہوا تو میں نے اس کا نام حمزہ رکھا اور جب حسین پیدا ہوا تو اس کا نام جعفر رکھا۔ مجھے "تا مولیٰ ﷺ نے بد کر فرمایا، مجھے نئے نام تبدیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ میں نے عرض کی، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں تو حضور نے ان کے نام حسن اور حسین رکھے۔ (مسند احمد، حاکم)

51- حضرت بوکرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر جلوہ افروز تھے اور حسنؓ، آپ کے پہلو میں تھے کبھی آپ لوگوں کی جانب متوجہ ہوتے اور کبھی ان کی طرف، پھر آپ نے ارشاد فرمایا،

"میرا یہ بیٹا حقیقی سرد رہے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو بہت بڑے گروہوں میں صلح کروادے گا۔" (بخاری، ترمذی)

52- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، کیا میں تمہیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو اپنے نانا نانی کے عیال سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو اپنے چچا اور پھوپھی کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو اپنے ماموں اور خالہ کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو اپنے ماں باپ کے اعتبار سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ وہ حسن اور حسین ہیں۔ ان کے نانا اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ، انکی نانی خدیجہ بنت خویلد، ان کی والدہ فاطمہؓ، رسول اللہ، انکے والد علی بن ابی طالب، انکے چچا جعفر بن ابی طالب، انکی پھوپھی ام ہانی بنت ابی طالب، انکے ماموں قاسم بن رسول اللہ اور علی خالہ اللہ کے رسول کی بیٹیوں زینب، رقیہ اور مکلثوم ہیں۔ ان کے نانا، نانی، والد، والدہ، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ سب جنت میں ہو گئے اور وہ دونوں یعنی حسن و حسین بھی جنت میں ہو گئے۔ (صبرانی فی الکبیر، مجمع الزوائد)

53- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حسن اور حسین کی پیدائش کے ساتویں دن ان کی طرف دو دو ہریوں عقیقہ میں ذبح

کیں۔

(مصنف عبد لرزاق، بن حبان)

54- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسن رضی اللہ عنہ سے زیادہ مشابہت رکھنے والا کوئی نہیں تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی فرمایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ (بخاری، ترمذی)

55- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سینے سے سر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے ہیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سینہ سے نیچے (پاؤں تک) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔ (ترمذی)

اعلیٰ حضرت بھردین ولایت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا،

معدوم نہ تھا سایہ شاہِ قلین اس نور کی جلوہ گہ تھی ذاتِ حسین
تھیل نے اس سائے کے دو حصے کیے آدھے سے حسن بنے آدھے سے حسین

56- سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوصال کے دوران سب کی خدمت میں لائیں اور عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنی وراثت میں سے کچھ عطا فرمائیں۔ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حسن میری بیٹی، اور سرداری کا ورثہ ہے اور حسین میری جرت و سخاوت کا وارث ہے۔ (طبرانی فی الکبیر، مجمع الروايات)

57- حضرت سہمہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور فرمایا، اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت رکھ۔ دوسری روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پکڑ کر اپنی ایک ران پر بٹھالیے اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو دوسری ران مبارک پر۔ پھر یہ کہتے، اے اللہ! ان دونوں پر رحم فرما کیونکہ میں بھی ان پر مہربانی کرتا ہوں۔ (بخاری)

58- حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا کا دوٹی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو مجھ سے محبت کرنا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ ان دونوں یعنی حسن و حسین سے بھی محبت کرے۔ (فضائل الصحابة للنسائی، صحیح ابن خزیمہ، مجمع الروايات)

59- حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آقا کا دوٹی صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اپنے کندھے پر اٹھایا اور اٹھاتا ایک آدمی نے کہا، اے لڑکے! کیا خوب سواری پر سو رہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سواری بھی تو بہت خوب ہے۔ (ترمذی)

60- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسن و حسین کو آقا کا دوٹی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کندھوں پر سوار دیکھا تو ان سے کہا، سب کی سواری کتنی چھی ہے انہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتہ فرمایا، یہ بھی تو دیکھو کہ سوار کتنے اچھے ہیں۔ (مسند زائر، مجمع الروايات)

61- حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نماز عصر پڑھی پھر باہر نکلے اور ان کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا تو اسے اپنے کندھے پر اٹھالیا اور فرمایا، میرا باپ قرآن! تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے ہو اور علی سے مشابہت نہیں رکھتے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنس رہے تھے۔ (بخاری)

62- حضرت بوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حسن اور حسین دونوں عقیقتی جوانوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی، مسند احمد، صحیح بن حبان)

63- حضرت بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حسن اور حسین دونوں دنیا میں سے میرے دو پھول ہیں۔ (ترمذی، مسند احمد، صحیح بن حبان)

64- حضرت سہمہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات میں کسی کام سے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آقا کا دوٹی صلی اللہ علیہ وسلم ہر تشریف لائے۔

آپ نے چادر میں ولی چیزیں ہوتی تھی اور مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ چیز کیا ہے۔ جب میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو عرض گزار رہو، میرے آقا آپ نے کس چیز پر چادر بٹکی ہوئی ہے؟ آپ نے چادر ہٹائی تو دیکھا کہ آپ کی دونوں رانوں پر حسن اور حسین موجود ہیں۔ فرمایا، یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں پس تو بھی ان سے محبت رکھ لو ان سے بھی محبت رکھ جو ان دونوں سے محبت رکھیں۔ (ترمذی، صحیح بن حبان)

65- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اپنے اہل بیت سے آپ کو سب سے پیارا کون ہے؟ فرمایا، حسن اور حسین۔ آپ حضرت فاطمہ سے فرمایا کرتے، میرے دونوں بیٹوں کو میرے پاس بلاؤ۔ پھر آپ دونوں کو سونگھا کرتے اور انہیں اپنے ساتھ پٹایا کرتے۔ (ترمذی، مسند یوسفی)

66- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دے کر فرمایا، میں نے ان دونوں کو سونگھا اور سامنے اٹھالیا، پھر فرمایا، اللہ تعالیٰ نے حق فرمایا ہے، لیسوا اموالکم واولادکم لیسۃ۔ "پیشک تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں"۔ (۲۸:۸) میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ گرتے پڑتے آرہے ہیں تو میں مہربان کر سکا اور پی ہت چھوڑ کر ان دونوں کو اٹھالیا۔ (ترمذی، ابوداؤد سنائی)

67- حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آقا صوملی ﷺ حضرت حسن اور حضرت حسین کے لیے (خاص طور پر) کلمات تعویذ کے ساتھ دم فرماتے۔ آپ نے یہ رشتہ فرمایا، تمہارے جد امجد یعنی ابراہیم علیہ السلام بھی اپنے صاحبزادوں اسماعیل علیہ السلام و اسحاق علیہ السلام کے لیے ان کلمات کے ساتھ دم کرتے تھے۔ اَعُوذُ بِكَ بِمَنَابِ النَّبِيِّ النَّامِيَةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامِيَةٍ وَمِنْ كُلِّ غَيْبٍ لَّامِيَةٍ۔ "میں اللہ تعالیٰ کے کمال کلمات کے ذریعے ہر شیطان اور پند سے اور ہر نظر بد سے پناہ مانگتا ہوں"۔ (بخاری، ابن ماجہ)

68- حضرت یحییٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ اس سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرتا ہے۔ حسین میری اور میں سے ایک فرزند ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

69- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا صوملی ﷺ نے فرمایا، جس نے حسن اور حسین سے محبت کی، اس نے درحقیقت مجھ ہی سے محبت کی۔ اور جس نے حسن اور حسین سے بغض رکھا، اس نے درحقیقت مجھ ہی سے بغض رکھا۔

(ابن ماجہ، فضائل الصحابة للعلامة الطبرانی في الكبير)

70- حضرت سمات فارسی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے آقا صوملی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، جس نے حسن اور حسین سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی، اس سے اللہ تعالیٰ نے محبت کی اور جس سے اللہ نے محبت کی، اس نے اسے جنت میں داخل کر دیا۔

اور جس نے حسن اور حسین سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغض ہو گیا اور جو اللہ کے نزدیک مبغض ہو، اللہ تعالیٰ نے اسے آگ میں داخل کر دیا۔ (مسند رک للحاکم)

71- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول کریم ﷺ نے حسن اور حسین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، جس نے مجھ سے جرات دونوں سے محبت کی اور ان کے لئے اور کئی والدہ سے محبت کی، وہ قیامت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (مسند احمد، طبرانی فی الكبير)

72- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا صوملی ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا، جو تم سے لڑے گا میں اس سے لڑوں گا اور جو تم سے صلح کرے گا میں اس سے صلح کروں گا۔ یعنی جو تمہارا دوست ہے وہ میرا بھی دوست ہے۔ (مسند احمد، المسند رک للحاکم، طبرانی فی الكبير)

73 - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم آٹا دھوئی ﷺ کے ساتھ نماز عشاء ادا کر رہے تھے۔ جب آپ سجدے میں گئے تو حسن و حسین آپ کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے۔ جب آپ نے سجدے سے سر اٹھایا تو دونوں شہزادوں کو اپنے پیچھے سے نرمی کے ساتھ پکڑ کر نیچے بٹھا دیں۔ جب آپ دوبارہ سجدے میں گئے تو وہ پھر مبارک پر سوار ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ نے نماز مکمل کر لی۔ پھر آپ نے دونوں کو اپنے مبارک زانوؤں پر بٹھا لیا۔ (مسند احمد، المستدرک لمی کم بطرانی فی الکبیر)

74 - حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے کہ اس دوران حضرت حسن اور حضرت حسین آپ کی کمر مبارک پر سوار ہو گئے۔ لوگوں نے نہ مانع کیا تو آقا کریم ﷺ نے فرمایا، ان کو چھوڑ دو، ان پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ (مصنف بن ابی شیبہ، صحیح بن حبان، طبرانی فی الکبیر)

75 - حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آٹا دھوئی ﷺ نماز کے سجدے میں ہوتے تو حسن یا حسین آ کر آپ کی کمر مبارک پر سوار ہوجاتے اور اس وجہ سے آپ سجدوں کو طویل کر دیتے۔ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں عرض کی گئی، یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے سجدے کو طویل کر دیے ہیں؟ رشاد فرمایا، مجھ پر میرا بیٹا سوار تھا اس لیے مجھے چھانڈنا کہ میں سجدوں سے اٹھنے میں جلدی کروں۔ (مسند ابوعبلی، مجمع الرواۃ)

76 - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آٹا دھوئی ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ کے مبارک شانوں پر حضرت حسن اور حضرت حسین سوار تھے۔ آپ دونوں شہزادوں کو بوری بوری چومنے لگے۔ (مسند احمد، المستدرک للمحاکم)

77 - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آٹا دھوئی ﷺ کے سامنے حسین کریمین کشتی لڑ رہے تھے اور آپ فرما رہے تھے، حسن! جلدی کرو۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! آپ صرف حسن ہی کو ایسے کیوں فرما رہے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا، کیونکہ جبریل امین، حسین کو ایسا کہہ کر حوصلہ دے رہے ہیں۔

(مسند اللہ، ص ۱۰۰)

78 - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آٹا دھوئی ﷺ کے ساتھ سفر پر نکلے۔ راستے میں آپ نے حسین کریمین کے رونے کی سوزنی تو آپ کے پاس تشریف لے گئے اور رونے کا سبب پوچھا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ انہیں سخت پیاس لگی ہے۔ حضور ﷺ پانی کے لیے مشکیزے کی طرف بڑھے تو پانی ختم ہو چکا تھا۔ آپ نے لوگوں سے دریافت کیا مگر (گرمی کی وجہ سے زیادہ استعمال کے باعث) کسی کے پاس پانی موجود نہ تھا۔ آپ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، ایک صابن لے کر مجھے دیدو۔ انہوں نے پردے کے نیچے سے ایک شہزادہ دے دیا۔ آپ نے اسے سینے سے لگا لیا لیکن وہ سخت پیاس کی وجہ سے سسلسل رو رہا تھا۔

پس آپ ﷺ نے اس کے منہ میں اپنی مبارک زبان ڈال دی۔ وہ اسے چومنے لگا یہاں تک کہ سیراب ہو گیا۔ پھر میں اسے دوبارہ رونے کی سوزنی سنی جبکہ دوسرے بھی تک رو رہا تھا۔ حضور ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دوسرا صابن لے کر اس کے منہ میں بھی اسی طرح اپنی مبارک زبان ڈال دی تو وہ بھی سیراب ہو کر خاموش ہو گیا۔ (طبرانی فی الکبیر، مجمع الرواۃ، خصائص کبریٰ)

79 - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آٹا دھوئی ﷺ نے ارشاد فرمایا، اہلی! میں ان دونوں (یعنی حسن و حسین) سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت فرما۔ (مسند احمد، طبرانی فی الکبیر، مجمع الرواۃ)

80 - حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں، یا رسول اللہ ﷺ! آج رات میں نے بر خوب دیکھا ہے۔ فرمایا، وہ کیا ہے؟ عرض کیا، آپ کے جسم انور کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھا گیا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، تم نے چھ خوب دیکھا ہے۔ انشاء اللہ فاطمہ کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوگی جو تمہاری گود میں ہوگا۔ پس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور

وہ میری کود میں تھے جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔

یہ روز میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی تو رسول کریم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ میں عرض گزار ہوئی، یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا بات ہے؟ فرمایا، جبرئیل میرے پاس آئے تھے اور مجھے بتایا کہ عنقریب میری امت میرے اس بیٹے کو قتل کرے گی۔ میں نے کہا، نہیں (یعنی حسین کو)؟ فرمایا، ہاں! اور وہ میرے پاس اس جگہ کی مٹی لائے جو سرخ ہے۔

(وسائل النبوة للبیہقی، مشکوٰۃ)

81- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر اقدس لاکر طشت میں رکھا گیا تو وہ سے چھیننے لگا اور اس نے آپ کے حسن و جمال پر کلمہ چینی کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے کہا، ”خدا کی قسم! یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والے ہیں۔“ امام حنفی مقام نے وسمہ کا خطاب کیا ہوا تھا۔ (بخاری)

82- دوسری روایت میں ہے کہ میں ابن زیاد کے پاس تھا جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لایا گیا تو وہ ایک چھڑی ان کی ناک پر مارنے لگا ورنہ بھوکہ میں نے ایب حسن والہ نہیں دیکھا تو پھر نکا ذکر کیوں ہوتا ہے۔ میں نے کہا، تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔ (ترمذی)

83- عبد الرحمن بن یوسف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے احرام کے متعلق مسئلہ پوچھا۔ شعبہ نے کہا، میرے خیال میں مکھی مارنے کے متعلق پوچھا تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، یہ عراق والے مجھ سے مکھی مارنے کے متعلق مسئلہ پوچھتے ہیں، نیکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے نو سے کوشہید کر دیا تھا جبکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ یہ دونوں دنیا میں میرے دو بچوں ہیں۔ (بخاری)

84- حضرت مکھی بن سائبہ سے روایت ہے کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ رورہی تھیں۔ میں نے عرض کی، آپ کیوں روتی ہیں؟ فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ سر اقدس اور اڑھی مبارک گرد آلود ہے۔ میں عرض گزار ہوئی، یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو کیا ہو؟ تو آپ نے فرمایا، میں بھی حسین کی شہادت گاہ میں گیا تھا۔ (ترمذی)

85- حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن دوپہر کے وقت میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ گیسوئے مبارک بکھرے ہوئے ہیں اور دست مبارک میں ایک شیشی ہے جس میں خون تھا۔ میں عرض گزار ہوا، میرے ماں باپ آپ پر قربان! یہ کیا ہے؟ فرمایا، یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔ میں دن بھر سے جمع کرتا رہا ہوں۔ میں نے وہ وقت یاد رکھا تو معلوم ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ، اسی وقت شہید کیے گئے تھے۔ (وسائل النبوة للبیہقی، مسند احمد)

محمد زین و ست اعلیٰ حضرت امام احمد رضا صاحب ریوی جو مدظلہ فرماتے ہیں۔

وہ حسن مجتبیٰ سید الاخیاء راکب دوش عزت پہ لاکھوں سلام
لوح مر ہدیٰ موج بحر ندی روح روح سخاوت پہ لاکھوں سلام
شہد خواہ لعاب زبانا نبی چاشنی گبر عصمت پہ لاکھوں سلام
اُس حمید بلا شاہ گلگون قبا عکس ہر غربت پہ لاکھوں سلام

ہلوت طہر میں سے سیدنا علی، سیدہ فاطمہ، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم کے مناقب کے بعد چند متفرق فضائل کی احادیث پیش خدمت ہیں۔

دیگر اہل بیت کے فضائل

86- حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کے لخت جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو آقا داؤدی ﷺ نے فرمایا، ”بیشک اس کے ہے

جنت میں یہ دودھ پلانے والی ہے۔ (بخاری)

87 - حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگ قحط سے دوچار ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیعے بارش کی دعا کرتے۔ وہ کہتے، اے خدا ہم تیرے نبی کے وسیعے بارش مانگا کرتے تھے اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا کو وسیعے بناتے ہیں۔ پس ہم پر بارش برسا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر بارش ہو جاتی۔ (بخاری باب ذکر العباس)

88 - حضرت عبد المطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ غصے کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں بھی وہاں موجود تھا۔ تاہم مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہیں کس نے ناراض کیا؟ عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قریش کا ہمارے ساتھ یہ کیا سلوک ہے کہ جب آپس میں میں تو خندہ پیتانی سے ملتے ہیں۔ اور جب ہم سے ملیں تو دوسری طرح۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے یہاں تک کہ نہ نوریہ سرخ ہو گیا پھر فرمایا، قسم ہے س ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! ایمان کسی آدمی کے دل میں داخل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی خاطر تم سے محبت نہ کرے۔

پھر فرمایا، اے وکوا! جس نے میرے چچا جان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی کیونکہ آدمی کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔ (ترمذی)

89 - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عباس مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ (فضائل الصبیحۃ للعلامة ابن تریز)

90 - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا، میری صبح اپنے بیٹوں سمیت میرے پاس آنا تاکہ میں تمہارے وسیعے بارش مانگوں جو تمہیں نفع دے۔ چنانچہ جب ہم حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر ایک چادر اوڑھا کر دیا، لہی اعباس اور اسکی اور دیکھی وہ صحنی مشغرت فرمایا، تاکہ کوئی گناہ باقی نہ رہے اور انہیں انکی اولاد میں معزز فرمایا۔ (ترمذی)

91 - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے مبارک وسیعے سے لگا کر کہا، اے اللہ! اسے حکمت سکھا دے۔ دوسری روایت میں ہے کہ سے کتاب سکھا دے۔ (بخاری)

92 - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوئے تو میں نے آپ کے لیے پانی رکھ دیا۔ جب باہر نکلے تو فرمایا، یہ کس نے رکھا ہے؟ آپ کو بتایا گیا تو آپ نے میرے لیے دعا فرمائی، اے اللہ! اسے دین کی سمجھ عطا فرما۔ (بخاری، مسلم)

93 - غیب جاننے والے تاہم مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ نے ساتویں سو سال پر رکھا ہو ہے کہ حمزہ رضی اللہ عنہ اللہ اور سدا رسول ہیں۔ (مواعظ الدنیہ، مدارج النبوة)

94 - رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، میرے تمام چچاؤں میں سب سے بہتر حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ سید المہجد لہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ (مدارج النبوة)

95 - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد فی سبھم من قطنی نخبة (یعنی ان میں سے کوئی شہید ہو چکا ہے) سے مراد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ (تفسیر ابن عباس، مواہب الدنیہ)

96 - حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ایسے آنسو بہاتے نہ دیکھا جیسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر آپ کے آنسو بہے۔ آپ ان کے جنازے پر اس قدر روئے کہ آپ کو کٹش آ گیا۔ آپ نے فرمایا، اے حمزہ! اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا! اللہ کے شیر اور اس کے رسول کے شیر! نے نیکیوں کرنے والے! اے سختیاں جھیلنے والے! اے حمزہ! اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور کو گھلانے والے!۔ (مواعظ الدنیہ، مدارج النبوة)

97 - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو مسکین لوگوں سے محبت تھی، آپ ان کے پاس بیٹھتے اور ان کے گھل مل رہا تمیں کیا کرتے اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کنیت ابو المساکین رکھی ہوئی تھی۔ (ترمذی)

98- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں نے جعفر کو دیکھا کہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ ڈر رہے ہیں۔
(ترمذی)

99- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا، تم صورت دسیرت میں میرے مشابہ ہو۔
(ترمذی)

100- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے تو فرماتے، ”اس دوپروں یا دو ہزاروں وے کے بیٹے اتم پر سلام ہو“۔ (بخاری)

101- حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب سفر سے واپس آتے تو ہم آپ سے ملاقات کرتے۔ ایک بار سفر سے واپس پر میں اور حسن یا حسین آپ سے ملے تو آپ ﷺ نے ہم میں سے ایک کو سواری پر آگے بٹھایا اور دوسرے کو پیچھے یہاں تک کہ ہم مدینہ میں داخل ہوئے۔ (مسلم)

102- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غیب بتانے والے آکا دہولہ نے فرمایا، ہر نبی کو سات نجیب ورفیق یا رقیب دیے گئے جبکہ مجھے چودہ عطا ہوئے۔ پوچھا گیا، وہ کون ہیں؟ فرمایا، میں، میرے دونوں بیٹے حسن اور حسین، جعفر، حمزہ، ابوبکر، عمر، مصعب بن عمیر، بدر، سہیل، عمار، مقداد، حذیفہ اور عبد اللہ بن مسعود۔ (ترمذی)

103- حضرت سامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور فرمایا، اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت رکھ۔

104- دوسری روایت میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ انہیں پکڑ کر اپنی ایک ران پر بٹھا لیتے اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو دوسری ران مبارک پر۔ پھر یہ کہتے، اے اللہ! ان دونوں پر رحم فرما کیونکہ میں بھی ان پر مہربانی کرتا ہوں۔ (بخاری)

105- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اس کا سپہ سالار مقرر فرمایا۔ بعض لوگوں نے ان کو امیر بنانے پر نکتہ چینی کی چنانچہ آکا دہولہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا،

تم اس کی رات ہی کو ناپسند نہیں کرتے بلکہ تم تو اس کے باپ کی امارت میں بھی اس سے پہلے نکتہ چینی کر چکے ہو۔ حالانکہ خدا کی قسم اوہ رات کے رونق تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جو مجھے بہت پیارے تھے اور یہ ان بعد والوں میں سے ہے جو مجھے سب سے زیادہ پیارے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

106- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے چھری کر کے قریش کو پریشانی میں مبتلا کر دیا اور وہ کہنے لگے کہ حضرت سامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے سونے کی سفارش کی جرات کون کر سکتا ہے کیونکہ رسول کریم ﷺ ان سے محبت ہے۔ (بخاری کتاب مناقب)

107- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دیکھا کہ مسجد نبوی کے گوشے میں کپڑے پھیلا رہا ہے۔ تو آپ نے فرمایا، دیکھو یہ کون ہے؟ کسی نے کہا، اے ابو عبد الرحمن! کیا سب سے نہیں پہچانتے؟ یہ تو محمد بن اسامہ رضی اللہ عنہ ہے۔ یہ سن کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنا سر جھٹایا اور دونوں ہاتھوں سے زمین ریونے لگے پھر فرمایا، اگر رسول کریم ﷺ اسے دیکھتے تو ضرور اس سے محبت کرتے۔ (بخاری)

108- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لیے تین ہزار پانچ سو اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے تین ہزار و نصف مقرر فرمایا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا، وہ کہہ کر خدمت میں عرض گزار ہوئے کہ آپ نے اسامہ کو کس وجہ سے ترجیح دی جبکہ خدا کی قسم اوہ کسی موقع پر مجھ سے سبقت نہیں لے جا سکتے؟ فرمایا،

چونکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ کو تمہارا والد سے زیادہ پیارے تھے اور خود اسامہ تمہاری نسبت رسول کریم ﷺ کو زیادہ محبوب تھے جس میں نے رسول اللہ ﷺ کی محبت کو اپنی محبت پر ترجیح دی ہے۔ (ترمذی)

109 - حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ اسامہ کی ناک صاف کرنے لگے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عرض گزار ہوئیں، یا رسول اللہ!

آپ چھوڑیں، میں صاف کر دیتی ہوں۔ ارشاد فرمایا، اے عائشہ! اس سے محبت رکھو کیونکہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ (ترمذی)

110 - حضرت ہوسی رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی یمن سے آئے تو ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور ان کی ولدہ کورسوں کریم رضی اللہ عنہما کے گھر

کثرت سے آئے جانے اور آپ کے ساتھ رہنے کی وجہ سے یہ سمجھتے رہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت ہیں۔ (صحیح مسلم)

ہلیت اظہار میں سے سیدنا علی، سیدہ فاطمہ، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم اور بعض دیگر ہلیت کرام کے فضائل و مناقب میں 151 حدیث پیش کرنے

کے بعد اب زوج مطہرات رضی اللہ عنہم کا ذکر کرتے ہیں۔

زوج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم

رسول کریم ﷺ کو دنیا سے جو چیزیں محبوب و پسندیدہ تھیں انہی میں سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم تھیں۔ حضرت عبداللہ بن ابی ولہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول کریم ﷺ نے فرمایا، میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میں اہل جنت کے سوا کسی سے نکاح نہ کروں تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو قبول فرمایا۔ (حاکم،

طبرانی)

حضور ﷺ اپنی زوج مطہرات سے خود بھی حسن سلوک فرماتے تھے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جانا آپ کو محبوب تھا۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت

ہے کہ میں نے تادمولی ﷺ کو اپنی ازواج مطہرات سے فرماتے ہوئے سنا، میرے بعد تم پر دل کھول کر فرج کرنے والا سچا نیکو کار ہوگا۔ (مسند احمد)

اب زوج مطہرات رضی اللہ عنہم کی شان میں چند آیات ملاحظہ فرمائیں۔

1- يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لُنْسُنُ كَاخِبٍ بَيْنَ النِّسَاءِ - (الاحزاب: ۳۲)

"سے نبی کی بیسویاتم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو"۔ (کنز الایمان)

اللہ تعالیٰ بے مثل ہے، اس کا قرآن بے مثل ہے، اس کا رسول ﷺ بے مثل ہے اور اس کے رسول ﷺ کی ازواج بھی بے مثل ہیں۔ اس سے بہت مبارکہ سے

ثابت ہوا کہ زوج مطہرات عام عورتوں کی طرح نہیں ہیں بلکہ ان سے افضل اور بے مثل ہیں۔

صدر فاضل مدظلہ فرماتے ہیں، "تمہارا مرتبہ سب سے زیادہ ہے اور تمہارا اجر سب سے بڑھ کر ہے، جہاں کی عورتوں میں کوئی تمہاری ہمسر نہیں"۔ (قرآن

العرفان)

2- النَّبِيُّ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ - (الاحزاب: ۶)

"یہ نبی مسلمانوں کا ولی ہے اور اس کی ایمان ان کی مائیں ہیں"۔ (کنز الایمان از امام احمد رضا رحمہ اللہ)

اللہ تعالیٰ نے اس سے بہت کریمہ میں رسول کریم ﷺ کے مالک و مختار ہونے کی صفت بیان فرما کر آپ کی ازواج مطہرات کو تمام ایمان و عوں کی مائیں قرار دیا

ہے، اسی لیے زوج مطہرات کو امہات المؤمنین یعنی "مومنوں کی مائیں" کہا جاتا ہے۔ جس طرح ماں کا درجہ تمام عورتوں سے زیادہ ہوتا ہے، اسی طرح

زوج مطہرات تمام عورتوں سے اعلیٰ و افضل ہیں اور ان کی تعظیم و تکریم سب مومنوں پر لازم ہے۔

3- وَنُكُنُّنَّ بُرَدًا لَّهُ وَرَسُولُهُ وَاللَّذَا الْأَجْرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحَبِّبِ مِجْسًا أُخْرًا عَظِيمًا - (الاحزاب: ۲۹)

"اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو جیسا کہ اللہ نے تمہاری نیکی والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے"۔ (کنز الایمان)

اس آیت میں تادمولی ﷺ کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی برکت سے ازواج مطہرات کو اجر عظیم کی بشارت دی گئی ہے۔ چونکہ تمام زوج مطہرات نے اللہ

تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی خاطر دنیا اور اس کی لذتوں اور آسائشوں کو ٹھکرادیا اور اللہ و رسول ﷺ کی محبت کو تمام دنیا پر ترجیح دی اس لیے وہ اس بشارت کی مستحق

ہو گئیں جو س میت میں مذکور ہے۔ پس ثابت ہوا کہ تمام ازواج مطہرات جنتی ہیں۔

4- وَمَنْ يَفْتِ مَنْكُرٌ لَّهُ وَرَسُولُهُ فَاعْمَلْ صَلَاتًا نُّؤْفًا نُّؤْفًا وَاعْتَصِمْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا۔ (الاحزاب: ۳)

”اور جو تم میں فرما دے کہ یہ اللہ اور رسول کی اور اچھا کام کرے، ہم اسے اوروں سے دوا ثواب دیں گے اور ہم نے اس کے لیے عزت کی روزی تیار رکھی ہے۔“

(کنز الایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ)

رسول کریم ﷺ کی طاعت و فرمانبرداری کرنے پر رب تعالیٰ نے ازواج مطہرات کے لیے اجر عظیم کو دو گنا کرنے کی خوشخبری دی اور عزت والہ رزق دینے کا وعدہ بھی فرما دیا۔ زواج مطہرات کے لیے ڈگنے اجر کی وجہ یہ ہے کہ ان کے عمل کی دو جہتیں ہیں۔ اول: اللہ اور رسول کی طاعت، دوم: رسول کریم ﷺ کی رضا جوئی۔

(تفسیر قرآن العرفان)

5- إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

”اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ نبی کے گھر والوں کو تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔“ (احزاب: ۳۳، کنز الایمان)

سورۃ الاحزاب کی اس سے سابقہ آیات میں رب کریم ﷺ نے ازواج مطہرات کی فضیلت و عظمت بیان فرما کر انہیں پرہیزگاری کی تلقین فرمائی اور اس میت میں کلی پاکیزگی کو بیان فرمایا۔ گویا جن مقدس خواتین کے سروں پر زویجہ مصطفیٰ علیہ السلام کا مبارک تاج سجا تھا، رب تعالیٰ نے انہیں طہارت و پاکیزگی کا پیکر بنا کر کاشیہ نبوت کی زمین بنا دیا۔ اس آیت کے حوالے سے تفصیلی گفتگو پہلے ہو چکی ہے۔

6- وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُبَايَعُوا أَزْوَاجَهُمْ بَعْدَ مَا بَيَعُوا۔ (الاحزاب: ۵۳)

”اور تمہیں (حق) نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذا کو، اور نہ یہ کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔“ (کنز الایمان)

اللہ تعالیٰ نے زواج مطہرات کو مومنوں کی مائیں قرار دیا ہے اس لیے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری وصال کے بعد کوئی ان سے نکاح نہیں کر سکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ تاہم وہی ﷺ کو روضہ قدس میں حقیقی جسمانی حیات حاصل ہے اس لیے بھی آپ کی ازواج دوسرا نکاح نہیں کر سکتیں۔ حیاتِ نبویہ کرام کے عقیدے پر تفصیلی و دلائل فقیر کی کتاب ”مزرات اولیاء اور توسل“ میں ملاحظہ فرمائیں۔ قرآن و حدیث کے مضامین کی امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ نے کیا خوبتر جہتی فرمائی ہے،

انبیاء کو بھی اجل آتی ہے	مگر ایسی کہ نظر آتی ہے
پھر اسی آن کے بعد انکی حیات	مثل سابق و عی جسمانی ہے
اس کی ازواج کو جائز ہے نکاح	اُس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ اُن کا	جسم پُر نور بھی روحانی ہے

7- فَرَحِي مِنْ ثَمَاءٍ مَهْشُرٍ وَتَوَيُّ الْيَكِ مِنْ ثَمَاءٍ وَمِنْ ابْنَيْتِ مَسْ عَزَلْتِ فَلَا تُسَاحَ عَلَيْكَ ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ تَقْرَأَ عَيْنَهُنَّ وَلَا

يَحْرُورُ وَيَرْحَبِينَ مِمَّا اتَّيْنَهُنَّ كُنُفَهُنَّ۔ (الاحزاب: ۵۱)

”آپ (تھیں) رہے کہ) پیچھے ہٹاؤ ان میں سے جسے چاہو اور اپنے پاس جگہ دو جسے چاہو۔ اور جسے تم نے کنارے (یعنی دور) رو دیا تھا، اسے تمہارا جی چاہے تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ ہر اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غم نہ کریں، اور تم انہیں جو کچھ عطا فرمائو اس پر وہ سب کی سب راضی رہیں۔“

(کنز الایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ)

رب تعالیٰ نے مسلمانوں و پٹی بیویوں کے ساتھ عدل و مساوات کا حکم دیا ہے لیکن اس آیت کریمہ کے ذریعے اپنے محبوب رسول ﷺ کو اس حکم سے مستثنیٰ فرما دیا۔ اس کے باوجود تاہم ولی ﷺ پٹی ازواج مطہرات سے عدل و مساوات کا سلوک فرماتے رہے۔ یہ اختیار عطا فرمانے کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ ازواج مطہرات تاہم ولی ﷺ سے راضی رہیں اور یہ سمجھ لیں کہ جب حضور پر کوئی پابندی نہیں رہی تو اب آقا کریم جسے چاہیں جتن وقت عنایت فرمائیں، انہیں کسی قسم کے اعتراض کا حق نہیں رہا۔

’ن کے لیے یہی غنیمت اور رب تعالیٰ کی نعمت ہے کہ انہیں محبوب کبریٰ ﷺ کی زوجیت میں ہونے کا شرف حاصل ہے۔“ ن تفسر غنمہن کے مفاد سے ثابت ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ کو ازواج مطہرات کی خوشی ملحوظ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ سے اس سفر فرماتی ہیں کہ میں ان عورتوں پر غیرت کھاتی تھی جنہوں نے اپنی جان آقا ولی ﷺ کے لیے بہہ کر دی تھی۔ میں نے عرض کی، کیا عورت پٹی جان بہہ کرکتی ہے؟ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی تو میں نے بارگاہ نبوی میں عرض کی، میرے آقا میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خوش کو پور کرنے میں جلدی فرماتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

8- لَا يَجْعَلُ لَكِ الْيَسَاءُ مِنْ مِّنْ بَعْدِ وَلَا أَنْ تَسْأَلِ بَعْضٌ مِنْ أَرْوَاحٍ -

’ن کے بعد اور عورتیں تمہیں حد نہیں اور نہ یہ کہ ان کے عوض اور بیبیاں بدلوا اگرچہ تمہیں ان کا حسن بھائے مگر کنیز تمہارے ہاتھ کا ماں، اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔“

(الاحزاب: ۵۲، کنز الایمان)

سورۃ الاحزاب کی آیت ۲۸ اور ۲۹ میں مذکور ہوا کہ ازواج مطہرات کو یہ اجازت دی گئی تھی کہ وہ چاہیں تو فقر و فاقہ اور تنگی کے ساتھ کاش تہ نہوت میں رہیں اور چاہیں تو لگ ہو جائیں تو سب ازواج مطہرات نے دنیاوی آسائشوں کو ٹھکرا کر سرکارِ دو عالم کا قرب پسند کیا۔ ان کے اس بیار کو پسند فرما کر رب کریم نے اپنے محبوب رسول ﷺ سے فرمایا کہ اب کسی اور کو شرف زوجیت نہ بخشیں اور نہ ہی ان میں سے کسی کو طلاق دیں۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے یہ ممانعت ختم کرتے ہوئے اس آیت کے حکم کو منسوخ فرمایا اور نکاح کی اجازت دیدی۔ لیکن پھر بھی سرکارِ دو عالم ﷺ نے کوئی نکاح نہیں کیا تا کہ ازواج مطہرات پر آپ کا یہ حسان رہے۔ (تفسیر بن کثیر)

9- وَادْكُرْنَ مَا يُبْغِي لِيِنَّ يَنْبُؤُنَّكُنَّ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا - (الاحزاب: ۳۳)

’اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت، بیشک اللہ ہر بار کی جانتا خبردار ہے۔“ (کنز الایمان)

اس آیت مقدسہ میں رب تعالیٰ نے ازواج مطہرات پر ایک خاص نعمت کا ذکر فرمایا ہے۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں،

سے نبی کی بیویوں رب تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد رکھو کہ اس نے تمہیں ایسے گھروں میں آباد کیا جہاں اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور حکمت پڑھی جاتی ہے اور اس عام پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرو کہ اس نے تمہیں اپنے لطف و کرم سے نوازا۔ نیز رب تعالیٰ تمہارے متعلق پوری طرح باخبر ہے کیونکہ اس نے اپنے محبوب رسول ﷺ کی زوجیت کا شرف تمہیں عطا کیا ہے۔ حکمت سے مراد صحت ہے۔ (تفسیر طبری زیر آیت لہذا)

اس آیت کریمہ میں رب تعالیٰ نے امہات المؤمنین عام مدینہ کو قرآن و سنت کے علوم یاد کرنے کی تلقین بھی فرمائی۔ چونکہ یہ صفت گاہ نبوت کی زردار تھیں۔ حضور کے گھر کے حوالہ و اطوار کو ان سے بہتر کون بیان کر سکتا تھا۔ ازواج مطہرات نے اس حکم پر ایسا عمل کیا کہ وہ لوگوں کی بہترین رہنما اور معلمات بن گئیں اور بعض نے تو علوم قرآن، روایت حدیث اور فقہ میں نمایاں خدمات انجام دیں۔

خصوصاً ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے تلامذہ حدیث کی تعداد دو سو بیان ہوئی ہے جبکہ کثرت صحابہ کرام آپ سے دینی مسائل میں استفادہ کرتے

تھے۔ صلابت قوی صحابیات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ امہات المؤمنین میں سے حضرت ام سلمہ، حضرت ام حبیبہ اور حضرت صفیہ سہیلہ صحابیات میں کے نام بھی مشہور ہیں۔

10 - وَاذْ قُلْتُ الْمَسْكُوتُ بِمَرْيَمَ ابْنِ اللَّهِ الصَّطْفَكِ وَظَهَرَ كِ وَالصَّطْفَكِ عَلِي نَسَاءِ الْعَلَمِينَ۔ (آل عمران ۴۲)

”اور جب فرشتوں نے کہا، مریم ابھی اللہ نے تجھے چن لیا اور خوب سحر کیا اور آج سارے جہان کی عورتوں سے تجھے پسند کیا۔“ (کنز الایمان)

اس آیت مبارکہ میں حضرت مریم علیہا السلام کی فضیلت اور ان کا اس وقت میں سارے جہان کی عورتوں سے افضل ہونا بیان ہوا ہے۔ اس کا سبب کثرت عبادت اور عفت و پاکیزگی کے علاوہ یہ نبی سے نسبت کا ہونا ہے۔ یعنی آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں۔ اسی طرح ازواج مطہرات کو دیگر جہان کی عورتوں پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول ﷺ سے زوجیت کی نسبت رکھتی ہیں۔

اب امہات المؤمنین سلام اللہ علیہن کے مختصر احوال پیش کیے جا رہے ہیں۔

1- أم المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا:

رسول کریم ﷺ نے سب سے پہلا نکاح پنجویں سال کی عمر مبارک میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جبکہ ان کی عمر چالیس سال تھی اور وہ قریش کی ایک بڑی خاتون تھیں۔ قریش کے بڑے بڑے سرداروں نے انہیں نکاح کے پیغام بھیجے لیکن انہوں نے سب ٹھکر لاپے اور نبی کریم ﷺ کے لیے انہوں نے خود نکاح کی خواہش ظاہر کی۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی عورت ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کی نبوت کی تصدیق فرمائی۔ آپ نے اپنا تمام مال حضور کی رضا کے لیے خرچ کیا۔ ”تاہم مولیٰ ﷺ کی تمام ورثہ آپ ہی سے پیدا ہوئی سوائے حضرت ام ایمنہ رضی اللہ عنہا کے جو سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے خدیجہ کی محبت عطا کی گئی ہے۔“

حضور ﷺ کو آپ سے اس قدر محبت تھی کہ آپ کی حیات مبارکہ میں حضور نے دوسری شادی نہیں فرمائی۔ آپ کا وصال بعثت کے دسویں سال ۱۰ھ رمضان میں ہوا۔ آپ کی فضیلت میں یہ بات ہی کافی ہے کہ آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ ﷺ! امیرت میں سامن اور کھانا لیکر خدیجہ آ رہی ہیں۔ جب آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں تو انہیں ان کے رب کا اور میر اسلام کہیے گا اور انہیں جنت میں موتی کے محل کی بشارت دیجیے گا جس میں کوئی شور یا تکلیف نہیں ہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، مجھے نبی کریم ﷺ کی کسی زوجہ پر اتنا شک نہیں آتا جتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر، حالانکہ میں نے انہیں دیکھا نہیں ہے لیکن ”تاہم مولیٰ ﷺ اکثر ان کا ذکر فرماتے رہتے ہیں۔“ (بخاری کتاب المناقب)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، اپنے زمانے کی عورتوں میں بہترین مریم بنت عمران علیہا السلام تھیں اور بچے زہانے کی عورتوں میں بہترین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔ (بخاری کتاب المناقب)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”تاہم مولیٰ ﷺ نے فرمایا، تمام جہان کی عورتوں میں سے مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد ﷺ اور فرعون کی بیوی سیدہ کی فضیلت جانتا کافی ہے۔ رضی اللہ عنہما، (ترمذی ابواب المناقب)

حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ احمد مختار رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اہل جنت کی تمام عورتوں میں سے افضل ترین چار ہیں۔ خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد ﷺ، فرعون کی بیوی سیدہ اور مریم بنت عمران۔ رضی اللہ عنہما، (مسند احمد، المستدرک، صحیح ابن حبان)

2- أم المؤمنين سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا:

سیدہ سودہ ۴۴ سالہ بابتیہ قریش کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ ہجرت نبوی کے لوہل میں اسلام لائیں اور اپنے شوہر کے ہمراہ حبشہ ہجرت کی۔ آپ حبشہ سے واپس مدینہ منورہ آئیں تو خواب دیکھا کہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے ہیں اور قدم اقدس ن کی گردن پر رکھا ہے۔ آپ نے یہ خواب اپنے شوہر سے بیان کیا تو انہوں نے کہا، اگر تم سچ کہتی ہو تو پھر تعبیر یہ ہے کہ میرا انتقال جلد ہوگا اور میرے بعد حضور ﷺ تمہیں چاہیں گے۔ چنانچہ اسی طرح ہو اور حضور ﷺ نے سیدہ خدیجہ سے مدینہ کو وصال کے بعد آپ سے نکاح فرمایا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”میں نے کسی عورت کو حسد سے خالی نہیں دیکھا سوائے حضرت سودہ کے۔“ طاہرہ بیار میں بھی آپ نمایاں مقام رکھتی تھیں۔ حب آپ پر بڑھا پے نے غلبہ کیا تو آپ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! مجھے آپ سے کسی چیز کی خواہش نہیں ہے۔ میری تمنہ صرف یہ ہے کہ کل قیمت میں میرا حشر آپ کی زوجہ مطہرات میں ہو، اس لیے میں اپنی باری کا دن عائشہ کو سونپتی ہوں۔ حضور ﷺ نے آپ کی خواہش منظور فرمادی۔ آپ سے پانچ حدیث مروی ہیں۔

3- أم المؤمنين سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

آپ کا نام عائشہ اور لقب حمیر اور صدیقہ ہیں۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ بچپن ہی سے ذہین اور دلیر تھیں۔ آپ فزوہ احد میں مشک اللہ کر ڈھیوں کو پانی پرتیں۔ فزوہ خندق میں خیمہ سے باہر نکل کر جنگ کا نقشہ دیکھا کرتیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، جب نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا تو وہ چھ سال کی تھیں اور انکی رخصتی ہوئی تو وہ نو ماہ کی تھیں۔ (بخاری کتاب النکاح)

اس پر بعض مستشرقین نے نو ماہ لڑکی کو بچہ ہی بنانے کے حوالے سے اعتراض کیا جس کے جواب میں بعض علماء نے تحقیق کے بعد مذکورہ روایت کو بعض دیگر روایت کے متعارض قرار دیا۔ ان علماء کی تحقیق کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

یوسف بن یوسف کہتے ہیں کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، جب یہ آیت (سورۃ القمر کی آیت ۳۶) حضور ﷺ پر مکہ میں نازل ہوئی تو ان دنوں میں ایک نو عمر لڑکی تھی اور کھیلا کرتی تھی۔ (بخاری کتاب التفسیر)

مفسرین کرام کے مطابق یہ سورت سال ۵ نبوی میں نازل ہوئی۔ اسی سال سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ جیر بن مطعم کے گھر تشریف لے گئے جن سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پہلی ملاقات ہو چکی تھی، تاکہ کئے گھر والوں کو ان سے نکاح پر راضی کیا جائے۔ وہ راضی نہ ہوئے اس پر یہ منگنی ختم ہو گئی۔ (تاریخ طبری ج: ۳۹۳، طبقات ابن سعد ج: ۸، ۳۹)

ان حوالوں سے معلوم ہو کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت آٹھ نو سال تو ہوگی اسی لیے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کی شادی کرنے پر آمادہ تھے۔ بخاری کی مذکورہ حدیث سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی عمر آٹھ نو سال ہوگی، انسی لحناریہ (میں نو عمر لڑکی تھی) کے الفاظ سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے۔ بخاری ہی کی ایک روایت اور ملاحظہ کیجیے۔

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، ”جب میں نے ہوش سنبھالا تو اپنے والدین کو دین کی آغوش میں دیکھا۔ بولی دن یہاں گزرتا جب حضور ﷺ ہمارے گھر صبح و شام تشریف نہ لاتے ہوں۔ جب مسلمان آزمائشوں میں مبتلا ہوئے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ حبشہ ہجرت کے واسطے نکلے۔“ بچے کس عمر میں ہوش سنبھالتے ہیں؟ کم از کم چار پانچ سال عمر تو لازمی ہے۔ نبوت کے پانچویں سال ہجرت حبشہ نیز نبوت کے تیرھویں سال مدینہ ہجرت کا واقعہ ہو۔ کوہ ہجرت حبشہ سے بھی کئی سال پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا چار پانچ سال کی تھیں تو احوال ہجرت حبشہ کے وقت ساڑھے ۵ نبوی میں آپ کی عمر آٹھ

نوسا ہی ہوگی جیسا کہ پہلے مذکور ہوا اور ہجرت مدینہ کے وقت سولہ مہینہ سال ہوگی۔

سیرت بن ہشام میں السابقون الاولون کے عنوان سے پہلے اسلام لانے والوں کی جو فہرست تحریر ہے اس میں بیسویں نمبر پر سیدہ عائشہؓ کا نام گرمی موجود ہے۔ یعنی نبوت کے پہلے سال آپ اسلام لائیں اس وقت کم از کم آپ کی عمر چار پانچ سال تو ضرور ہوگی کہ اسلام لانے کے لیے باہوش ہونا ضروری ہے۔

خدا صہ یہ ہے کہ سیدہ عائشہؓ کی نوسال میں رخصتی والی جس روایت کی بناء پر مستشرقین اور اسلام دشمن آکاہولیؒ پر اعتراض کرتے ہیں، وہ روایت مذکورہ روایات کے متعارض اور روایت کے بھی خلاف ہے کہ نوسال کی بچیوں کی رخصتی نہیں کی جاتی۔ ان دلائل کی بناء پر ایک خیر یہ ہے کہ ۲ھ میں رخصتی کے وقت سیدہ عائشہؓ نبیؐ کی عمر کم و بیش مہینہ ساڑھے چار سال ہوگی۔

بہر حال سیدہ عائشہؓ کی عمر سے قطع نظر یہ ضرور ثابت ہے کہ نکاح سے قبل حضورؐ کو آپ خواب میں دکھادی گئی تھیں اور یہ بتا دیا گیا تھا کہ یہ بچی زوجہ ہوگی۔

سیدہ عائشہؓ نبیؐ کی بیوی بن کر تھی ہیں کیا آکاہولیؒ نے فرمایا ہم مسلسل تین راتیں مجھے خواب میں دکھائی گئیں۔ ایک فرشتہ ریشمی کپڑے پر تمہاری تصویر لیکر آیا اور کہا یہ آپ کی زوجہ ہیں، ان کا چہرہ دیکھے۔ میں نے وہ کپڑا اٹھوا تو وہ تم تھیں۔ (متفق علیہ)

رسول کریمؐ کی رضا جوئی کے لیے لوگ اس دن تھے جیسے تھے جس دن آپ کی باری ہوتی تھی۔ ازواج مطہرات نے عرض کی حضورؐ کو کون کو حکم دیں کہ وہ ہدیے پیش کیا کریں خواہ حضورؐ کسی زوجہ کے گھر ہوں۔ آپ نے فرمایا، مجھے عائشہ کے بارے میں ایذا نہ دو۔ بدشبہ مجھے کسی زوجہ کے بستر میں وحی نہیں آتی سوائے عائشہ کے۔

ایک مرتبہ حضورؐ نے سیدہ فاطمہؓ سے فرمایا، اے بیٹی! کیا تم اس سے محبت نہیں کرتیں جس سے میں محبت کرتا ہوں؟ سیدہ نے کہا، ہاں کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا، پھر تم عائشہ سے محبت رکھو۔ (مسلم)

رسول کریمؐ کا یہ بھی رشتہ ہے کہ عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے زید کی فضیلت تمام کھانوں پر۔ (بخاری کتاب من قب) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ انراض الوصال میں پوچھا کرتے کہ کل میں کہاں ہوں گا؟ کل میں کہاں ہوں گا؟ یعنی مراد یہ تھی کہ حضرت عائشہؓ کی باری کب آئے گی۔ اس پر ازواج مطہرات نے آپ کو اجازت دے دی کہ آپ جہاں چاہیں جلوہ افروز رہیں۔ چنانچہ آپ حضرت عائشہؓ سے نبیؐ کے حجرہ قدس میں رہے یہ تک کہ ان کے پاس ہی وصال فرمایا۔ (بخاری)

سیدہ عائشہؓ سے نبیؐ کے رشتہ سے حضرت اسماءؓ سے سب سے زیادہ قربت ہو گیا تو حضورؐ نے اسے حلاش کرنے کے لیے بعض صحابہ کو بھیجا۔ پھر نماز کا وقت آ گیا تو پانی نہ ملنے کی وجہ سے انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی۔ جب بارگاہ نبویؐ میں یہ معاملہ عرض کیا تو رب تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔ اس پر حضرت سید بن خنیسؓ نے کہا، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، آپ پر جب بھی کوئی مصیبت نازل ہوئی تو رب تعالیٰ نے آپ کو اس سے نجات دی اور مسلمانوں کے لیے اس میں برکت رکھ دی۔ (متفق علیہ)

حضرت عائشہؓ سے نبیؐ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ جبرئیلؑ ہیں جو تمہیں سلام کہتے ہیں۔ میں نے کہا، و علیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر کہا، میرے آقا! آپ وہ کچھ دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھتی۔ (بخاری)

آپ کا رشتہ ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی سات صفات عطا کی ہیں جو کسی اور کو نہیں ملیں۔ (۱) فرشتہ میری تصویر لیکر نازل ہو۔ (۲) حضور نے مجھ سے سات سال کی عمر میں نکاح کیا، نوسال کی عمر میں میری رخصتی ہوئی اور آپ کے نکاح میں صرف میں کنواری تھی۔ (۳) میرے ستر میں حضور پر وحی نازل ہوتی تھی۔ (۴)

میں سب سے زیادہ حضور محبوب تھی اور میں اس کی بیٹی ہوں جو حضور کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔ (۵) میری وجہ سے قرآن میں ان امور میں آیات نازل ہوئیں جن میں مت ہلاک ہو رہی تھی (مثلاً تخم اور حد قدف کے مسائل)۔ (۶) میرے سوا کسی زوجہ مطہرہ نے جبریل کو نہ دیکھا۔ (۷) میرے حجرے میں حضور کا وصال ہو، سوقت میرے ہونے سے ہوا کوئی آپ کے قریب نہ تھا۔ (طبرانی فی الکبیر، حجم الثر واند)

آپ کا یہ عزاز حاصل ہے کہ آپ کی برأت اور طہارت میں قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں۔ آپ سے دو ہزار دو سو صد شیشیں مروی ہیں۔ ۵۸۰ میں آپ کا وصال ہو۔

4۔ اُم المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا:

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو انہیں پیام میں آپ بھی اسلام لیں۔ پہلے حضرت حمیس رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں جو اصحاب بدر میں سے تھے۔

ان کے نکاح کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان سے نکاح کے لیے کہا، انہوں نے کہا، میں ابھی نکاح نہیں کرنا چاہتا۔ پھر آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نکاح کی پیشکش کی تو وہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سب حالت عرض کیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، حفصہ کی شادی اس سے ہوگی جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان کی شادی اس سے ہوگی جو حفصہ سے بہتر ہے۔ چنانچہ چند دن بعد سیدہ حفصہ کو نبی کریم ﷺ نے نکاح کے لیے قبول فرمایا اور اپنی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

سکے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملے اور فرمایا تم نے مجھ سے حفصہ کے نکاح کی خواہش ظاہر کی تو میں اس بے خاموش رہا کہ میں جانتا تھا، حضور ﷺ نے حفصہ سے نکاح کے متعلق فرمایا ہے اور میں ان کی بات قبل از وقت نہیں تانا چاہتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام نے بارگاہ نبوی میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے متعلق عرض کی، وہ راتوں کو بہت عبادت کرنے والی اور روزے رکھنے والی ہیں اور جنت میں بھی آپ کی زوجہ ہیں۔

علم و فضل کے اعتبار سے بھی آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ آپ سے ساٹھ حدیثیں مروی ہیں۔ کثیر صحابیہ اور نامی خواتین آپ کے حلقہٴ حلالہ میں داخل ہیں۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کا جو نسخہ تیار کیا تھا وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ ہی کی تحویل میں رہا۔ ۳۵ھ میں آپ کا وصال ہو۔

5۔ اُم المؤمنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا:

سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا تیبیہ بنو عامر سے تعلق رکھتی تھیں۔ نہایت عبادت گزار اور سخی دل خاتون تھیں۔ زمانہ جاہلیت میں مسکین پر بے حد شفقت کرنے اور انہیں کھانا کھانے کے باعث لوگ آپ کو اُم المساکین کہتے تھے۔ آپ کا پہلا نکاح حضور ﷺ کے چھوٹے بھائی حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہو جو غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ مشہور ہے کہ انہوں نے جنگ سے پہلے یہ دعانا لیا،

”سے خالق و مالک! مجھے یہ مدد مقبل عطا کر جو نہایت بہادر اور غضبناک ہو، میں تیری راہ میں لڑتا ہوں اور اے اللہ! میرے ہونٹ، ناک اور کان کاٹ ڈالے پھر جب میں تیرے پاس آؤں اور تو پوچھے، اے عبد اللہ! تیرے ہونٹ، ناک، کان کیوں کاٹنے کے تو میں عرض کروں، اے اللہ! تیرے در تیرے رسول کے ہیں۔“

ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور انہیں غیب سے شہادت کی بشارت ہوئی۔ وہ اس قدر بے جگری سے لڑے کہ انکی کواٹھ گئی۔ اہم معنی ﷺ نے انہیں چھوڑ کر چھڑی عطا فرمائی جو انکے ہاتھ میں کواٹھ گئی اور اس سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

اسی سال حضور ﷺ نے سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ آپ بہت کم مدت حضور کی خدمت میں حیات رہیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بعد آپ

دوسری زوجہ مبارکہ ہیں جن کا حضور ﷺ کی حیات ظاہری میں وصال ہوا۔ امہات المؤمنین میں صرف آپ کو یہ اعزاز حاصل ہو کہ رسول کریم ﷺ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور حنت، کتبع میں دفن فرمایا۔ ماہ ربیع الثانی ۳ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

6۔ اُمّ المؤمنین سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا:

آپ کا اصل نام ہند و رکبت اُم سلمہ ہے۔ آپ کا پہلا نکاح حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے ہوا جو حضور ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ آپ نے دونوں مرتبہ حبشہ کی طرف ہجرت کی، پھر حبشہ سے مدینہ آئیں۔ آپ پہلی صحابیہ ہیں جنہوں نے مدینہ ہجرت فرمائی۔

آپ نے نبی کریم ﷺ سے سن رہا تھا کہ جس مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے وہ یہ دعا مانگے، اللّٰهُمَّ اٰخِرُنِيْ فِيْ مُصِيبَتِيْ وَ حُفِّ لِيْ حِيْزَ مِنْهَا۔ "اے اللہ! اس مصیبت میں مجھے جرح عطا فرما اور مجھے اس سے بہتر بدل عطا فرما"۔ اس دعا کے پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ، جو نقصان ہو، اس سے بہتر نعم مہرب عطا فرمائے گا۔

آپ فرماتی ہیں، حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد میں اس دعا کو پڑھتی اور اپنے دل میں کہتی، ابوسلمہ سے بہتر مسلمانوں میں کون ہو سکتا ہے۔ لیکن حضور ﷺ کے رش و کفیل میں یہ دعا پڑھتی رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر شوہر یعنی نبی کریم ﷺ عطا فرمائے۔

تاہم نبی کریم ﷺ سے محبت کا یہ عام تھا کہ آپ نے حضور ﷺ کے چند موعے مبارک چاندی کی ڈبیا میں محفوظ کیے ہوئے تھے۔ صیہ کرام میں سے جب کوئی بیمار ہوتا تو وہ ایک پیالہ پانی لے کر آتے، آپ اس پانی میں حضور ﷺ کے موعے مبارک ڈبو دیتیں۔ ان کی رکت سے مریض کو شفا ہو جاتی۔ (بخاری)

آپ صاحبِ قوی صیہ بیات میں سے ہیں۔ علم و فضل کے اعتبار سے امہات المؤمنین میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد آپ کا درجہ ہے۔ آپ سے تین سو گھنٹہ (۳۷۸) حدیث مروی ہیں۔ کثیر صحابیات اور تابعین نے آپ سے استفادہ کیا۔

آپ نے چوراسی سال عمر پائی اور سب امہات المؤمنین کے آخر میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ۶۲ھ میں وصال فرمایا۔

7۔ اُمّ المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا:

آپ نبی کریم ﷺ کی پھوپھی زاد ہیں۔ آپ کا نام پہلے بڑھ تھا، حضور ﷺ نے تبدیل فرما کر زینب رکھا۔ آپ پہلے اسلام لانے اور ہجرت کرنے والی خواتین میں سے ہیں۔

پہلے آپ حضور ﷺ کے زکرہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ انہوں نے طلاق دیدی تو عدت کے بعد حضور ﷺ نے نبی کے ذریعہ آپ کو پیغام بھیجا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، جب میں زینب کے پاس گیا تو وہ میری آنکھوں میں ایسی بزرگ معلوم ہوئیں کہ میں کی طرف نظر نہ اٹھا سکا۔ آپ نے کہا، میں اس وقت تک کوئی جو ب نہیں دوں گی جب تک اپنے رب سے مشورہ نہ کر لوں۔

پھر آپ مصیبت پر گئیں اور دو رکعت پڑھ کر سجدے میں دعا کی، اے نبی! میرے نبی نے مجھے پیغام بھیجا ہے اگر میں انکے رفق ہوں تو مجھے ان کی زوجیت میں دیدے۔ اس وقت آپ کی دعا قبول ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئی،

"پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دیدی کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لے پالکوں (منہ بوسے بیٹوں) کی بیویوں میں، جب ان سے ان کا کام ختم ہو جائے"۔ (الاحزاب: ۴۷، کنز الایمان)

اس وحی کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا، کون ہے جو زینب کے پاس جائے اور یہ بشارت دے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے میری زوجیت میں دے دیا ہے۔ حضور ﷺ کی خادمہ مہی سیدہ دوڑیں اور یہ خوشخبری سنائی۔ اس پر آپ نے اپنے زیورات اتار کر اس خادمہ کو دیدیے اور جدہ شکر و کیا اور نذرمانی کہ دو ماہ کے روزے رکھوں گی۔

سب دیگر زوج کے سامنے سب بات پر فخر کیا کرتیں کہ تمہارا نکاح حضور ﷺ سے تمہارے والدین نے کیا ہے اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور اس کے کوہ جبریل ہیں۔ آپ ہی کی وجہ سے جناب کا حکم نازل ہوا۔

حضرت عائشہؓ سے سفر فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تم میں سے مجھ سے پہلے وہ ملے گی جس کے ہاتھ لے لیے ہیں۔ اس پر ہم بچے ہاتھ ناپ لگیں۔ (جسٹنی طور پر سیدہ سودہؓ سے سب کے ہاتھ زیادہ لے لیے تھے لیکن جب سیدہ زینب بنت جحشؓ سے سب کا وصال پہلے ہوا تو معلوم ہوا کہ بچے ہاتھوں سے مرد دنیا وہ صدق دینا ہے لہذا) سب سے لے لیے ہاتھ سیدہ زینبؓ سے، سب کے تھے کیونکہ وہ اپنے ہاتھوں سے کام کاج کیا کرتیں اور صدق و خیرات زیادہ کرتیں۔ (مسلم)

سیدہ عائشہؓ سے سفر فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت زینبؓ سے زیادہ کسی عورت کو بہت زیادہ نیک اعمال کرنے والی، زیادہ صدق و خیرات کرنے والی، صدقہ جمع کرنے والی اور بے نفس و عبادت میں مشغول رکھنے والی نہ دیکھا۔ آپ سے گیارہ احادیث مروی ہیں۔ آپ کا وصال ۵۳ برس کی عمر میں ۲۰ھ میں ہوا۔

8۔ اُمّ المؤمنین سیدہ جویریہ بنت حارثؓ رضی اللہ عنہا:

سب کا اصل نام بھی برہتہ جو حضور ﷺ نے تبدیل فرما کر جویریہ رکھا۔ آپ کا پہلا نکاح آپ کے عم زلم سے ہوا تھا۔ آپ کے شوہر اور ولد دونوں اسد م کے سخت دشمن تھے۔ آپ کے والد تیبہ بن مصطلق کے سردار تھے۔ انہوں نے مدینہ پر حملہ کی تیاری شروع کی تو حضور کو خبر ہو گئی۔ اسدی فوج مدینہ سے روانہ ہوئی اور شعبان ۵ھ میں مدینہ میں منقرض ہوئی کے بعد فتح ہوئی۔

فتح کے بعد حضور ﷺ ایک جگہ تشریف فرما تھے کہ حضرت جویریہؓ سے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! میں مسلمان ہو کر حاضر ہوئی ہوں۔ میں اس تیبہ کے سردار کا رشتہ کی بیٹی ہوں، اب قیدی کے طور پر ثابت بن قیسؓ کے حصہ میں آ گئی ہوں۔ وہ اس پر راضی ہیں کہ اتنے ماہ کے عوض مجھے چھوڑ دیں گے لیکن میں اس قدر ماہ دانیں کر سکتی لہذا آپ میری مدد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، میں وہ رقم ادا کروں گا اور تمہارے ساتھ اس سے بھی بہتر سلوک کروں گا۔ عرض کی، اس سے بہتر کیا ہوگا؟ فرمایا، تمہیں اپنی زوجیت کا شرف بخشوں گا۔ اس پر آپ خوش ہو گئیں۔

سیدہ جویریہؓ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، حضور ﷺ جب بنو مصطلق جہاد کے لیے تشریف لائے اس سے چند روز قبل میں نے خواب دیکھا کہ مدینہ سے چاند چلتا رہا ہے یہاں تک کہ وہ میری گھوٹ میں اتر آیا۔ میں نے یہ خواب کسی سے بیان نہ کیا۔ البتہ میں نے اپنے خواب کی خود ہی تعبیر نہ تھی جو پوری ہو گئی۔

سیدہ جویریہؓ رضی اللہ عنہا کے حرم نبوی میں داخل ہوتے ہی صحابہ کرام نے باہم کہا، ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ آکاہوں کی زوجہ مطہرہ کے رشتہ داروں کو قید میں رکھیں۔ چنانچہ ان کے قبیلے کے سو سے زائد قیدیوں کو رہا کر دیا گیا۔

سیدہ عائشہؓ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ازواج مطہرات میں سیدہ جویریہؓ رضی اللہ عنہا سے زیادہ اپنی قوم کے لیے خیر و برکت والی کوئی اور نہیں دیکھی۔

سب ہی کا ایک ورثہ دے دے کہ سیدہ جویریہؓ رضی اللہ عنہا بڑی شیریں اور نہایت حسین و جمیل تھیں، جو کوئی ان کو دیکھتا وہ ان کو بچے دن میں جگہ دینے پر مجبور ہو جاتا۔

سب بڑی عبادت گزار اور زکوة کرتھیں۔ آکاہوں کی جگہ تشریف لاتے تو آپ کو اکثر عبادت میں مشغول پاتے۔ آپ سے سات حدیث مروی ہیں۔

سب کا وصال ۶۵ سال کی عمر میں ۵۹ھ میں ہوا۔

9۔ اُمّ المؤمنین سیدہ ام حبیبہؓ رضی اللہ عنہا:

سب حضرت یوسفینؓ کی صاحبزادی، حضرت امیر معاویہؓ کی سگی بہن اور حضرت عثمانؓ کی پھوپھی زلمہ بنیں ہیں۔ سب بدت ہی میں سدم، ہیں

اور حبشہ کی جانب ہجرت ثانیہ کی۔ آپ کا پہلا شوہر عبید اللہ بن جحش مرتد ہو کر نصرانی ہو گیا اور حبشہ میں فوت ہوا۔ لہذا آپ اسلام پر مہبوطی کے تمام رہیں۔ آپ فرماتی ہیں: "میں نے یہ خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھے "یا اُمّ المؤمنین" کہہ رہا ہے۔ میں نے اس سے یہ تعبیری کہرسوں کریم ﷺ مجھ سے نکاح فرمائیں گے۔" چنانچہ حضور ﷺ نے عمر و بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو نکاحی کے پاس بھیجا کہ وہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کو آپ کے لیے نکاح کا پیغام دیں اور نکاح کر دیں۔ یہ پیغام سننے پر آپ بہت خوش ہوئیں لہذا آپ نے خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو اپنا وکیل بتایا۔ نکاحی نے آپ کے نکاح کا خطبہ پڑھا اور سب شرکاء کو دھانا دھویا۔

حضرت یوسفین رضی اللہ عنہما سے پہلے ایک مرتبہ مدینہ منورہ آئے تو آپ سے ملنے آئے۔ جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کے بستر پر بیٹھا تو آپ نے وہ بستر پیٹ دیا اور بچے ولد سے کہا، یہ بستر طاہر و مطہر ہے اور تم نجاستِ شرک سے آلودہ ہو اس لیے اس پر نہیں بیٹھ سکتے۔ یہ آپ کی "تاہولی" ﷺ سے محبت کی دلیل ہے۔

آپ نے بچے و صبا سے قبل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے کہا، مجھے ان امور میں معاف کر دو جو ایک شوہر کی بیویوں کے درمیان ہوجاتے ہیں۔ انہوں نے کہا، رب تعالیٰ تمہیں معاف کرے، ہم نے بھی معاف کیا۔ آپ نے کہا، اللہ تعالیٰ تمہیں خوش رکھے، تم نے مجھے خوش کر دیا۔

آپ پاکیزہ ذات، حمیدہ صفات، جو اونچی اور عالی ہمت خاتون تھیں۔ اسلام کی خاطر طویل سفر کی صعوبت اور تنگی و غربت کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ آپ "تاہولی" ﷺ کے ارشاد است پر پابندی سے عمل پیرا ہوئیں۔ آپ سے پینسٹھ (۶۵) احادیث مروی ہیں۔ ۳۲ھ میں مدینہ منورہ میں آپ کا وصال

10- اُمّ المؤمنین سیدہ صفیہ بنت حبیبہ رضی اللہ عنہا:

سب نبی سر نیل سے بتییدہ تفسیر سے ہیں۔ ان کا شوہر کنانہ غزوہ خیبر میں قتل ہو اور یہ اسیران جنگ کے ساتھ قبضے میں آئیں۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: "صیغہ تمہارے باپ نے میرے ساتھ ہمیشہ دشمنی و عدوت رکھی یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا۔ انہوں نے عرض کی، اللہ تعالیٰ کسی بندے کے گناہ کے بدلے کسی دوسرے کو نہیں پکڑتا۔ حضور ﷺ نے انہیں اختیار دیا کہ چاہیں تو آزاد ہو کر اپنی قوم سے مل جائیں یا اسلام لاکر حضور ﷺ کے نکاح میں آجائیں۔ انہوں نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! میں اسلام کی آرزو رکھتی تھی اور میں نے آپ کی رسالت کی تصدیق آپ کے دعوت دینے سے پہلے کی ہے۔ اب جبکہ میں نے آپ کے دربار گہر بار میں حاضر ہونے کا شرف پایا ہے تو مجھے کفر و اسلام کے درمیان اختیار دیا جا رہا ہے۔ خدا کی قسم! مجھے پٹی سزدی اور پٹی قوم کے ساتھ ملنے سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ محبوب ہے۔

ممکن ہے کہ اس طرح حضور ﷺ کو نئے حال کا امتحان لینا اور ان کی صداقت جانچنا مقصود ہو۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے انہیں سزدی کے نئے نکاح فرمایا۔ دوسرے دن حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا، جس کے پاس جو چیز ہو وہ لے آئے۔ لوگوں نے کھجور، پیڑ اور گھی، کریم خوان پر رکھ دیے۔ پھر ان چیزوں سے سیدہ (ہیس) تیار کیا گیا۔ حضور ﷺ کی برکت سے سب لوگ حکم سیر ہو گئے۔ آپ کا ولیمہ حضور اکرم ﷺ کے نزدیک بڑی عزت و شان و رتھ۔ اس نکاح سے قبل سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے بھی خواب دیکھا تھا کہ ان کی کوڑ میں چاند اتر آیا ہے۔ حضور ﷺ اور سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا جب مدینہ منورہ پہنچے تو سب دونوں کے نکاح ورسیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے حسن و جمال کی شہرت سن کر ازواج مطہرات اور مدینے کی خواتین انہیں دیکھنے آئیں۔ جب دیکھ کر جانے لگیں تو نبی کریم ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے آئے اور پوچھا تم نے صفیہ کو کیا پایا؟ جواب دیا، یہودیہ ہے۔ آپ نے فرمایا، یوں نہ کہو، وہ اسد تمہاری کھچکی ہیں اور ن کا قبول اسلام چھٹا اور بہتر ہے۔

ایک دن حضور ﷺ آپ کے پاس تشریف لائے تو آپ کو روتے ہوئے پایا۔ رونے کا سبب پوچھا تو عرض کی، عائشہ اور حفصہ کہتی ہیں کہ ہم صفیہ سے بہتر ہیں کیونکہ ہمیں رسول کریم ﷺ کے نسب کی شرافت حاصل ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، تم نے کیوں نہ کہا کہ تم کیسے بہتر ہو جبکہ میرے باپ ہارون علیہ السلام اور چچا موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

حضور ﷺ کے زمانہ عدالت میں سب اہمات المؤمنین جمع تھیں۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، خدا کی قسم! میں محبوب رکھتی ہوں کہ آپ کا یہ مرض مجھے ہو جائے۔ اس پر زوج مطہرات رضی اللہ عنہم نے اس بات کو بناوٹ جان کر انکی طرف دیکھا تو حضور ﷺ نے فرمایا، خدا کی قسم! صفیہ سچی ہے یعنی ان کا ظہر عقیدت بناوٹی اور نمائش نہیں بلکہ وہ سچے دل سے یہی چاہتی ہے۔

آپ سے دس حدیث مروی ہیں۔ ساٹھ سال کی عمر میں سن ۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

11- اُمّ المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا:

حضرت میمونہ بنت حارث عامریہ رضی اللہ عنہا کا بھی پہلا نام بڑھ تھا، حضور ﷺ نے تبدیل فرما کر میمونہ رکھا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ایسے بے مثل و داد رکھتی ہیں جو کسی اور عورت کو میسر نہیں۔ ایک دن اماد تو رسول کریم ﷺ ہیں دوسرے دن اماد حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ آپ کی بہن اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا کے شوہر ہیں۔ سبکی دوسری بہن، لبا بنت حارث رضی اللہ عنہا، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

ام میمونہ کے پہلے شوہر سے دو بیٹیاں تھیں ایک اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو پہلے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں پھر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آئیں۔ دوسری بیٹی زینب (یا کلثمی) بنت عمیس رضی اللہ عنہا ہیں جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ ان کی شہادت کے بعد شداد بن الہاد رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آئیں۔

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا ۷۰ھ میں بیوہ ہوئیں تو انکے بہنوئی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! آپ میمونہ سے نکاح فرمائیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے مد مہر سے دو میل کے فاصلے پر مقام سرف میں آپ سے نکاح فرمایا۔ آپ حضور ﷺ کی آخری زوجہ مبارکہ ہیں، آپ کے بعد حضور ﷺ نے کسی سے نکاح نہ فرمایا۔

حب حضور ﷺ کا نکاح کا بیچم سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو چھوٹا تو وہ اپنے اونٹ پر سوار تھیں۔ پیغام سن کر آپ نے کہا، ”یہ اونٹ اور جو کچھ اس اونٹ پر ہے سب اللہ اور اس کے رسول کے ہے۔“ مراد یہ ہے کہ آپ نے خود کو حضور ﷺ کے لیے بہہ کر دیا تھا اور یہ بات حضور ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ماتی ہیں کہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا ہم میں سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والی اور رشتہ داروں کا خیال رکھنے والی تھیں۔ کثرت سے نمازیں پڑھتیں اور لوگوں کو حکمت کے ساتھ نئی مسائل سکھاتیں۔ آپ سے چھتر (۶۶) احادیث مروی ہیں۔

جہاں آپ کا نکاح ہو تھا وہیں ۵۱ھ میں آپ کا وصال ہو اور آپ کو وہیں دفن کیا گیا۔ جب جنازہ اٹھانے لگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، یہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مبارکہ ہیں، جنازہ جھکے کے ساتھ نہ اٹھاؤ اور ہلا ہلا کر نہ چلو بلکہ لوب سے آہستہ آہستہ چلو۔ (بخاری، خزائن)

موہب لدنیہ، مدارج النبوت)

تعدد زوج کی حقیقت:

نبی کریم ﷺ نے ایسے معاشرے میں پرورش پائی جہاں خواہشات نفسانی کی آزادانہ تسکین کوئی عیب نہ سمجھی جاتی تھی۔ اس کے باوجود آپ پچیس برس کی عمر مبارک تک کسی عورت کی طرف مائل نہ ہوئے۔ آپ اپنے پاکیزہ کردار اور اعلیٰ اخلاق کی بناء پر صادق و امین کے القاب سے پکارے جاتے تھے۔

آپ کو پچیس برس کی عمر میں آپ سے پندرہ سال بڑی عمر کی خاتون نے شادی کا پیغام دیا جو صاحب اولاد بیوہ تھیں اور جن کے دو شوہر فوت ہو چکے تھے۔ آپ نے عمر کے اس واضح فرق کے باوجود ان دو بار بیوہ ہونے والی خاتون سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ پچیس برس کی عمر مبارک ہونے تک وہ تھا آپ کی زوجہ رہیں۔ یعنی آپ نے عین شباب کا عرصہ پچیس سال اس معمر بیوہ خاتون کے ساتھ گزارے اور وہ بھی اس طرح کہ ایک ایک ماہ گھر چھوڑ کر غار میں عبادت میں مشغول رہتے تھے۔

جس مقدس ہستی نے پٹی جونی کے پچیس سال ایک معمر بیوہ خاتون کے ساتھ اس طرح گزارے ہوں کہ کسی دشمن کو بھی انکے کردار پر انگلی اٹھانے کا موقع نہ ملا ہو، اور پٹی اس زوجہ سے ایسی محبت کی ہو کہ اس کے وصال کے بعد بھی اسے فراموش نہ کیا ہو، کیا اس مقدس ہستی کے متعلق کوئی یہ گمان کر سکتا ہے کہ ان کی کسی شادی کی وجہ خواہش نفس ہو سکتی ہے؟ کوئی منصف مزاج ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔

ام المومنین سیدہ خدیجہ کے نکاح کے کچھ عرصہ بعد سیدہ سودہ جو کہ ایک بیوہ خاتون تھیں، آپ نے ان سے نکاح کر کے نہیں تحفظ اور سہار دیا۔ سن ۲ھ میں سیدہ عائشہ کی رخصتی عمل میں آئی جبکہ اس وقت آپ کی عمر چھٹن (۶۳) سال ہو چکی تھی۔ اس عمر میں پہلی بار آپ کی دو ازواج جمع ہوئیں۔ اس کے ایک سال بعد سیدہ حفصہ پھر کچھ عرصہ سیدہ زینب بنت خزیمہ آپ کی زوجیت میں آئیں۔ سیدہ زینب بنت خزیمہ آپ کی زوجیت میں رہ کر فوت ہو گئیں۔ رضی اللہ عنہا

۳ھ میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ۵ھ میں سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا آپ کی زوجیت میں آئیں جبکہ آپ کی عمر مبارک ستاون (۵۷) سال ہو چکی تھی۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد اتنی بڑی عمر میں آ کر آپ کی چار بیویاں جمع ہوئیں۔ جبکہ آپ اس سے قبل بھی چار نکاح کر سکتے تھے جس وقت مت و چار زوج کی جازت ملتی تھی لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا حالانکہ آپ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ جتنے چاہیں، نکاح فرمائیں۔

۶ھ میں سیدہ زینب اور ۷ھ میں سیدہ ام حبیبہ، سیدہ صفیہ اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہن آپ کی زوجیت میں آئیں۔ انکے حالات پہلے تحریر ہو چکے ہیں۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ آپ کی زواج مطہرات میں سوائے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سب بیوہ تھیں۔ نیز آپ کے اکثر نکاح پچپن (۵۵) برس سے ہونے لگے (۵۹) برس کی عمر میں ہوئے ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ کے نبی جو کرتے ہیں وہ حق تعالیٰ ہی کی مرضی سے کرتے ہیں۔ یہ پانچ سال عرصہ آپ کے پیغمبر زینب کا اہم ترین دور تھا۔ ایک طرف آپ غزوات میں اسلامی فوج کی قیادت فرما رہے تھے تو دوسری طرف اسلامی توہین کی تشکیلیں و تعلیم اور مسلمانوں کی تربیت میں مصروف عمل تھے۔

اسی تعلیم و ترویج کی دینی ضرورت کے پیش نظر آقا مہولی ﷺ کے لیے تعدد و ازدواج ایک ضروری امر تھا۔ چونکہ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں رسول کریم ﷺ کی رہنمائی کی ضرورت نہ ہو خصوصاً بیویوں سے تعلقات اور ان میں عدل، اپنی اولاد اور سوتیلی اولاد کی تربیت و پرورش، جنابت و طہارت کے مسائل وغیرہ، اس طرح کے بیشمار معاملات میں امت کو ازدواج مطہرات ہی کے ذریعے راہنمائی ملی ہے۔

زوج مطہرات کی بعض دینی خدمات کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ دینی تعلیم و تدریس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام رسول کریم ﷺ نے خود بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ہو، "تم بچے دو تہائی دین کو عائشہ صدیقہ سے حاصل کرو"۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں کسی کو معالی قرآن، احکام حلال و حرام، اشعار عرب اور علم الانساب میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کام نہیں دیکھا۔ آپ نے وصی نبوی کے بعد اڑتالیس (۳۸) سال تک دین پھیلایا۔

تعدد زوج سے قبل کئی مصیبت کا خاتمہ ہوا، معاشرتی استحکام میں مدد ملی، غیر اسلامی رسوم کی ترویج کئی ہوئی اور سیاسی فوائد حاصل ہوئے، ان نکات کی تفصیلات کو ہم نے حواصط کے خوف سے چھوڑ دیا ہے۔

خلافت راشدہ قرآن کی روشنی میں:

1 - وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْلِبَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ مِمَّا كَانُوا يَكْفُرُونَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَلَيَسْلِبَنَّهُمْ مِنْ مَّا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۚ لَئِن كَانُوا يَفْقَهُونَ فَلَا يُغْنِي عَنْهُمْ كُفْرُهُمْ وَلَئِن كَانُوا يَفْقَهُونَ ۗ (سورہ: ۵۵)

" اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور انکے لیے جہاد دے گا ان کا وہ دین جو انکے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور انکے اگلے خوف کو ان سے بدل دے گا، میری عبادت کریں، میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں اور جو سبکے بعد ناشکری کرنے والے وہی لوگ بے حکم ہیں۔" (کنز الایمان)

اس آیت مبارکہ میں پانچ باتیں بیان ہوئی ہیں:-

(۱) اس آیت کے نزول کے وقت موجود مسلمانوں میں سے کچھ لوگ غلیفہ بنائے جائیں گے۔

(۲) یہ لوگ متقی اور عبادت گزار ہونگے۔

(۳) رب تعالیٰ پسندیدہ دین مستحکم بنا دے گا۔

(۴) ان کے خوف کو ان سے بدل دے گا۔

(۵) متقی بندوں کا خلیفہ ہونا عظیم نعمت ہے اور اس نعمت کی ناشکری کرنے والے فاسق ہیں۔

مفسرین صحیحہ پر مبنی سب سے پہلے جس نے اس آیت کو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ پر منطبق کیا اور اس وعدہ کا دور فاروقی میں پورا ہونا سمجھا، ۵۰ باب

معدنہ معظم سیدنا علیؑ ہیں۔ جب اسلامی لشکر ایران میں کسرئی کی افواج سے برسر پیکار تھا اور اس دوران کسرئی کے خود پٹی افواج کی قیادت کرنے کی خبر ملی تو سیدنا عمرؓ نے صحابہ پر ام سے لشکر اسلام کی قیادت کے لیے بغیر کسی قسم کے متعلق مشورہ کیا۔ حضرت علیؑ نے یہی سمیت پیش کر کے حضرت عمرؓ کو فتح کا بیٹھن دیا، اور محاذ پر نہ جانے کا مشورہ دیا۔ سیدنا علیؑ کا ارشاد شیعہ حضرات کی مشہور کتاب تہج البلاغہ کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔

”س دین و فتح کثرت لشکر سے نہیں ملی اور نہ کلیل تعدا اس کی ناکامی کی وجہ تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے جس کو اسی نے غالب کیا اور یہ اسی کا لشکر ہے جس کو اس نے خود تیار کیا ہے اور اس کی مدد فرمائی ہے یہاں تک کہ دین اس قدر پھیل گیا۔ ہم لوگوں سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے (یہاں اسی سمیت کی طرف اشارہ ہے) اور اللہ تعالیٰ پناہ و مدد ضرور پور فرمائے گا اور اپنے لشکر کو ضرور فتح دے گا۔“

(تہج البلاغہ ج: ۱، ۲۸۳، مطبوعہ مصر)

سیدنا علیؑ کے اس ارشاد و گہری سے واضح ہو گیا کہ وہ سیدنا عمرؓ کے لشکر کو اللہ تعالیٰ کا لشکر اور ان کی خلافت کو برحق سمجھتے تھے اسی لیے انہوں نے فرمایا کہ سمیت مذکورہ میں کیا گیا وعدہ اپنی خلافت فاروقی میں پورا ہو گا تمام مفسرین نے اس آیت مبارکہ سے خلفائے راشدین کی خلافت حقہ مراد ہے۔ یہی ثابت ہوا کہ خلفائے راشدین مومن و صالح ہیں کیونکہ خلافت کا وعدہ مومن و صالح امتیوں سے تھا۔

حدیث پاک سے یہ بھی ثابت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے خلافت صدیقی و فاروقی کی فتوحات کو اپنی فتوحات قرار دیکر ان پر خوشی کا ظہر فرمایا ہے۔ حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ غزوہ احزاب میں جب آقا صوملی ﷺ نے خندق کھودنے کا حکم دیا تو راہ میں ایک سخت چٹان حاصل ہو گئی۔ ہم نے ہار گا اور سالت میں عرض کی تو محبوب کبریا ﷺ نے کدال لیکر اس چٹان پر بسم اللہ کہہ کر ضرب لگائی تو اس کا تہائی حصہ ٹوٹ گیا۔ آپ نے فرمایا، اللہ کبریا مجھے ملک شام کی سنجیوں عطا ہوئیں اور میں یہاں سے شام کے سرخ محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر بسم اللہ کہہ کر آپ نے دوسری بار کدال ماری تو دو تہائی چٹان ٹوٹ گئی۔ آپ نے فرمایا، اللہ کبریا مجھے ایران کی سنجیوں عطا ہوئیں اور میں یہاں سے فارس کے سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے بسم اللہ کہہ کر تیسری بار کدال ماری تو باقی چٹان بھی ٹوٹ گئی اور آپ نے فرمایا، اللہ کبریا مجھے یمن کی سنجیوں عطا ہوئیں۔ خدا کی قسم! میں یہاں سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔

(ازلۃ النحلاء ج: ۱، ۳۶۷، سنائی، احمد)

یہ روایت شیعہ حضرات کے نام کلینی کی کتاب فروع کافی کتاب الروضہ ص ۱۰۲ مطبوعہ لکھنؤ میں بھی موجود ہے اور وہاں یہ الفاظ موجود ہیں، لقد فتحنا عسای فی ضربتی ہدہ کسور فیسرو کسری۔ ”میری اس ضرب سے قیصر و کسرئی کے خزانے میرے لیے فتح کر دیے گئے۔“ یہ فتوحات سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں ہوئیں۔ اگر روافض کے بقول حضرات شیخین غاصب و ظالم ہیں (سواء اللہ تو ان کے دور خلافت کی فتوحات کو رسول کریم ﷺ نے پٹی فتوحات کیوں فرمایا؟ اور کیا اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو زمین میں خلافت عطا فرمادی جبکہ اس نے مومن و متقی لوگوں کو زمین میں خلافت دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ پس اگر کوئی شخص خلفائے راشدین خصوصاً سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کو برحق نہیں مانتا اور ان کے بارے میں بدگولی کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے رش و دت ہی کا منکر نہیں بلکہ سیدنا علیؑ کے اس ارشاد کا بھی منکر ہے جو پورے مذکورہ ہوا۔

2- لَدَيْسٍ حَرِّحُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقِّ الْاَنْ يَقُولُوا رَبَّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفَعُ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ سَوَامِعُ وَبِحَعْزٍ وَ مَسْحَدٌ يَذْكَرُ فِيهَا سَمُّ لَمْ يَكُنْ لَمْ يَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ اِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ اَللّٰبِئْسَ اَنْ مَكَّهْتُمْ فِي الْاَرْضِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَتَوْا لِرِزْقِهِمْ وَمَنْزُورًا لِمَنْزُورًا وَبِهَوَاغِ الْمَكْرِبِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْاُمُورِ ۝ (الحج: ۳۰، ۳۱)

”وہ جو اپنے گھروں سے سمانحق نکالے گے صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اللہ اگر آدمیوں میں ایسا کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور رذیہادی جانیس خافیاں اور گر جانور کلیسے اور مسجدیں، جن میں اللہ کا بکثرت نام لیا جاتا ہے، اور بے شک اللہ ضرور مدد فرمائے گا جس کی جو سکے دین کی

مدد دے گا بیشک ضرور اللہ قدرت والا غالب ہے۔ وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو دیں تو نماز پر پارکھیں اور زکوٰۃ دیں اور بھدلی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں اور اللہ ہی کے لیے سب کاموں کا انجام۔ (کنز الایمان)

ان آیات میں پیشگوئی کی گئی ہے کہ مہاجرین صحابہ کو زمین میں اقتدار دیا جائے گا اور یہ لوگ اپنے اقتدار میں اقامتِ دین کا فریضہ سر انجام دیں گے۔ قرآنی پیش گوئی کا مصداق خلفائے راشدین ۷ؓ ہوئے۔

شہدوں المدحہ ش ۲۶۱ ص ۱۱۱، آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں، اِنَّ مَّكْتُمًا مِّنْهُمْ فِي حَقِّ عِلْمٍ خَلَقْتُمْ لَكُمْ عِلْمًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَكُونَ (یعنی اقامتِ دین) کو دوسرے جزو (یعنی تمکین) پر معلق کیا ہے۔ چونکہ خدایت شرعی اُس تمکین فی الارض کا نام ہے جو اقامتِ دین کے ساتھ ہو۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو گرز زمین میں تمکین دینے کی تو ضرور وہ تمکین، اقامتِ دین کے ساتھ ہوگی اور خلافتِ راشدہ کا بھی مطلب ہے۔ پس خلفائے راشدین جو کہ مہاجرین اولین میں سے تھے، جن کی نسبت یَفْتَنُونَ اور اُخْرُ خَوْاٰ آیا ہے اور جن کے لیے اذنِ جہاد کا قطعاً ثبوت ہے، اُن کو زمین میں تمکین ملنا بھی یقینی ہے۔ خدا صمد ہے کہ وہ حضراتِ خلفائے راشدین تھے کیونکہ خدایت راشدہ انہی دو اجزاء (یعنی تمکین فی الارض اور اقامتِ دین) کا نام ہے۔ (ازلہ اللغۃ ص ۸۹)

حضرت عثمان ۷ؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مبارکہ ہمارے بارے میں نازل ہوئی۔ ہمیں اس لیے ہجرت کرنی پڑی کہ ہم نے کہا، ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اقتدار بخشا تو ہم نے نماز کا نام کی، زکوٰۃ ادا کی، نیکی کا حکم دیا اور برائی سے منع کیا۔ پس یہ آیت میرے اور میرے ساتھیوں (سیدنا بوکر و عمر بن الخطاب) کے بارے میں نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر تفسیر الدر المنثور)

عمر بن الخطاب نے عصبہ غوثی سے کہا کہ یہ آیت اس آیت کی طرح ہے، وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسَّخِرَنَّ لَهُمْ الْوَعْدَ الْمَعْرُوفَ (تفسیر ابن کثیر)

(تفسیر ابن کثیر)

3- بِأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ يُعَاهِدُونَ لَكُمْ عَلَى الدَّائِمِ وَلَا يَحِلُّونَ لَكُمْ ذَلِكَ فَغَضِبَ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (المائدہ: ۵۴)

” سے ایمان و عاقبت میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو غریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیار (ہوگا)، مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت (ہو گئے)، اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے، اور اللہ وسعت و اعلم والا ہے۔“ (کنز الایمان)

اس آیت مبارکہ میں یہ پیش گوئی کی گئی ہے کہ بعض لوگ مرتد ہو جائیں گے اور پھر یہ بھی خبر دی گئی ہے کہ رب تعالیٰ ان مرتدین کے مقابلے کے لیے ایسے لوگ لائے گا جن میں مندرجہ ذیل صفات ہوں گی:-

- (۱) وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوں گے۔
- (۲) اللہ تعالیٰ ان کو محبوب ہوگا۔
- (۳) مسلمانوں پر نرم ہوں گے۔
- (۴) کافروں کے لیے سخت ہوں گے۔
- (۵) رضائے الٰہی کے لیے اسکی راہ میں لڑیں گے۔
- (۶) کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال نہ کریں گے۔
- (۷) ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوگا۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اہمہ مختار ﷺ کے آخری زمانے میں عرب کے تین گروہ مرتد ہو گئے تھے۔ ان میں ہر قسم کا پیغمبر کا تہ کا تہ۔ مدوہ زین سرکار دو عالم ﷺ کے وصال کی خبر ملنے ہی کئی قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان مکرہوں سے زکوٰۃ سے قتل کا فیصلہ کر لیا۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ نے قال جیسے انتہائی اقدام سے منع کیا۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ کی قسم! میں ان سے ضرور لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کریں گے۔ خدا کی قسم! اگر وہ زکوٰۃ میں ایک رسی یا بکری کا بچہ دے دے بھی انکار کریں گے جو وہ رسول کریم ﷺ کو دیا کرتے تھے، تو میں ان سے قتال کروں گا۔ یہ سن کر سیدنا عمر و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ سے متفق ہو گئے۔ یوں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جرات، ایمانی اور حسن تدبیر سے فتنہ ارتداد پر قابو پایا۔

اس پر اہلسنت اور اہل تشیع دونوں کا اتفاق ہے کہ مرتدین کے خلاف سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے جہاد کیا۔ آپ نے مختلف سمتوں میں کئی لشکر روانہ کیے۔ سب سے بڑا معرکہ مسیلہ کذاب سے ہوا جس میں کذاب اور اسکے ساتھی قتل کیے گئے۔ اس لیے مفسرین کے نزدیک اس آیت کا مصداق سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء ہیں۔ لاجلہ مذکورہ آیت میں جو سات صفات بیان ہوئیں، ان کا مصداق بھی آپ اور آپ کے تابعین ہی ہیں۔

ان صفات پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہونا نیز جہاد کا اعلان و انتظام کرنا ایسی صفات ہیں جن سے متصف ہونے کے لیے ہر مرتد رہنا ضروری ہے۔ لہذا اس آیت میں اشارہ ہے کہ مرتدوں سے جہاد کرنے والے لوگ ہر مرتد اور ہر اقتدار ہو گئے اور ان کا ہر مرتد اور ہونا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوگا۔ پس سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خلیفہ و امیر المؤمنین ہونا رب تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہے۔

4- قُلْ لِمَنْ حَبِطَتْ مِنْ الْأَعْرَابِ مَنَاسِكُهُمْ إِلَى اللَّهِ فَيُرْتَدِ الْأَكْثَرُ مِنْهُمْ فَوَلَّيْنَاكَ الْقَوْمَ الْأُولَىٰ نَأْسِ شَدِيدًا فَثَلَحُوا مِصْرَهُمْ ثُمَّ تَلَّوْا لِقَابِهِمْ كُذَّبُوا أَفِيئَةً وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْسِدُونَ ﴿١٦﴾ (الحج: ١٦)

"من پیچھے رہ گئے ہوئے گنواروں سے فرماؤ! انمقریب تم ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ ان سے لڑو، وہ مسمن ہو جائیں۔ پھر گرم فرما، ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ تمہیں چھوڑ دے گا اور اگر پھر جاؤ گے جیسے پہلے پھر گئے تو تمہیں دردناک عذاب دے گا۔" (کنز الایمان)

اس آیت کے پہلے حصے میں دو باتیں نمایاں ہیں۔ اول: یہ کہ جن کفار سے لڑائی کے لیے بلایا جائے گا وہ "أُولَىٰ نَأْسِ شَدِيدًا" یعنی تمام سابقہ جنگوں کے فریقین سے زیادہ قوت و شوکت والے ہونگے۔ دوم: یہ بلانا ایسے جہاد کے لیے ہوگا جس کے نتیجے میں یا تو کفار قتل کر دیے جائیں گے یا وہ مسمن ہو جائیں گے۔

غزوہ موت، غزوہ حنین، فتح مکہ، غزوہ تبوک وغیرہ کا تجزیہ کرنے پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اس آیت میں مذکور جنگ کا مصداق نہیں ہو سکتی کیونکہ ان میں مذکورہ بالا دونوں شرائط نہیں پائی جاتیں۔

کفر و ستم کا وہ عظیم خوریز معرکہ جو اس آیت کا مصداق ہو سکتا ہے وہ جنگ یمامہ ہے جو خلافت صدیقی میں مسیلہ کذاب سے لڑی گئی، جس میں ہزاروں صحابہ کرام شہید ہوئے، ہزاروں کفار قتل ہوئے اور باقیوں نے ہتھیار ڈال دیے۔

بعض مفسرین کے نزدیک اس جنگ کو قوم سے مراد اہل فارس و روم ہیں جن سے خلافت فاروقی و خلافت عثمانی میں جنگ ہوئی اور مسلمانوں نے فتح پائی۔ یہ ماننے میں بھی مضائقہ نہیں کیونکہ سیدنا عمر و سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کی خلافت کا حق ہونا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حق ہونے کی فریاد ہے۔

صدرالفاضل صمد فرماتے ہیں، "یہ آیت شیخین حلیہیں حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی صحبت خلافت کی دلیل ہے کہ ان کی خلافت پر حنت کا اور ان کی مخالفت پر جہنم کا وعدہ دیا گیا۔" (خزائن المعرفان)

آیت مذکورہ کے آخری حصے پر غور کیجیے۔ اس میں بھی دو باتیں واضح ہیں۔

اور - بددوں و جہد کی دعوت دینے والے خلفاء کی اطاعت کا حکم دیا اور اس پر اجر و ثواب کا وعدہ کیا۔

دوم - ناصفہ کی نافرمانی پر درناک عذاب کی وعید سنائی گئی۔

سے معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جن خلفاء کی اطاعت کو واجب قرار دیا اور ان کی نافرمانی پر عذاب کی وعید سنائی، ان کی خدمت حق ہے۔

خدا ص یہ ہے کہ سبت کا اولین مصداق حلیفہ بلا فصل سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ حضرت نافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے، "اللہ کی قسم! پہلے ہم یہ سبت پڑھتے تھے مگر ہمیں یہ علم نہ تھا کہ وہ جنگجو قوم کون سی ہے جس سے لڑنے کے لیے بلایا جائے گا لیکن جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہمیں حلیفہ کے ساتھ جنگ کے لیے بلایا تو ہم نے جان یا کہ یہی وہ قوم ہے جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔"

کثیر و بلیغ تفسیر کا یہی قول ہے۔ (تفسیر مظہری)

5- لِنُفْسِرَاہِ الْمُهَاجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اٰخَرُوْا مِنْ دِیَارِہِمۡ وَ اَمْوَالِہِمۡ یَتَّخُوْنَ قَضًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا وَنُصْرًا مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰبِقُوْنَ

"(وہ غنیمت) ان فقیر بھرت کرنے والوں کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے، اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے اور اللہ و رسول کی مدد کرتے، وہی سچے ہیں۔" (بخاری، ۸: کنز، بیان)

اس آیت کریمہ میں رب کریم نے مہاجرین صحابہ کرام کے سادقین اور سچے ہونے کی خبر دی ہے اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مہاجرین صحابہ کرام ہی نے خلیفہ بنا دیا تھا۔ حضرت بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو انصار نے کہا، ایک خلیفہ ہم میں سے ہو اور ایک مہاجرین میں سے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے گروہ انصار! کیا تم نہیں جانتے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کے مابین (اور انہیں نماز پڑھائیں) پس تم میں سے کون اس بات کو کوارا کرے گا کہ وہ ابو بکر کا امام بنے۔ انصار نے کہا، ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اس بات سے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیشو بنیں۔ (پھر سب نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی) (مصنف ابن ابی شیبہ سنائی، مستدرک، ازالۃ الخفاء، ج: ۱، ص: ۱۸۵)

اب دو باتیں ثابت ہوئیں۔

اور: مہاجرین صحابہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا اور اس آیت کی رو سے مہاجرین صحابہ جھوٹے نہیں ہو سکتے۔ لہذا مہاجرین صحابہ کرام کا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ برحق کہنا حق ہے۔ پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل بھی حق ہے۔

دوم: مذکورہ آیت میں تمام مہاجرین صحابہ کرام کو صادق و چا فرمایا گیا ہے اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مہاجر صحابی ہیں۔ مگر بقول روافض کے وہ خلیفہ برحق نہ ہوں بلکہ غاصب، جابر اور کاذب ہوں تو یہ قرآن کے خلاف ہوگا کیونکہ اس آیت کی رو سے تمام مہاجرین صحابہ بشمول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صادق ہیں۔ آپ کے صادق ہونے کے لیے لازم ہے کہ آپ کی خلافت برحق ہو۔

مزید یہ کہ آپ نے بولت و صبر، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا جس کی مہاجرین و انصار سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تائید کی۔ پس سبت کی رو سے سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا برحق ہونا ثابت ہو گیا۔

خطیب رسالت نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا قرآن کریم سے ثابت ہے۔ پھر یہی آیت تلاوت کر کے فرمایا، اللہ تعالیٰ جن کو صادق فرمائے وہ کبھی کاذب نہیں ہو سکتے۔ اور صحابہ کرام نے جنہیں قرآن نے صادق فرمایا ہے، ہمیشہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و حلیفہ رسول ہمدردی و محبت سے فرمایا ہے۔ بن کثیر، حدیث کہتے ہیں، یہ استدلال بہت قوی اور احسن ہے۔ (تاریخ الخلفاء، ص: ۱۲۹)

6- مُحَمَّدٌ رَّسُوْلٌ لِّہٖ وَاٰلِیۡنَ سُنَّةٍ عَلٰی الْکٰفِرِیۡنَ رَحِمًاۗ یُنۡہٰہُمۡ عَنْہُمۡ فَاَرٰہُمۡ رُکُوعًا سٰجِدًا یَّتَّخُوْنَ قَضًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیۡمًاۗہُمۡ فِیۡ وُجُوْہِہِمۡ مِّنۡ اٰثَرِ لِحُوْدٍ ذٰلِکَ مَثَلُہُمۡ فِی النَّوْرِۃِ وَمَثَلُہُمۡ فِی الْاٰنۡجِلِیۡ کَزُرۡعٍ اُخۡرِجَ شَطۡئُہٗ فَازَرٰہُ فَاسۡعَطَ فَسَوٰی عَلٰی

شوقه يعحث ليرزع ليعيط بهم الكفاز وغذ الله اللين اموا وعملوا الصلحت منهم معفرة و اجرا عظيما ○ (فتح ۲۹)

”محمد ﷺ کے رسول ہیں اور انکے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل، تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے، بعد میں گرتے، سدا کافضل و رضا چاہتے۔ ان کی عداوت نکلے چہروں میں ہے بحدوں کے نشان سے، یہ انکی صفت توریت میں ہے اور انکی صفت انجیل میں، جیسے ایک بھتی، س نے پنا پھنکا، پھر سے طاقت دی پھر دینے ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی، کسانوں کو بھلی لگتی ہے (یعنی ابتدا میں اسلام کے، نئے دے کم تھے رب ربیم نے صحیحہ کے ذریعے سے طاقت دی اور اللہ و رسول ﷺ کو صحابہ کرام بیارے بھلے لگتے ہیں) تاکہ ان سے کافروں کے دل طس، اللہ نے صدمہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور ہاتھ کاموں والے ہیں، بخشش اور بڑے ثواب کا“۔ (کنز الایمان)

اس سیت میں دین سدا کی مثال یہ بھتی سے دی گئی ہے اور کوئیل پھوٹنے سے لیکر درخت کے تنے پر کھڑا ہو جانے تک چار مراحل کا ذکر کیا گیا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہوی ص ۱۵۱ چار مراحل کے متعلق رقمطراز ہیں،

نبی کریم ﷺ نے مکہ میں جب مشرکوں کو اسلام کی دعوت دی تو گویا ”أَخْرَجَ شَطْنَهُ“ (کوئیل پھوٹنے) کا مرتبہ ظاہر ہو گیا۔ پھر حضور نے ہجرت فرمائی اور جہاں دیکھے یہاں تک کہ مکہ فتح ہو گیا تو ”فَأُزِرَّة“ (اسے طاقت دینے) کا درجہ حاصل ہوا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت شیخین رضی اللہ عنہما کے زہ نے میں قیصر و کسری سے جہاں ذکر کے ان کا نشان بنا دیا اور دین طاقتور ہو کر پھیل گیا، اب ”فَأَسْتَعْلَظُ“ (مضبوط ہو جانے) کا درجہ حاصل ہو۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زہ نے میں دیگر چھوٹی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا پھر اسلام مفتوحہ علاقوں میں پھیل گیا اور محدثین و فقہاء نے دین کی شاعت کی، اب ”فَأَسْتَوِي غَالِي شَوْلَهُ“ (تنے پر کھڑے ہو جانے) کا درجہ بھی حاصل ہو گیا۔

اس سیت سے خلفائے راشدین کی عظمت اور تائید اسلام میں ان کا رُخ القدم ہونا بھی معلوم ہوا، اور یہ بھی کہ ان کے ذریعہ دشمنان خدا پر جہاں دور کھمہ طیبہ کی باندی اس طرح واقع ہوگی کہ با رگا و اہلی میں مقبول ہوگی اور محمد طریف کی مستحق قرار پائے گی اسی لیے ”يُنَجِبُ الْفُرْجَانِغ“ فرمایا گیا یعنی اسدا کی کھیتی کا کاشکار رب تعالیٰ صحیحہ کرام سے خوب راضی ہے۔ (ازادۃ المفہام ج ۱: ۱۲۴، ملخصاً)

7- وَإِذْ أَسْرَ السَّبِيَّ إِلَى نَعْبِ أَزْوَاجِهِ حَبِيبًا فَلَمَّا نَبَاَتْ بِهِ وَأَخْبَرَتْهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَفَ نَعْبَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ م نَعْبِ لَمَّا نَبَاَهَا بِهِ فَلَمَّا مَنَّا كَفْ هَذَا قَالَ نَبَاَيْهِ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ○ (القریم: ۳)

”اور جب نبی نے پٹی یک بی بی سے ایک راز کی بات فرمائی، پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھی اور اللہ نے اسے نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے سے کچھ جتا ہا اور کچھ سے ہشتم پوشی فرمائی۔ پھر جب نبی نے اسے اس کی خبر دی تو نبی، حضور کو کس نے بتایا؟ فرمایا، مجھے علم والے خبر دار نے بتایا“۔ (کنز الایمان)

سید عالم ﷺ علم المؤمنین حضرت حصصہ، ہی سدا کے مکان میں رونق افروز ہوئے۔ وہ حضور ﷺ کی اجازت سے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عبادت کے لیے تشریف لے گئیں۔ حضور ﷺ نے حضرت ماریہ، ہی سدا کو سرفراز خدمت کیا۔ یہ سیدہ حصصہ رضی اللہ عنہا پر گراں گزرا۔ حضور ﷺ نے ان کی دہوئی کے لیے فرمایا، میں نے ماریہ کو اپنے لیے حرم کیا اور میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ میرے بعد امور امت کے مالک ابو بکر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ آپ نے یہ بات کسی کو بتانے سے منع فرمایا۔ وہ اس سے بحد خوش ہوئیں اور نہایت خوشی میں انہوں نے یہ گفتگو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سنانی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

”سپ ﷺ نے قریم ماریہ کے متعلق جتا دیا اور خلافت شیخین کے متعلق ذکر نہ فرمایا۔ یہ آپ کی شان کریمی تھی کہ دوسری بات پر گرفت نہ فرمائی۔ (تخریس العرفان)

مام طبرانی حدیث نے بیہم الکبیر ص ۱۲ صفحہ ۱۷ پر اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت کتب شیعہ میں بھی ہے۔ چنانچہ تفسیر قمی اور تفسیر مجمع البیان دونوں میں سورۃ التحریم کی مذکورہ آیات کی تفسیر میں منقول ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت حصصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”یشک میرے بعد بوہر غیبہ ہو گئے اور ان کے بعد تمہارے والد (یعنی عمر) خلیفہ ہو گئے“۔

حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما کہہ رہے تھے، ”اللہ کی قسم! ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت اللہ کی کتاب میں مذکور ہے۔“ اور پھر آپ مذکورہ آیت تلاوت کر کے یہی حدیث بیان فرماتے۔ (تفسیر بنو ہنی، تفسیر مظہری، ازلۃ الخفاء ج: ۱، ص: ۱۱۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حصہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا، ”تیرے والد اور عائشہ کے والد میرے بعد لوگوں کے ولی یعنی میرے جگے مگر تم کسی کو نہ بتانا۔“ اس حدیث کی فی سند میں ہیں۔ حضرت علی، سعید بن جبیر، میمون بن مہران، حبیب بن ثابت، ضحاک اور مجاہد رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مروی ہے۔ حضرت میمون بن مہران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ راز کی بات کہی تھی کہ میرے بعد ابو بکر خلیفہ ہو گئے۔ (تفسیر مظہری)

خلفائے راشدین، احادیث کی روشنی میں:

صحیحہ کرم نے سب لوگوں سے بہتر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سمجھا اس لیے ان کی بیعت کر لی۔ اور صحابہ کرام کا اجماع کبھی بھی خط و محضی پر نہیں ہو سکتا۔ حضرت بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”جو کام مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔“ چونکہ تمام صحابہ کرام نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت کو احسن اور پسندیدہ سمجھا ہے اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی احسن ہے۔

اب چند حدیث ملاحظہ فرمائیں جن میں خلفائے راشدین کی اسی ترتیب کے ساتھ خلافت کے متعلق واضح اشارے موجود ہیں۔

1- حضرت بن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو خلیفہ بناتے تو کسے بناتے؟ جو اب وہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو۔ پھر ان سے پوچھا گیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد کسے خلیفہ بناتے؟ فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو۔ پھر سواں ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد کسے خلیفہ بناتے؟ فرمایا، حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو۔ (مسلم باب فضائل ابی بکر)

2- حضرت بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگوں کو ایک دوسرے پر فضیلت دیتے تھے۔ سب سے افضل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مانتے تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو۔ (بخاری باب فضائل اصحاب النبی)

مذکورہ ترتیب کے مطابق صحیحہ کرم نے ہر بار افضل ترین ہستی کو خلیفہ منتخب کیا۔

3- حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی کام کے لیے حاضر ہوئی۔ آپ نے سے فرمایا، پھر آنا۔ اس نے عرض کی، اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو؟ اسکا مطلب یہ تھا کہ اگر آپ کا وہاں ہو جائے تو کس کے پاس آؤں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تو مجھے نہ پائے تو ابو بکر کے پاس آنا۔ (بخاری، مسلم)

”تا دموتی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں واضح طور پر اشارہ فرمایا ہے کہ میرے بعد خلیفہ بلا فصل ابو بکر رضی اللہ عنہ ہو گئے۔“

4- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوصال میں مجھ سے فرمایا، اپنے والد ابو بکر کو اور بچے بھائی کو میرے پاس بلاؤ تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کہے گا کہ میں خلافت کا زیادہ حق دار ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ اور مسلمان ابو بکر کے سوا کسی اور کو (خلیفہ) نہیں مانیں گے۔ (مسلم باب فضائل ابی بکر)

اس حدیث میں غیب بتانے والے ”تا دموتی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ خلافت کے معاملے میں لوگوں کا اختلاف ہو گا مگر تم مسلمان حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت پر متفق ہو جائیں گے کیونکہ یہی رب تعالیٰ کی مرضی ہے۔ حدیث قرطاس کے حوالے سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت لکھو ناچتے تھے جبکہ ہمارے یہ موقف یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت لکھو ناچتے تھے اور اس کی دلیل یہی حدیث ہے۔

5- ”تا دموتی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابو بکر کی کھڑکی کے علاوہ (مسجد کی طرف کھلنے والی) سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔ (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحنہ)

6- دوسری روایت میں یہ ہے کہ ”سندھ مسجد میں ابو بکر کے دروازے کے سوا کسی کا دروازہ کھلا نہ رکھا جائے۔“ (صحیح بخاری کتاب السقب)

حضور ﷺ نے اپنے وصار سے دو تین دن قبل یہ بات ارشاد فرمائی۔ اس بناء پر شارحین فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے اور دوسروں کی خلافت سے متعلق گفتگو کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

7- حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، میں سو رہا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو ایک کنوئیں کے پاس دیکھا جس پر ڈوں رکھا ہو تھا میں نے اس ڈول سے پانی نکالا جتنا اللہ نے چاہا۔ پھر اس کنوئیں سے ابن ابی قحافہ (ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے دو ڈوں نکالے۔ اللہ کی مغفرت رہے۔ ان کے ڈول نکالنے میں کچھ ضعف تھا۔ پھر وہ ڈول بڑا ہو گیا اور پھر عمر بن خطاب نے اس سے پانی نکالے۔ میں نے کسی اور شخص کو نہیں دیکھا جو عمر کی طرح پانی نکالتا ہو یہاں تک کہ لوگوں کو سیراب کر دیا۔ (بخاری کتاب المناقب، مسلم کتاب الفضائل)

اس حدیث میں اشارہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت دو سال ہے یعنی کم ہے اس لیے زیادہ لوگ ان سے استفادہ نہیں کر سکیں گے۔ سے ضعف سے تعبیر کیا گیا جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں لوگ زیادہ عرصہ فیضیاب ہوں گے۔

8- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تمہیں نہیں بتا سکتا کہ میں تم میں کتنے دن اور رہوں گا پس تم ابو بکر و عمر کی پیروی کرنا جو میرے بعد ہوں گے۔ (ترمذی ابواب المناقب، مشکوٰۃ)

اس حدیث پاک میں بھی یہ غیبی خبر دی گئی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔

9- ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، میرے آقا! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک ترازو آسمان سے اتر رہا ہے جس میں آپ کا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا تو آپ کا پلڑا بھاری رہا۔ پھر ابو بکر اور عمر کا وزن کیا گیا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری رہا۔ پھر عمر اور عثمان کا وزن کیا گیا تو عمر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری رہا۔

پھر وہ ترازو اٹھ گیا۔ حضور ﷺ اس خواب سے غمگین ہو گئے اور فرمایا، یہ خلافت نبوت ہے پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا، حکومت عطا فرمائے گا۔

(ترمذی ابواب المناقب، ابو داؤد کتاب السنن)

اس حدیث پاک سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد بالترتیب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔ ترازو اٹھ پینے کا مطلب موزند ترک کر دینا ہے یعنی اس کے بعد خلافت کا معاملہ کمزور ہو جائے گا۔

10- حضرت بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں صحابہ کبار کرتے تھے کہ حضور ﷺ کے بعد ابو بکر افضل ہیں پھر عمر پھر عثمان رضی اللہ عنہ۔

(ترمذی، ابو داؤد کتاب السنن)

11- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، آج رات خواب میں ایک صالح شخص کو دکھایا گیا کہ کوہِ ابو بکر کو رسول اللہ ﷺ سے وابستہ کر دیا گیا اور عمر کو بکر کے ساتھ اور عثمان کو عمر کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ہے۔ جب ہم وہاں سے اٹھے تو ہم نے کہا، سماح و نیک شخص تو خود رسول کریم ﷺ ہیں اور ایک کو دوسرے سے وابستہ کرنے سے مراد اسی دین کی خلافت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے۔ (ابو داؤد کتاب السنن)

اس حدیث سے بھی معلوم ہو کہ یہ حضرات دین و شریعت کے احکام جاری کرنے میں اسی ترتیب کے ساتھ خلیفہ ہوں گے۔

12- حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے سوال کیا، نبی کریم ﷺ کے بعد وکوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ فرمایا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ میں نے پوچھا، پھر کون؟ فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ اب پوچھوں گا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام میں گے۔ اس لئے میں نے عرض کیا، اب جان پھر آپ؟ فرمایا، میں تو مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوں۔

(بخاری کتاب المناقب، ابوداؤد کتاب السنۃ)

13 - حضرت علیؑ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے اپنے عہد خلافت میں منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا، اس امت میں سب سے افضل حضرت ابو بکرؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ۔ مگر میں تیسرے کا نام لینا چاہوں تو لے سکتا ہوں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ منبر سے اترتے ہوئے فرمایا: پھر عثمان پھر عثمانؓ۔

(المبدیۃ والتمایۃ ج ۱۳۰۸، از لکھنؤ ج ۶۸۰)

یہ حدیث سب بات کی واضح دلیل ہیں کہ حضرت علیؑ کے نزدیک بھی حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں۔
14 - حضرت سفینؓ فرماتے ہیں کہ جو یہ گمان رکھے اور کہے کہ حضرت علیؑ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے زیادہ خدافت کے مستحق تھے تو اس نے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور تمام مہاجرین و انصار صحابہ کرامؓ کو قصور وار ٹھہرایا۔ میں نہیں سمجھتا کہ ایسا کہنے والے کا کوئی عمل بھی قبول ہوگا۔ (ابوداؤد کتاب السنۃ)

15 - حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی بارگاہ نبویؐ میں عرض گزار ہوا، ”میں نے خواب میں ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا ہے جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا تھا۔ میں نے وکوں کو دیکھا کہ اپنے ہاتھ پھیلا کر اس سے کم یا زیادہ لے رہے تھے۔ پھر میں نے ایک رسی آسمان سے زمین تک لٹکتی دیکھی۔ یہ رسول اللہؐ! میں نے دیکھا کہ آپ اس رسی کو پکڑ کر اوپر چڑھ گئے پھر ایک اور شخص کو دیکھا کہ وہ رسی پکڑ کر اوپر چڑھ گیا۔ پھر دوسرے شخص کو دیکھا کہ وہ بھی اوپر چڑھ گیا پھر تیسرے شخص نے رسی کو پکڑا تو وہ ٹوٹ گئی مگر پھر چڑھ گیا۔“

یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی، میرے آقا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی تعبیر بیان کروں۔ فرمایا، بیان کرو۔

عرض کی، ہاں کا ٹکڑا تو سسام ہے اور جو گھی اور شہد اس سے ٹپک رہا ہے وہ قرآن مجید کی رسی اور حلاوت ہے۔ اور جو زیادہ اور کم سینے والے ہیں وہ قرآن کریم سے زیادہ اور کم فیض سینے والے ہیں۔ جو رسی آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی تھی وہ وہی حق ہے جس پر آپ ہیں، اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کا رتبہ بلند فرمائے گا۔

پھر آپ کے بعد ایک اور شخص سے پکڑے گا اور وہ بھی اس کے سبب بلند مرتبہ ہو جائے گا۔ پھر دوسرا شخص اسے پکڑے گا اور وہ بھی بلند مرتبہ ہو جائے گا۔ پھر تیسرا شخص سے پکڑے گا تو وہ جس حق منقطع ہو جائے گا مگر پھر اس کے لیے جوڑ دیا جائے گا اور وہ بھی اس کے سبب بلند مرتبہ ہو جائے گا۔ یہ رسول اللہؐ! فرمائیے کہ میں نے صحیح تعبیر بیان کی یا غلط؟ ارشاد ہوا، کچھ صحیح اور کچھ فریج۔

عرض کی، یہ رسول اللہؐ! میں قسم دیتا ہوں کہ آپ ضرور بیان فرمائیں کہ میں نے کیا غلطی کی؟ فرمایا، قسم نددو۔ (ابوداؤد کتاب السنۃ)
اس حدیث سے معلوم ہو کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ جانتے تھے کہ حضورؐ کے بعد خلافت بالترتیب تین آدمیوں کو حاصل ہوگی اور وہ تینوں حضور کرمؐ کے طریقوں پر ہوں گے اور اسی حال میں دنیا سے گزر جائیں گے۔ باقی رسی یہ بات جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کی تعبیر کے موافق سب کچھ واقع بھی ہو تو پھر تعبیر میں غلطی کس طرح ہوئی؟۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں،

”ان خلفاء کا نام نہ لینا، وجود اس کے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ ان تینوں خلفاء کے نام جانتے تھے ظاہری طور پر خطا کی طرف نسبت کیا گیا۔ (زلزلہ اکھفاء ج ۲۹)

16 - حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آکا دہوٹیؓ نے فرمایا، ہر نبی کے لئے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں۔ میرے ”سمانی“ وزیر حضرت جبرائیل اور میکائیل (علیہ السلام) ہیں اور زمین والوں میں سے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ (سید المرسلین) ہیں۔ (ترمذی بواب

اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو حکومتی معاملات میں نبی کریم ﷺ کا خاص قرب حاصل تھا۔

17 - حضرت عمر بن عبد بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے یہ ڈونٹا یا گیا ہے۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور اس کو کناروں سے پکڑ کر کمزوری کے ساتھ آیا، پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے اور سے کناروں کی طرف سے پکڑ کر یہاں تک کہ شکم میر ہو گئے پھر عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور اس کے کناروں سے پکڑ کر میر ہو کر آیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے سے کناروں سے پکڑا تو وہ مل گیا اور اس میں سے کچھ پانی ان کے لو پر گر گیا۔ (ابوداؤد کتاب السنۃ)

اس حدیث میں چاروں خلفاء راشدین کی خلافتوں کی طرف اشارہ ہے۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے کمزور پیتے سے پینے سے مراد یہ ہے کہ ان کی عدت و خلافت کم ہونے کی وجہ سے ان کے بعض کام پورے نہ ہو سکیں گے جبکہ حضرت عمرو عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ عدت و خلافت حویل ہو گا اور اس میں کئی فتوحات ہوں گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے ذول کے ہلنے سے پانی کے گرنے کا مفہوم یہ ہے کہ ان کے دورِ خلافت میں فتنے رونما ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

18 - حضرت سفینہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی تو سب سے پہلے نبی کریم ﷺ نے ایک پتھر رکھا پھر آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس پتھر کے ساتھ پتھر رکھنے کا حکم دیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے ساتھ ایک پتھر رکھیں پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے ساتھ ایک پتھر رکھیں۔ پھر ارشاد فرمایا، یہی لوگ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ (زوائد اللغات ج: ۱، ص ۸۷)

19 - حضرت بو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز میں بارگاہ نبوی میں حاضر تھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے۔ حضور ﷺ کے سامنے سات کنکریاں پڑی ہوئیں تھیں آپ نے وہ کنکریاں اپنی مبارک ہاتھ پر رکھیں تو وہ تسبیح پڑھنے لگیں، میں نے ان کی آواز شہد کی کھسی کی آواز کی مثل سنی۔ پھر آپ نے وہ کنکریاں زمین پر رکھ دیں تو وہ خاموش ہو گئیں۔

پھر آپ نے وہ کنکریاں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر رکھ دیں تو وہ تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے ان کی آواز سنی۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں۔ پھر حضور ﷺ نے وہ کنکریاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر رکھیں تو وہ تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں رکھ دیا۔ پھر حضور ﷺ نے وہ کنکریاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر رکھ دیں تو وہ تسبیح پڑھنے لگیں یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا، "ہدھ حلالۃ مویۃ" یہ خلافت نبوت کی علامت ہے۔

یعنی جو موملہ نبی ﷺ کے ساتھ ہو کہ ان کے ہاتھ میں کنکریاں تسبیح پڑھنے لگیں وہی معاملہ ان تینوں حضرات کے ساتھ ہوا۔ کو یہ تینوں حضرات نبی کریم ﷺ کے بعد خلیفہ ہوں گے۔ (زوائد اللغات ج: ۱، ۱۱۴، بزار، طبرانی، بیہقی)

20 - حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے قبیلہ بنی مصلط کے لوگوں نے بارگاہ نبوی میں یہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ اگر آپ کا وہاں ہو جائے تو ہم زکوٰۃ کس کو دیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا، ابو بکر کو۔ میں نے ان لوگوں کو یہ بات بتادی۔

انہوں نے مجھے پھر دریافت کرنے کو کہا کہ اگر ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی انتقال فرما جائیں تو ہم کس کو زکوٰۃ دیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا، عمر کو۔ پھر انہوں نے مجھے پوچھنے کو کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے بعد زکوٰۃ کس کو دیں؟ تو غیب بتانے والے آقا ﷺ نے فرمایا، پھر وہ اپنی زکوٰۃ عثمان کو ادا کریں۔ (زوائد اللغات ج: ۳، ص ۸۷)

21 22 - اس مضمون کی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہیں۔ (ایضاً: ۱۱۵) ان احادیث میں واضح شہ موجود ہے کہ حضور ﷺ کے بعد بالترتیب حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم خلیفہ ہوں گے۔

23 - حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے خوب دیکھا ہے کہ میں بہت سے لوگوں کی گندگی پر سے گزر رہا ہوں۔ آٹا دھوئی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم لوگوں کے لیے ایک راستہ مقرر کرو گے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، میں نے بے سینے پر دو نشان بھی دیکھے ہیں۔ فرمایا، وہ دو سال ہیں (جو تمہاری خلافت کی مدت ہوگی)۔

(تاریخ الخلفاء: ۲۷، طبقات بن سعد)

24 - حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آٹا دھوئی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، آپ نے اپنی علامت کے یام میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مام بنایا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں! میں نے نہیں بنایا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے بنایا تھا (یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں مام بنایا تھا)۔
(تاریخ الخلفاء: ۱۳۶، ابن عساکر)

25 - حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تین بار تمہارے بارے میں سوچا کہ تم کو مام بناؤں مگر وہاں سے انکار ہوا اور ابو بکر ہی کے لیے امامت کا حکم ہوا۔

(تاریخ الخلفاء: ۱۳۶، دار قطنی، خطیب، ابن عساکر)

26 - بخاری و مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تو انہوں نے نماز پڑھائی۔
27 - بن زبیر سے مروی حدیث میں ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جب لوگوں کو حکم دیا کہ ابو بکر سے کہو، وہ نماز پڑھائیں۔ سو وقت ابو بکر رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تا کہ نماز پڑھا دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں! نہیں! نہیں! اللہ تعالیٰ اور مسلمان ابو بکر کے سوا کسی اور کو قبول نہیں کریں گے، صرف ابو بکر لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔

(تاریخ الخلفاء: ۱۳۵، الصواعق المحرقة: ۳۷)

28 - حضرت بن عمر سے مروی حدیث میں ہے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعبہ تحریر کی تو چونکہ آپ بلند آواز تھے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوازن و اور سر مبارک ناکو ری کے ساتھ اٹھ کر فرمایا، ابن ابی قحافہ (ابو بکر) کہاں ہیں؟
اس حدیث کے بارے میں علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل ہیں اور خلافت کے سب سے زیادہ حقدار اور امامت میں سب سے اولیٰ ہیں۔ (الصواعق المحرقة: ۳۸)

29 - حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے وصال فرمانے سے قبل مجھے یہ خبر دیدی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اسلام کے ولی ہوں گے پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے امیر ہوں گے اور پھر میری طرف رجوع کیا جائے گا مگر میری خلافت پر سب لوگوں کا اتفاق نہ ہوگا۔"

اس حدیث کی بعض سندیں ریاض المعرورہ اور بعض عدیۃ الطالبین میں مذکور ہیں۔ (ازلۃ الشفاء ج: ۱۱۸)

30 - حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غیب جاننے والے آٹا دھوئی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، معراج کی شب میں نے عرش پر تیر تحریر دیکھی۔
"لے اللہ محمد رسول اللہ۔ ابو بکر الصديق عمر الفاروق عثمان ذو النورین۔"

31 - حضرت بولدر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے شب معراج میں عرش پر ایک بزرگ کاموتی دیکھا جس پر سعید نور سے تحریر تھی،

"لے اللہ محمد رسول اللہ۔ ابو بکر الصديق عمر الفاروق۔"

(ایضاً: ۱۳۳، دار قطنی، خطیب، ابن عساکر)

خلفے راشدین، سابقہ آسمانی کتب میں:

1- حضرت عبؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اسلام سے قبل ملک شام میں تجارت کیا کرتے تھے۔ انہوں نے وہاں ایک خوب دیھ تو خیر رہب سے بیان کیا۔ خیر نے خواب سن کر پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟

حضرت ابو بکرؓ نے بتایا، میں مدینہ کا رہنے والا ہوں۔ پوچھا، کس خاندان کے ہو؟ فرمایا قریش سے۔ پوچھا، پیشہ کیا ہے؟ فرمایا تجارت۔

خیر نے کہا، اللہ نے تمہیں سچا خوب دلھایا ہے۔ ایک نبی تمھاری قوم میں مبعوث ہوں گے۔ ان کی زندگی میں تم ان کے وزیر رہو گے ورنہ کے دوسرے کے بعد ان کے خلیفہ ہو گے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس بات کو پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ جب نبی کریمؐ مبعوث ہوئے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کی، اے محمدؐ! آپ جو دعویٰ کرتے ہیں اس پر دلیل کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا، وہی خواب جو تم نے شام میں دیکھا تھا۔ یہ سنتے ہی حضرت ابو بکرؓ نے آپ

ؓ سے معافی کی ورنہ آپ کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور کہا، میں کو اسی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (ازلہ الخفاء، ج: ۲۲۰، بن عباس کر)

اس سے معلوم ہو کہ سابقہ آسمانی کتب میں حلیہ بول سیدنا ابو بکرؓ کی علامات موجود تھیں نیز حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اپنے خلیفہ ہونے کا پسے سے علم تھا۔
2- حضرت عمر فاروقؓ کے مؤذن اقرعؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک پادری اسقف کو بلوایا اور اس سے پوچھا، کیا تمھاری کتاب میں میرا ذکر موجود ہے؟ اس نے کہا، ہاں! میں آپ کو بقرن پاتا ہوں۔

فرمایا، بقرن کیا؟ عرض کی، بقرن سے مراد ہے مضبوط، لمانت دار اور سخت مزاج۔ فرمایا، میرے بعد جو خلیفہ ہوگا سے کیسے پاتے ہو؟ عرض کی، میں سے ایک نیک خلیفہ پاتا ہوں، وہ اپنے قربت داروں پر بہت ایثار کریں گے۔

حضرت عمرؓ نے تین بار فرمایا، اللہ تعالیٰ عثمانؓ پر رحم فرمائے۔

پھر پوچھا، ان کے بعد جو خلیفہ ہوگا وہ کیسا ہوگا؟ اس نے عرض کی، لوچے سے لگا ہوا۔ حضرت عمرؓ نے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، آہ کیسی خوری ہوگی۔

اس نے عرض کی، اے امیر مومنین! (یہ نہ کہیے) وہ خلیفہ بھی نیک شخص ہوگا لیکن وہ ایسے وقت میں خلیفہ بنایا جائے گا جب تلوار کھنٹی ہوئی ہوگی اور خون بہ رہا ہوگا۔

(بوداؤد کتاب السنہ)

اس حدیث سے بھی واضح ہے کہ حضرت عمرؓ کو اپنے بعد حضرت عثمانؓ کے خلیفہ ہونے کا علم تھا اسی لئے آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ نیز یہ کہ خلفے راشدین کا ذکر سابقہ آسمانی کتب میں بھی موجود تھا۔

اس بارے میں مزید ایک روایت ملاحظہ فرمائیں۔

3- ابن عباسؓ نے ابو طلحہؓ سے روایت کیا ہے کہ جب شمر عمور یہ فتح ہوا تو لوگوں نے اس کے ایک گرجا پر آب زرار سے یہ عبارت بھی دیکھی،

”وہ بہت ہی برے حلف ہیں جو سلف کو برا کہیں اور ایک شخص سلف میں سے ہزار خلف سے بہتر ہے۔“

صاحب غار اتم نے قابل فخر بزرگی پائی کہ تمھاری تعریف بادشاہ جبار نے کی جیسا کہ وہ اپنی کتاب میں فرماتا ہے، ”ثانی مبین ذہنی لہ۔“

عمر اتم و نذتھے بلکہ رعایا پر والد کی طرح مہربان تھے۔

عے عثمان اتم کو لوگوں نے ظلم کے ساتھ قتل کر دیا اور تم کو مدون بھی نہ دیکھ سکے۔

عے علی اتم ہمارے پیشوا اور رسول اللہ کے سامنے سے کافروں کو ہٹانے والے ہو۔

ہیں وہ (ابو بکر) صدیق غار میں اور وہ (عمر) نیکوں میں سے ایک ہیں اور وہ (عثمان) ملکوں کے فریادرس ہیں اور وہ (علی) امیر کے پیشوا ہیں۔
جو شخص ان کو برا کہے اس پر جبار کی لعنت۔“

رومی نے اس گرجا کے بوڑھے خادم سے پوچھا، یہ تحریر تمہارے گرجا کے دروازے پر کب سے ہے؟ اس نے کہا، تمہارے نبی کی بعثت کے دو ہزار سال پہلے

-ے-

☆☆☆☆

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلَيْهِ مَوْلَاهُ :

نبی کریم ﷺ کے مقام پر حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر صحابہ کرام سے فرمایا،

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلَيْهِ مَوْلَاهُ۔ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ۔

”اے اللہ جس کا میں ہو، ہوں اس کے علی بھی مولا ہیں، اے اللہ اس سے محبت فرما جو اس سے محبت کرے اور اس سے دشمنی کر جو علی سے دشمنی رکھے۔“ یہ حدیث صحیح ہے اور سے امام احمد بن حنبل اور امام طبرانی نے میں صحابہ کرام سے روایت کیا ہے جبکہ صحاح ستہ سے امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے سے روایت کیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ

شیعہ اس حدیث سے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہاں مولیٰ کا معنی کوئی بالتصرف ہونا ہے اور جو کوئی بالتصرف ہو اس کی طاعت فرض ہوتی ہے۔ لہذا اس حدیث سے ثابت ہو کہ حضور ﷺ نے حضرت علیؑ کو اپنا جانشین اور امام و خلیفہ نامزد فرمایا۔ اس لئے صحابہ کرام حضرت ابو بکرؓ سے بیعت کرنے کے سبب ایمان سے پھر گئے (مردود اللہ) حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت حقہ پر ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں اس لئے یہاں صرف اس حدیث کی رو سے مذکورہ باطل استدلال کے چند جوہرات تحریر کرتے ہیں۔

1۔ اہل لغت کے نزدیک مولیٰ کے معنی کوئی لینا درست نہیں ہے کیونکہ لفظ ولی سے ماخوذ ہے اور اس کے مندرجہ ذیل معانی ہیں۔ محبت، دوست، مددگار، حاکم، مالک، عبد، آزاد کرنے والے، آزاد شدہ، قریب، مہمان، شریک، عصبہ، رب، منعم، تابع، سرکاری رشتہ دار، بھانجہ۔ (تاج العروس: ج ۱۰، ص ۳۹۸، ص ۳۹۹)

2۔ اگر بالفرض مان لیا جائے کہ اس حدیث میں مولا بمعنی اولیٰ ہے تو اس سے لارم نہیں آتا کہ یہ کوئی بالامامہ اور اولیٰ بالتصرف کے معنی میں ہو اور اس سے حضرت علیؑ کا خلیفہ بد نصل ہونا مراد ہو بلکہ یہ کوئی بالتصرف کے معنی میں ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے،

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِأَزْوَاجِهِمْ وَلَهُنَّ الْتَخْوُفُهُ وَهَلْكَ النَّبِيُّ وَالْيَتِيمِ الْأَمْثَلُ۔

”بے شک سب لوگوں سے امیر ایم کے زیادہ حق دار وہ تھے جو ان کے یر و ہوئے یہ نبی اور ایمان والے۔“ (ال عمران)

اس آیت میں بھی لفظ اولیٰ ارشاد دہوا لیکن اس کا مطلب کوئی بالتصرف نہیں بلکہ کوئی بالتصرف یا اولیٰ بالتصرف ہے یعنی نبی کریم ﷺ اور ایمان والے حضرت امیر ایم ﷺ کے قریب ہیں یا محبت کے زیادہ حق دار ہیں۔

3۔ حدیث پاک سے ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کی ولایت اور حضرت علیؑ کی ولایت دونوں ایک ہی زمانے میں مجتمع ہیں۔ حدیث شریف میں کوئی لفظ یہ نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ حضرت علیؑ حضور ﷺ کے بعد ولایت کے حق دار ہوں گے۔ اگر ولایت سے مراد خلافت ہو تو یک ہی وقت میں دو افراد کا حاکم اور اولیٰ بالتصرف ہونا عقلاً منع ہے۔ جبکہ اگر ولایت سے محبت مراد ہو تو دونوں ولایتوں کا ایک ہی وقت ترجیح ہونا منع نہیں۔ چونکہ یہی وقت میں دونوں سے محبت کرنا جائز ہے۔

4۔ اگر بالفرض اس سے مراد اولیٰ بالامامہ ہوتی بھی حدیث کا یہ معنی نہیں ہوگا کہ اس وقت حضرت علیؑ خلیفہ ہیں بلکہ مفہوم یہ ہی ہوگا کہ آپ خلیفہ نہیں گئے یعنی جب حضرت علیؑ کی خلافت کا وقت آئے گا۔ اس وقت وہی اولیٰ بالامامہ اور خلیفہ ہوں گے۔ اہلسنت بھی اس کے قائل ہیں۔

5۔ مذکورہ بالا وجوہ کے تحت اگر حضرت علیؑ کا بعد میں خلیفہ بننا مراد ہو تو اس پر اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ پھر حضرت علیؑ کی تخصیص یوں کی گئی؟

اس کا جو ب یہ ہے کہ محبوب کبریٰ عالم ماکان و مایکون ﷺ کو رب کریم نے یہ بھی خبریں دے دیں تھیں کہ حضرت علیؑ کن حالت میں خلیفہ نہیں گے ورنہ لوگ ان کی بد کوئی کریں گے۔ اس لئے آپ نے امت کو تاکید فرمادی کہ وہ علیؑ سے محبت کریں اور جب علیؑ خلیفہ بنیں تو تسلیم کریں اور دوسری بغض نہ رکھیں۔ اس پر دیگر کئی احادیث شاہد ہیں جو کہ پہلے مذکور ہو چکی ہیں۔

6- حضرت علیؑ نے خلفائے ثلاثہ کے ہاتھوں پر بیعت کی اور کبھی بھی اس حدیث سے اپنی خلافت پر استدلال نہیں کیا۔ اس سے ثابت ہو کہ صحیحہ پر مبنی نے اور حضرت علیؑ نے اس حدیث پاک کو اپنی خلافت پر نص نہیں سمجھا۔

اس بارے میں اہل بیت م کے عقیدہ کی وضاحت کے لئے یہ روایت ملاحظہ فرمائیں جسے ابو نعیم نے حضرت حسن مثنیٰ بن حسن الرطہ سے نقل کیا ہے۔ کسی شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ حدیث میں مولاہ فعلی مولاہ کیا حضرت علیؑ کی خلافت پر نص ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا، اگر آتا و مولیٰ ﷺ اس سے ان کی خلافت کا اعلان فرماتے تو واضح طور پر ارشاد فرماتے جس سے تمام مسلمان سمجھ جاتے کیونکہ حضور کریم ﷺ سب لوگوں سے زیادہ فصیح کلام فرماتے وے تھے۔ یقیناً آپ یوں ارشاد فرماتے، یا ایہا الناس ہلما ولیٰ امری و القابم علیکم بغدئ لاسمعو لہ و طیعوا۔ "اے لوگو یہ (علیؑ) میرے تمام مورثوں کے ولی ہوں گے اور میرے بعد تمہارے حاکم ہوں گے تم ان کی بات سننا اور اطاعت کرنا۔" پھر فرمایا، گر اللہ اور اس کے رسول نے حضرت علیؑ کو اس کام کے لئے چنا ہوتا تو ان پر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت لازم ہوتی اور ان کا اس کام سے پیچھے رہنا (یعنی خلافت کا منصب نہ کرنا) اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی خلاف ورزی ہوتا، جو کہ بہت بڑا گناہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ حدیث میں "مولیٰ" سے مراد خلافت نہیں ہے۔

7- حدیث میں مذکورہ میں لفظ "مولیٰ" سے مراد دوست اور محبت ہے۔ جیسا کہ اسی حدیث پاک کے آخری حصہ میں حضور ﷺ کی یہ دعا ہے۔ اَللّٰهُمَّ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ سَلَامٌ مَنْ وَاٰلَاہٖ وَاَعْمَالُہٗمْ مِنْ دُوْنِکَ فَکُفِّرْہُمْ وَاَعْدِہُمْ اِنَّہٗمْ کَفَرُوْا۔ "اے اللہ! اس سے محبت کر جو اس سے محبت کرے اور اس سے عداوت کر جو اس سے عداوت رکھے۔" گر یہاں لفظ مولیٰ سے مولیٰ بالتصرف ہونا مراد ہوتا تو یوں ارشاد ہوتا،

اَللّٰهُمَّ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ سَلَامٌ مَنْ تَصَرَّفَہٖ وَاَعَادَہٗ مِنْ لَدُنِّکَ فَکُفِّرْہُمْ وَاَعْدِہُمْ۔

"اے اللہ! تو اس سے محبت کر جو حضرت علیؑ کی ولایت کے تصرف میں ہو اور اس سے عداوت رکھ جو ان کی ولایت کے تصرف میں نہ ہو۔" چونکہ آپ نے ایسا نہیں فرمایا اس لئے حدیث کا مفہوم یہی ہے کہ جس طرح حضور ﷺ کی محبت ہر مومن پر لازم ہے اسی طرح حضرت علیؑ کی محبت بھی لازم ہے اور جس طرح آتا و مولیٰ ﷺ کی عداوت حرام ہے اسی طرح سیدنا علیؑ کی عداوت حرام ہے۔ مزید تفصیل کے لئے علامہ مفتی عبدالرزاق بھٹو نوی مدظلہ العالی تفسیر نجوم المرقا تاجلہ دوم ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا علیؑ کی ہارون (رضی اللہ عنہ) سے تشبیہ:

غزوہ تبوک کے موقع پر رسول کریم ﷺ نے حضرت علیؑ کو مدینہ منورہ میں چھوڑتے ہوئے فرمایا، اَمَّا تَرَضَّیْ اَنْ تَتَّكِبَ عَلٰی مَنْ مِمَّرَ لَہٗ ہٰذِیْنَ مَوَسٰی غَیْرَہٗ لَا یَسِیْءُ بِمَعْدِیْ۔ "کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لئے حضرت ہارون تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔"

(صحیح مسلم باب فضائل علی بن ابی طالب)

شیعہ اس حدیث سے حضرت علیؑ کی خلافت بلا فصل پر استدلال کرتے ہیں۔ ان کے بقول رسول کریم ﷺ نے اس حدیث میں حضرت علیؑ کے لئے خلافت کی وصیت فرمادی تھی۔ اس استدلال کے باطل ہونے پر چند دلائل پیش خدمت ہیں۔

1- ماہ نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں، ”اس حدیث میں سیدنا علیؑ کی ایک فضیلت بیان ہوئی ہے مگر اس میں خندق ۳۰ کے ان سے افضل ہونے کی کوئی نہیں ہے اور نہ ہی اس میں حضرت علیؑ کے خلیفہ ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے انہیں غزوہ تبوک میں جاتے ہوئے خیفہ بتایا تھا نہ کہ پنے وصالِ ظاہری کے وقت تمام عالم اسلام کا خلیفہ بتایا تھا۔“

2- اس حدیث سے مراد وہی خندق ہے اور اس پر حضرت علیؑ کا ارشاد ”یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں“ دلیل ہے کیونکہ اگر اس حدیث سے مراد حضور ﷺ کی مستقل جانشینی ہوتی تو حضرت علیؑ یہ نہ فرماتے کیونکہ اس صورت میں تو آپ کو تمام مردوں، عورتوں اور بچوں کی وصیت و خندق حاصل ہوتی۔ لہذا آپ کا مذکورہ ارشاد اس کی دلیل ہے کہ آپ خود بھی یہ بات جانتے تھے کہ رسول کریم ﷺ کی غیر موجودگی کے زمانے میں آپ عارضی خیفہ ہیں۔

3- مذکورہ حدیث پاک میں حضرت علیؑ کو حضرت ہارون رضی اللہ عنہ سے تشبیہ دی گئی ہے یہ بھی آپ کے عارضی خلیفہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ ہارون رضی اللہ عنہ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کے صرف کوہ طور پر جانے کے زمانے میں خلیفہ تھے۔ جب حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ واپس آگئے تو ان کے خیفہ ہونے کی ضرورت ختم ہوگئی۔ اسی طرح حضرت علیؑ بھی حضور ﷺ کے غزوہ تبوک پر جانے کے زمانے میں خلیفہ تھے، جب حضور ﷺ واپس آگئے تو حضرت علیؑ کے خیفہ ہونے کی ضرورت ختم ہوگئی۔

4- ماہ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت ہارون رضی اللہ عنہ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ نہیں بنے بلکہ حضرت ہارون رضی اللہ عنہ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کے وصال سے 40 سال قبل انتقال فرما گئے تھے۔ ان سے تشبیہ دینے میں حکمت یہ بھی ہے کہ جس طرح حضرت ہارون رضی اللہ عنہ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے خیفہ نہیں تھے اسی طرح حضرت علیؑ بھی حضور ﷺ کے بعد ان کے خلیفہ بلا فصل نہیں ہوں گے۔

گر یہ ثابت کیا جائے کہ یہ سیدنا علیؑ کی خلافت کا بیان ہے تو بھی اس سے ان کی خلافت بلا فصل ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور اس بات کے تو ہم بھی قائل ہیں کہ سیدنا علیؑ کو تا دموتی ﷺ کے بعد جو تھے نمبر پر خلافت کا حاصل ہونا برحق ہے۔

حدیث قرطاس:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کا مرض شدید ہو گیا تو فرمایا، ”لکھنے کا سامان لاؤ تاکہ میں ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو سکو“۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، نبی کریم ﷺ پر بیماری کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب قرآن کریم موجود ہے جو ہمیں کافی ہے۔ اس پر حاضرین میں اختلاف ہو گیا جب ہمتیں بڑھیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میرے پاس سے اٹھو میرے پاس تازہ مناسب نہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ کہتے ہوئے غصے کہ ”جینک مصیبت اور بڑی مصیبت جو نبی کریم ﷺ اور آپ کی تحریر کے درمیان حائل ہوگئی (وہ سوکوں کا خندق اور تازہ تھا)۔“ (صحیح بخاری کتاب العلم)

یہ حدیث صحیح بخاری میں اس کے بعد وہ سات جگہ وارد ہے اور حدیث قرطاس کے عنوان سے مشہور ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وصال سے چاروں قبل نبی کریم ﷺ نے کچھ لکھنے کے لئے حاضرین سے قلم و دوات منگوائی۔ آپ کے مرض کی شدت کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ”میں اللہ کی کتاب کافی ہے۔“ اس پر خندق ہو، کچھ کہتے تھے کہ لکھنے کا سامان لاؤ اور کچھ کہتے تھے کہ نہ لاؤ۔ ان کی باہم تکرار کو حضور ﷺ نے پسند نہیں فرمایا اور فرمایا، ”میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔“

اس حدیث کی بناء پر روافض اعتراف ہی کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کا حکم نہ مان کر وہی خندق کو رد کر دیا۔ (معذ اللہ)
اس اعتراف کے جواب میں چند باتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

1- شرح بخاری عدد ۱۰۰۰۰ یعنی حدیث ۱۰۰۰۰ ہے، مسند امام احمد میں ہے کہ یہ خطاب عام لوگوں سے نہ تھا بلکہ خاص حضرت علیؑ سے فرمایا تھا کہ لکھنے کا سامان، و۔ (عمدة القاری ج ۲، ص ۱۷۱)

یہ روایت دوسری کی تفسیر ہوتی ہے۔ ثابت ہو کہ ان روایات میں خطاب اگرچہ عام ہے مگر یہاں بھی مخاطب حضرت علیؑ ہی ہیں اس لئے رسول کریم ﷺ کے اس ارشاد کی تعمیل حضرت علیؑ کے ذمے تھی نہ کہ حضرت عمرؓ کے۔

2- گرولی بیمار، رگ کی مصلحت کے باعث مشقت برداشت کرنے چاہے تو اس کے عزیز و اقارب اور خدام اسے منع کر دیتے ہیں، یہ منع کرنا ادب اور تہذیب و محبت ہی کے باعث ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے بھی حضور اکرم ﷺ کی تکلیف کو دیکھتے ہوئے آپ کے آرام کی خاطر منع کیا جو یقیناً نیکو شخصین ہے اس کی دلیل ان کے الفاظ ہیں: "ان النبی ﷺ غلبه الوجع و عشنا بحاب اللہ حسنا"۔ نبی کریم ﷺ پر بیماری کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے جو ہمارے لئے کافی ہے۔"

3- حضرت عمرؓ پٹی بطنی فرست اور قوت اجتناد سے سمجھ گئے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد حکم کے طور پر نہیں اور حضور ﷺ اپنی تکلیف کے باوجود محض کسب شہادت و رحمت سے تحریر لکھنا چاہتے ہیں اس لئے آپ نے صحابہ سے فرمایا، حضور ﷺ کو زحمت نہ دو، ان پر بیماری کا غلبہ ہے۔ محبت کی وجہ سے بعض امور سے انکار مستحسن و پسندیدہ ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ مشرکین نے صلح حدیبیہ کے موقع پر صلح نامے میں تحریر الفاظ "رسول اللہ ﷺ" پر اعتراض کیا اور اس کے بجائے محمد بن عبد اللہ لکھنے کا مطالبہ کیا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ اس تحریر سے "رسول اللہ ﷺ" کے الفاظ نکال دو۔ حضرت علیؑ نے کہا، لا افسحوا کلمة لہذا۔ "میں یہ الفاظ کبھی نہیں مٹاؤں گا"۔ یہاں تک کہ وہ الفاظ خود رسول کریم ﷺ نے مٹائے۔

اس حدیث کی بناء پر کوئی یہ کہے کہ حضرت علیؑ نے رسول کریم ﷺ کے حکم کو تسلیم نہیں کیا بلکہ انکار کیا لہذا انہوں نے رسول کا حکم نہ مان کر وہی خدا کو رد کر دیا (معاذ اللہ) تو یہ شخص کم عقل، مگر وہ اور بد مذہب ہے۔ حضرت علیؑ کا مقصد یہ تھا کہ جب میں آپ کو دل و جان سے رسوا نہتا ہوں تو پھر میں اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ کے الفاظ کیونکر مٹا سکتا ہوں۔ حقیقت یہی ہے کہ جس طرح حضرت علیؑ نے رسول کریم ﷺ سے کمال محبت کی وجہ سے انکار کیا، اسی طرح حضرت عمرؓ نے بھی رسول کریم ﷺ سے کمال محبت اور ہمدردی ہی کی بناء پر انکار کیا۔

4- گردن کو رہا رسول کو حکم مانا گیا تو جب حضرت عمرؓ نے عرض کیا "ہمارے لئے کتاب اللہ کافی ہے" اور حضور ﷺ نے دوبارہ لکھنے کا سامان طلب نہیں فرمایا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عمرؓ کی بات مقبول ہوگئی اور اب وہ حکم باقی نہیں رہا، ورنہ یقیناً حضور ﷺ دوبارہ وہی ارشاد فرماتے۔

روافض کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے انکار کی وجہ سے دین کا ایک اہم حکم تحریر ہونے سے رہ گیا۔ اس کے جواب میں چند باتیں پیش ہیں:

(1) سرکارِ دو عالم ﷺ جو لکھنا چاہتے تھے ان میں تین باتیں ممکن ہیں:

اوپر یہ کہ آپ جتنے احکام بیان فرمائے تھے اس میں اضافہ فرمانا چاہتے تھے۔

دوم یہ کہ سابقہ احکام کو منسوخ کرنا چاہتے تھے۔

سوم یہ کہ سابقہ احکام ہی کی تائید فرمانا چاہتے تھے۔

چونکہ اس واقعہ سے تین ماہ قبل دین اسلام کی تکمیل کے حوالے سے یہ آیت نازل ہو چکی تھی، الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمِي وَ رِضِي لَكُمْ لَا اِسْلَامَ دِينًا۔ یعنی "آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کمال کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اس سے مسرت و پسند کیا"۔ (المائدہ ۳)

اب یہ حکم نازل ہونے سے یا کوئی پہلا حکم منسوخ ہونے سے اس آیت کی تکذیب لازم آتی اس لئے پہلے دونوں احتمال تو ممکن ہی نہیں۔ یقینی بات یہ ہے کہ

آپ سابقہ حکام ہی میں سے کسی کی تائید فرمانا چاہتے تھے۔ اس حقیقت کو سمجھتے ہوئے حضرت عمرؓ نے ”عَلَفْنَا كَتَبَ اللَّهُ حَسْبَ“ عرض کیا۔

2۔ صحیح بخاری کی کتاب جہاد و بجزیرہ جو از ابو ذرؓ کی روایت سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب لوگوں میں تکرار ہوئی تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: ”مجھے چھوڑ دو میں جس حال میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا تے ہو“ یعنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں اور تم مجھے بے خند فات طے کرنے کی طرف بدلتے ہو تم جاؤ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ پھر آپ نے زبانی تین باتوں کی وصیت فرمائی۔

آپ نے فرمایا: ”مشر میں جو جزیرہ عرب سے نکال دینا، فوڈ کو اسی طرح عطیات دینا جس طرح میں دیتا تھا“۔ تیسری وصیت راوی کو بھول گئی۔

محدثین نے بیان کیا ہے کہ تیسری وصیت یہ تھی کہ اسامہ کے لشکر کو لڑائی کے لئے بھیج دینا اور سری قبر کو بجدہ گاہ نہ بنانا۔

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ جو باتیں آپ لکھنا چاہتے تھے وہ آپ نے بیان فرمادیں۔ یہ باتیں آپ پہلے بھی فرما چکے تھے، اب دوبارہ فرمانا تائید کے طور پر تھا۔ اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ لکھنے کا سامان منگوانے کا ارشاد حکم نہ تھا بلکہ مشورے کے طور پر تھا اور نہ آپ فرماتے، ضرور روئے۔ اگر آپ لکھنا ہی چاہتے تو آپ کو کون روک سکتا تھا۔

گر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضور ﷺ کی زبان وحی، الہی کی ترجمان ہے اس لئے جب لکھنے کا سامان کاغذ قلم لانے کو ارشاد فرمایا تو اسے موقوف کیوں کیا۔ جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کا لکھنے کا ارادہ فرمانا اللہ کی جانب سے تھا تو اس ارادے کا تہدیل فرمانا بھی یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے تھا۔ اس لئے حضور ﷺ نے جو لکھنا تھا وہ لکھنے کی بجائے زبانی ارشاد فرمادیا۔

(3)۔ روایات کہتے ہیں کہ حضور ﷺ حضرت علیؓ کی خلافت لکھنا چاہتے تھے جو بعض صحابہ کرام نے لکھنے نہیں دی۔ مگر اس دعوے کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ جبکہ ہم اہلسنت کہتے ہیں کہ تاہم مولیٰ ﷺ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت لکھنا چاہتے تھے اور اس کی دلیل صحیح مسلم کی یہ مشہور حدیث ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض میں مجھ سے فرمایا، ”اپنے ابا جان ابوبکر اور اپنے بھائی کو میرے پاس ہد و تانا کہ میں ایک تحریر لکھ دوں۔ مجھے اڑے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کہنے والا کہے گا کہ وہ میں ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ اور مسلمان نہیں، میں گے مگر ابوبکر کو۔“ (مسلم)

(4)۔ ن وائل کے وجود گر کوئی یہ کہے کہ رسول کریم ﷺ نے جو لکھنا تھا وہ حضرت عمرؓ کے ذریعے زبانی بیان نہیں فرمایا (معاذ اللہ) تو یہ شہ رسالت میں کھلی گستاخی ہے۔ نیز اس طرح رزم آئے گا کہ حضور اکرم ﷺ نے دینی احکام امت تک نہیں پہنچائے۔ پھر یہ بھی لازم آئے گا کہ مذکورہ آیت قرآنی کے برخلاف دین مکس نہ ہو سکا اور ناقص رہ گیا (معاذ اللہ)۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہ دو تہ جمعرات کا ہے اس کے بعد چار دن حضور ﷺ ظاہری حیات کے ساتھ رہے اور اس دوران یقیناً اہلبیت اطہار کے ساتھ عیوہ بھی رہے لیکن آپ نے پھر لکھنے کا ارادہ نہیں فرمایا اور نہ ہی زبانی کوئی وصیت فرمائی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جو وصیت لکھنا تھی وہ زبانی فرمادی اور آپ کو یہ اہمیت نہ تھی ہو گیا کہ صحابہ کرام قرآن کریم اور آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا رہیں گے اس لیے مزید کچھ لکھ کر دینے کی ضرورت ہی نہ رہی۔

روایات کا ایک اعتراض یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے نبی کریم ﷺ کے کلام کو ہڈیاں سے تعبیر کر کے شان رسالت میں گستاخی کی ہے۔ جو اب میں دوبارہ عرض ہیں

اور یہ کہ حضرت عمرؓ کی طرف ایسا بیان منسوب کرنا بہتان اور جھوٹ ہے۔ جس لفظ پر اعتراض ہے وہ حضرت عمرؓ نے کہا ہی نہیں۔ اس حوالے سے بخاری بھی روایتیں ہیں سب میں پہلے یہی ہے، قال غمیرا قال یعنی ”حضرت عمر نے کہا“، اور پھر دوسرے قول سے پہلے ہے، قالوا: ”لوگوں نے کہا“ بعض نے کہا: ”گر یہ قول حضرت عمرؓ کا ہوتا تو ابن عباسؓ اس کو بھی قال غمیر کہہ کر بیان فرماتے۔“

دوسری بات یہ ہے کہ جس لفظ پر اعتراض ہے وہ ”ہجر“ ہے اس کے مشہور معنی ہڈیان کے ہیں یا چھوڑنے کے۔ اگر بالفرض یہ لفظ کسی نے توہین کے لئے بولا تو توہین کا لفظ سننے والے لوگوں کو خاموش رہنے والے دونوں کافر ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت علیؑ شہداء، حضرت عمر فاروق، حضرت عباس اور دیگر جید صحابہؓ کے سامنے گستاخی اور توہین کی گئی ہو اور یہ حضرات سن کر خاموش رہے ہوں؟ ہرگز نہیں۔ بات یہ کہ یہ لفظ توہین کے لئے نہیں تھا۔

حدیث کے مطابق سیدنا عمرؓ نے فرمایا، نبی کریمؐ شدید بیمار ہیں اس لئے ان کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں، ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے جو ہمیں کافی ہے۔ تو بعض صحابہؓ آپ کے ہمراہ گئے اور بعض کہنے لگے کہ قلم رومات اور کاغذ لایا جائے تاکہ حضورؐ لکھ دیں۔ انہی حضرات نے مستفہام انکاری کے طور پر یہ کلام کیا۔

مہم نووی رحمہ اللہ شرح صحیح مسلم میں اس کی شرح میں لکھتے ہیں، ”قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں حدیث میں اھجر زشون لثبہ اللہ جو صحیح مسلم وغیرہ میں آیا ہے وہ مستفہام کے طور پر ہے۔ یعنی جو لوگ اس کے قائل تھے کہ حضورؐ کے ارشاد پر عمل کر کے لکھنے کا سامان لایا جائے اور حضورؐ لکھو یہاں جائے، وہ مستفہام انکاری کے طور پر کہتے ہیں، کیا نبی کریمؐ ہڈیان میں مبتلا ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ لہذا جب آپ سے ہڈیان سرزد نہیں ہو سکتی تو ہمیں آپ کے ارشاد پر عمل کر کے لکھوانا چاہئے۔“

گر ہجر کے معنی چھوڑنے کے لئے جائیں تو مفہوم یہ ہوگا کہ جب حضورؐ نے کاغذ قلم منگولیا تو حاضرین نے سمجھ لیا کہ یہ جدائی کی طرف اشارہ ہے وہ بے قر رہ کر کہنے لگے، ”سرکار سے دریافت کرو، کیا حضورؐ نے ہمیں چھوڑ دیا کہ ایسا ارشاد فرما رہے ہیں۔“ مستقبل قریب میں جس کا ظہور ہونا ہو، سے ماضی سے تعبیر کرنا عا م بات ہے اس لئے ماضی کا صیغہ استعمال ہوا۔ (ترجمہ القاری: ج ۱ ص ۲۷۵)

خلیفہ بنی فہل کون؟

روافض کہتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا وصی بنایا تھا۔ یعنی یہ وصیت کی تھی کہ میرے بعد یہ خلیفہ ہو گئے۔ اس خود ساختہ بات کی صحیح ہرکرام اور خود حضرت علیؑ نے بھی رزور تردید فرمائی۔ عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے کہ سیدنا علیؑ سے دریافت کیا گیا، کیا رسول اللہؐ نے آپ کے لیے کوئی عہد فرمایا ہے جو دوسروں سے نہیں فرمایا ہے؟ فرمایا، نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ پیدا کیا اور پچھ تخلیق کیا! ہمارے پاس سوائے اللہ کی کتاب اور صحیفے کے کچھ نہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے پوچھا، اس صحیفہ میں کیا ہے؟ حضرت علیؑ نے فرمایا، وصیت اور قیدیوں کے چھڑنے کے حکام اور یہ کہ کافر کے عوض مسلمان نہیں قتل کیا جائے گا۔

علم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے سہ ماہ کے پاس لوگوں نے اس بات کا ذکر کیا کہ حضرت علیؑ وصی تھے؟ ام المؤمنین نے فرمایا، حضورؐ نے کب ان کے بارے میں وصیت کی؟ میں حضورؐ کو اپنے سینے سے سہارا دے ہوئے تھی۔ حضورؐ نے پانی کا طشت طلب فرمایا اور میری کو وہی میں وصی فرما گئے۔ پس حضورؐ نے کب ان کے بارے میں وصیت کی۔ (صحیح بخاری کتاب الوصایا)

خدا صہ یہ ہے کہ تاہولیؓ نے حضرت علیؑ کے بارے میں کوئی وصیت نہیں فرمائی۔ اس کی تائید میں ایک اور اہم دلیل ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت علیؑ کا ارشاد ہے، قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا ہے! اگر رسول کریمؐ نے میرے لیے کوئی عہد کیا ہوتا (کہ خدمت مجھے ملے گی) تو خود میرے پاس اس چادر کے سوا کچھ نہ ہوتا، میں اس کے لیے ضرور کوشش کرتا اور ابوحنیفہ کے بیٹے (ابوہریرہؓ) کو منبر پر بیٹھنے کی اجازت دیتا لیکن رسول کریمؐ نے میرے اور ان کے مقام کو دیکھا اور نہیں کہا، ”لوگوں کو نماز پڑھاؤ“ اور مجھے چھوڑ دیا۔ پس ہم ان سے پل دیا کے لیے اس

طرح راضی ہو گئے جیسے رسول کریم ﷺ ان سے ہمارے دین کے لیے راضی ہوئے۔ (الصواعق المحرقة: ۹۳)

ہمارے دعوے کی تائید میں صحیح بخاری کی یہ حدیث بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے مرض وصال میں حضور ﷺ کے پاس سے باہر نکلے تو لوگوں نے پوچھا، حضور کیسے ہیں؟ فرمایا، محمد نذاً وجمے ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا، تم تین دن بعد عمروں کے تابع ہو گے۔ بخدا میں دیکھ رہا ہوں کہ رسول کریم ﷺ اس بیماری میں وصال فرمائیں گے۔ بے شک میں خاندان عبد المطلب کے پھر سے پیکر بننا ہوں کہ موت کے وقت کیسے ہوتے ہیں۔ تم ہمیں نبی کریم ﷺ کے پاس لے چلو تا کہ حضور ﷺ سے پوچھیں کہ امر خدا کس کے پاس ہوگا۔ اگر آپ نے ہمارے متعلق فرمایا تو ہمیں معلوم ہو جائے گا اور اگر آپ نے کسی اور کے متعلق فرمایا تو وہ بھی ہمیں معلوم ہو جائے گا۔ ہم عرض کریں گے کہ آپ ہمارے لئے وصیت فرمادیں۔

یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، "خدا کی قسم! اگر ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا سوال کیا اور حضور ﷺ نے منع فرمایا تو لوگ ہمیں کبھی خدا کس کے پاس نہیں دیں گے۔ خدا کی قسم! ہم رسول اللہ ﷺ سے اس کا سوال نہیں کریں گے۔"

(بخاری باب مرض النبی ﷺ، بخاری کتاب الاستیذان باب العائفة)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ رسول کریم ﷺ نے کسی کو اپنا جانشین اور خلیفہ نہیں بنایا تھا بلکہ خلیفہ کے انتخاب کا حق اپنے صحابہ کو دیا تھا۔ اس حدیث سے روافض کے باطل دعوؤں کی نفی بھی ثابت ہو رہی ہے جو کہتے ہیں نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بد لصل بنا دیا تھا اور آپ کی خدمت کے لیے وصیت فرمادی تھی لیکن (معذ اللہ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں محروم کر دیا۔

گر حدیث قرطاس سے اور حدیث "مس کنت مولاہ فعلی مولاہ" سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بد لصل ہوتی تو آپ یہ نہ فرماتے، لکنسناھا لا یغبطناھا الناس۔ "اگر حضور ﷺ نے منع فرمایا تو لوگ ہمیں کبھی خلافت کا حق نہیں دیں گے" بلکہ آپ فرماتے، "حضور ﷺ نے مجھے کئی مرتبہ اپنا خلیفہ بد لصل بنا چکے ہیں اس لیے حضور ﷺ سے س معاملے کی دوبارہ توثیق کرا لیتے ہیں، کوئی مضائقہ نہیں" لیکن انھوں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی کیونکہ وہ آقا مہولی ﷺ کے ارشاد سے زیادہ کو زیادہ سمجھنے والے ہیں۔

حق یہ ہے کہ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ اندیشہ بیان فرما رہے ہیں کہ حضور ﷺ میں خلافت کا امر دینے سے منع بھی فرما سکتے ہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ باب مسئلہ انعم بیہ جان چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ، رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت کے منصب پر فائز دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ سمجھنا اس لیے بھی دشوار نہیں تھا کہ آقا مہولی ﷺ نے مرض وصال میں نمازوں کی امامت کے لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا کے کوئی انہیں اپنا خلیفہ بنا دیا تھا۔

گر خلفائے راشدین کے معاملے میں غور کیا جائے تو یہ بات بھی بالکل واضح ہوتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بد لصل منتخب ہونے کی صورت میں خلفائے ثلاثہ رسول کریم ﷺ کی خدمت و یا بابت کے منصب پر فائز ہی نہ ہوتے پاتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت ہی میں وصال پا جاتے۔

چونکہ رب تعالیٰ اور سب سے رسول ﷺ کی رضا اس میں تھی کہ وہ تینوں حضرات خلیفہ رسول ﷺ ہونے کی نعمت سے سرفراز ہوں س ہے رب کریم نے صحابہ کرام کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ وہ اسی ترتیب سے خلیفہ کا انتخاب کریں جس ترتیب سے وہ دنیا سے وصال فرمانے والے ہیں تا کہ وہ تینوں حضرات بھی محبوب خدا ﷺ کے خلیفہ و نائب ہونے کا شرف حاصل کر لیں۔

مسئدہ ک کی حقیقت

مسلمانوں کو جو ممالک کفار سے لڑائی کے بعد حاصل ہوتے ہیں انہیں مالِ غنیمت کہتے ہیں اور جو بغیر لڑائی کے حاصل ہوں انہیں مایہ کہتے ہیں۔
 مالِ غنیمت کے احکام سورۃ الانفال کی آیت ۳۱ میں یوں بیان ہوئے ہیں،

وَعَسُوْا سَمَاعِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ فَاِنَّ لِلّٰهِ حُمْسَهُ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِلسُّبْحٰنِ وَاللَّذِيْنَ اٰتٰهُنَّ مِّنَ النَّسِیْبِ نِ كُمْ اَمْثَلُ مَا لَمْ يَكُنْ مِّنْ عَمَلٍ عَمَلًا مَّعًا - اور جان لو کہ جو کچھ غنیمت لڑو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول کو اور قرابت والوں اور قبیلوں اور محتاجوں اور مسافروں کا ہے
 گرم نیام، اے ہو اللہ پر اور اس پر جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا۔ (کنز الایمان)

اس آیت سے معلوم ہو کہ مالِ غنیمت کے پانچ حصے کیے جائیں جس میں سے چار حصے لڑنے والے مجاہدین میں تقسیم کر دیے جائیں اور پانچواں حصہ اس آیت میں مذکور مصارف کے لیے وقف کر دیا جائے۔

مالِ غنیمت کے احکام سورۃ البقرہ کی آیت ۲۸۱ میں بیان ہوئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا،

مَا اٰتٰهُ اللّٰهُ عَمَلًا مِّنْ اٰمَلٍ اَلْقُرْبٰی لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِلسُّبْحٰنِ وَاللَّذِيْنَ اٰتٰهُنَّ مِّنَ النَّسِیْبِ -

"جو غنیمت درائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں اور قبیلوں اور مسکینوں اور مسافروں کے ہے۔" اس آیت سے معلوم ہوا کہ مالِ غنیمت کسی کی شخصی ملکیت نہیں ہوتا بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ، اسکے رسول، حضور کے رشتہ داروں، قبیلوں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔

فدک، مدینہ منورہ سے تین منزل کے فاصلے پر ایک علاقہ تھا جس میں کھجور کے باغات، زرعی زمینیں اور چشے تھے۔ فدک، خیبر اور بنو نضیر کے بعض عدوتوں کے لیے تھا اور ان کی آمدن کو پائی، بل بیت کی اور دیگر مسلمانوں کی ضروریات کے لیے وقف فرمایا تھا جیسا کہ بخاری و مسلم اور دیگر کتب احادیث سے ثابت ہے۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ جو چیز وقف ہو وہ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتی، نہ وہ کسی کو ہبہ کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس میں وراثت جاری ہو سکتی ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کی آمد کو جن مصارف میں خرچ فرماتے تھے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفائے راشدین نے بھی اس آمدن کو فہی مصارف میں خرچ کیا۔ شیعہ حضرات کا کہنا یہ ہے کہ باغِ فدک کی وارث صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہما نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک کی وراثت سے محروم کر کے بڑا ظلم کیا (العیاذ باللہ)۔

اولیٰیہ بات ثابت شدہ ہے کہ فدک اموالِ غنیمت میں سے تھا اس لیے اس پر وراثت کا حکم نافذ نہیں ہو سکتا تھا۔

ثانیاً یہ کہ بالفرض فدک اگر حضور ﷺ کی میراث ہوتا تو پھر وراثت کا حق صرف حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی کا نہ ہوتا بلکہ امیرات المؤمنین، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر ورثاء بھی حصہ دار ہوتے۔ پس صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وراثت کا حق قرار دینا اور دیگر ورثاء کو محروم کر دینا قرآنی آیات کی صریح خلاف ورزی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کے ذریعہ پیغام بھیجا اور حضور کی میراث کا مطالبہ کیا جو مدینے اور فدک میں بطور نے اور خیبر کے شمس میں سے حضور ﷺ کو ملا تھا۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

رَسُوْلٌ لَّمْ يَكُنْ مِّنْ عَمَلٍ عَمَلًا مَّعًا، لَا تُوْرَثُ مَا تَرَكَمَا صَدَقَةً" اِنَّمَا يَأْكُلُ اَلْ مُحَمَّدٌ ﷺ فِيْ هٰذَا الْمَالِ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا اَعْبُرُ شَيْئًا مِّنْ صَدَقَةِ رَسُوْلٍ لَّمْ يَكُنْ مِّنْ عَمَلٍ عَمَلًا مَّعًا عَلِيْهَا فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَا عَمَلًا فِيْهَا مِمَّا عَمِلَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ -

رسول ﷺ کا ارشاد ہے، ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، جو مال ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ البتہ آل رسول ﷺ اس مال میں سے ہاتھ نہیں لگائے۔ (پھر فرمایا) خدا کی قسم! میں حضور کے صدقہ (خرچ کرنے کے طریقے) میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا۔ جس طرح وہ عہد نبوت میں خرچ ہوتا تھا اسی طرح اب بھی خرچ ہوگا اور میں ان اموال میں ایسا ہی کروں گا جس طرح رسول کریم ﷺ کیا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری کتاب الجہاد صحیح مسلم کتاب الجہاد)

سب نو فرمایے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فدک کا مطالبہ ہوا تو آپ نے حدیث رسول سنائی اور یہ بھی فرمایا کہ اس کی آمدن سب رسول ﷺ پر صرف ہوگی اور جس طرح میرے آقا کوئی ﷺ اسے خرچ فرماتے تھے، میں اُن کی اتباع میں اسی طرح خرچ کروں گا۔ کیا اس میں کوئی قابل اعتراض بات ہے؟ یہ نہیں ہرگز نہیں۔

بعض منکرین مذہبے تعصب میں یہ افتراء کرتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بلایت کا حق غصب کرنے کے لیے خود سے گھڑی (مذالہ)۔ حق یہ ہے کہ یہ حدیث مشہور و اکابر صحابہ کرام سے مروی ہے۔

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عثمان، عبدالرحمن بن عوف، حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، پھر حضرت علی اور حضرت عباس بھی آگئے۔ آپ نے پہلے لوگوں کو یاد کیا کہ اس سے دریافت کیا، ”کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ ”ہمارا کوئی ورثہ نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے“۔ سب نے کہا، ہاں رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے مخاطب ہو کر فرمایا، میں آپ دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا آپ دونوں جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بات فرمائی ہے؟ ان دونوں حضرات نے اقرار کیا، بیشک رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد، صحیح مسلم کتاب الجہاد)

صحیح بخاری کتاب الفرائض میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس باب میں حضرت عمر، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد، حضرت عائشہ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مذکور ہیں۔ (ترمذی ابواب البیرو) اس طرح اس حدیث کے مندرجہ ذیل راوی ہوئے۔

- 1- حضرت ابو بکر، 2- حضرت عمر، 3- حضرت عثمان، 4- حضرت علی، 5- حضرت عباس، 6- حضرت عائشہ، 7- حضرت طلحہ، 8- حضرت زبیر، 9- حضرت عبدالرحمن بن عوف، 10- حضرت سعد بن ابی وقاص، 11- حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ۔
- ان میں سے سب صحیحی بہ کرام عشرہ مبشرہ ہیں۔ اب خاندانِ بلایت کی ایک اہم کوئی ملاحظہ کیجئے۔ حضرت زبیر بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم نے فرمایا، اگر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جگہ ہوتا تو میں بھی فدک کے متعلق وہی فیصلہ کرتا جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ (سنن الکبریٰ رحمہم اللہ ج ۶: ۳۰۲)
- شیعہ حضرات کی مشہور و معتبر کتاب اصول کافی میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، ”ہمارا نبیہ کے ورثہ ہیں۔ بیشک نبیہ کسی کو اور ہم دو بیار (یعنی مال) کا وارث نہیں بناتے بلکہ علم کا وارث بناتے ہیں“۔

(اصول کافی صفحہ ۸)

کیا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہوئیں؟

شیعہ حضرات بخاری کی ایک روایت سے یہ دوسرا اندازہ کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فدک نہ ملنے پر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئی تھیں اور زندگی بھر ان سے قطع تعلق کیے رکھا۔ یہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اسوۂ جمیلہ پر عظیم بہتان ہے۔

رسول کریم ﷺ نے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرنے کو حرام کیا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دنیاوی مال نہ ملنے کے غم میں چھ ماہ تک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ناراض رہتی ہوں، جبکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فدک کی آمدن دینے سے قطعاً انکار نہیں کیا بلکہ حدیث رسول ﷺ سے یہ فرمایا کہ اس کی آمدن سب رسول ﷺ پر خرچ کی جائے گی۔ کوئی مومن یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ حدیث رسول ﷺ سن کر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہوتی ہوں۔

بہم س روایت کے الفاظ پر غور کرتے ہیں۔ فَوَجَدَتْ فَاطِمَةَ عَلٰی اٰبِیْ ہٰکِبٍ فِیْ ذٰلِکَ فَهَجَرَتْهُ فَلَمَّ تَکَلَّمَتْ حَتّٰی تَوَقَّیْتُ۔

”حضرت فاطمہؑ پر حضرت ابو بکر سے ناراض ہو گئیں اور ان سے اس کے متعلق کلام نہ کیا یہاں تک کہ انتقال کر گئیں۔“

دوسری روایت کے الفاظ ہیں، فصصت فاطمة و هجرت ابابکر۔ ”پس ناراض ہوئیں فاطمہ اور ابو بکر سے اس معاملے میں بات کرنا چھوڑ دی۔“
یہ بات قابلِ غور ہے کہ فوجِ حُریت یا فِصْحِ حُریت کے الفاظ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہیں اور نہ ہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بلکہ یہ بعد کے رویوں میں سے کی کی قیاس۔ رانی ہے۔ رولوی نے ظاہری واقعہ سے جو نتیجہ اخذ کیا وہ اس نے بیان کر دیا۔ رولوی کا عادل اور ثقہ ہونا پتی جگہ لیکن نتیجہ اخذ کرنا غلط فہمی پر مبنی ہے۔

حضرت ابو بکرؓ سے حدیث رسوں میں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خاموش ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ حدیث رسوں ﷺ میں کر مصلحتن ہو گئیں۔ اور ترکِ کلام کی حقیقت یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکرؓ سے اس مال کے بارے میں پھر گفتگو نہ کی۔

اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو عمر و بن شیبہ سے مروی ہے،

لسم تکلمہ فی ذلک المال۔ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے اس مال کے بارے میں پھر کبھی کوئی گفتگو نہ کی۔ (زهد القاری ج ۳ ص ۹۶)

ویسے بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کون سے بہت کم میل جول رکھتیں اور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد ان کی جدائی کے غم میں تو آپ عیال و رکوشہ نشین ہو گئی تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب بیمار ہوئیں تو حضرت ابو بکرؓ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور انکی رضامندی چاہتے ہوئے فرمایا،
میرا تمام مال و میری تمام ور دسب اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اہل بیت کی رضا کے لیے وقف ہے۔ یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا راضی ہو گئیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۳۱۰)

حضرت ابو بکرؓ کا حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رضامندی چاہنا بالکل ویسے ہی ہے جیسے کوئی کسی جاں بہ لب مریض سے معافی کا خواستگار ہو کر اس کی رضامندی و رد جوئی چاہتا ہے اور مریض اپنے راضی ہونے کا اظہار کرتا ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقعی حقیقت میں کوئی ناراضگی تھی۔ فدک کے مسئلہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابو بکرؓ سے راضی رہنا تو شیعہ حضرات کی کتب سے بھی ثابت ہے۔

شیعہ عام کتب لدرین مٹم، بحرانی لکھتے ہیں، حضرت ابو بکرؓ نے جب یہ فرمایا، ”میں اللہ کو کوہ بنا کر عہد کرتا ہوں کہ فدک کے معاملے میں وہی کچھ کروں گا جس طرح رسوں کریم ﷺ کیا کرتے تھے“، یہ سن کر حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا ہو گئیں اور اس بات پر عمل پیرا رہنے کا بیعت و عہدہ کر لیا۔ (شرح نہج بھادشہ ج ۵ ص ۱۰۷)

ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو خبر نہ دی۔ اس کی وجہ شرمین نے یہ لکھی کہ حضرت ابو بکرؓ کی زوجہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیار داری کے لیے پہلے ہی سے وہاں موجود تھیں بلکہ انہیں غسل و کفن بھی سب ہی نے دیا۔ اس لیے حضرت علیؓ نے اطلاع نہیں دی کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اطلاع کر دی ہوگی۔ بلکہ بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ہی حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔

طبقات ابن سعد میں امام شافعی اور امام ابو اہیم شخص بہادشہ سے دو روایتیں موجود ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ حضرت ابو بکر نے پڑھائی۔ احمد مذاہن دائل سے ثابت ہو گیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو بکرؓ کے درمیان کسی قسم کی ناراضگی نہیں تھی اور وہ نہ حمانہ بیہم کے مظہر تھے۔
سب آخر میں ایک دلچسپ واقعہ پیش خدمت ہے جسے امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں تحریر کیا ہے۔

جب ان عباس کا پہلا خلیفہ سفاح پہلا خطبہ دینے کے لیے کھڑا ہوا تو ایک شخص قرآن پاک گلے میں لٹکائے کھڑا ہو گیا اور کہے گا، خلیفہ امیر ہے اور میرے دشمن کے درمیان اس قرآن کے مطابق فیصلہ کر۔ خلیفہ نے پوچھا، تیرا دشمن کون ہے؟ وہ بولا، میرا دشمن ابو بکر ہے جس نے اہلبیت کو فدک نہیں دیا۔ خلیفہ نے پوچھا، کیا ابو بکر نے تجھ پر ظلم کیا؟ اس نے کہا، ہاں۔ پھر پوچھا، کیا اسکے بعد والوں نے بھی ظلم کیا؟ اس نے کہا، ہاں۔ خلیفہ نے پوچھا، کیا عثمان نے

بھی؟ کہا، ہاں۔ پوچھا، کیا علی نے بھی ظلم کیا؟ اب اس پر سکتہ طاری ہو گیا اور وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔

حق یہ ہے کہ جس طرح حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے فدک کی آمدن کو صرف کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دورِ خدافت میں نبی کی پیروی

کی اور زرہ اور اہل بیت کی سب سے کچھ نہ دیا۔ اگر فدک وراثت ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اس کی تقسیم فرض تھی لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور بعد کے سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کے طریقے کی پیروی کر کے یہ ثابت کر دیا کہ حدیث ”لا نورث ما ترکنا صدقۃ“ حق ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کب بیعت ہوئے؟

امام بخاری اور امام مسلم نے بن شہاب زہری کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ تک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت نہیں کی۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر سے بیعت کر لی۔

اسی روایت میں مذکور ہے کہ ”حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے بعد شہادت پڑھ کر فرمایا، اے ابو بکر! ہم آپ کی فضیلت کو پہچانتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے (یعنی خدافت و مرتبہ) اسے بھی جانتے ہیں اور اسے آپ سے چھیننا نہیں چاہتے لیکن آپ نے خود ہی یہ (حکومت) حاصل کر لی (یعنی ہمیں مشورہ میں شریک نہیں کیا)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قربت کی بناء پر ہم بھی اس (مشورے) میں اپنا حق سمجھتے تھے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔“

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قربت داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا مجھے اپنے قربت داروں سے زیادہ محبوب ہے اور جن اموال کی وجہ سے میرے اور تمہارے درمیان اختلاف ہوا ہے، میں نے ان میں سے کسی حق کو ترک نہیں کیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو جو کام کرتے ہوئے دیکھا میں نے انہیں ترک نہیں کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا، میں دو پہر کے بعد بیعت کرنے کا وعدہ کرنا ہوں۔ ظہر کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے منبر پر کلمہ شہادت پڑھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیعت میں تاخیر کرنے کا عذر بیان کیا۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حق کی عظمت بیان کی اور یہ بتایا کہ انکی تاخیر کا سبب یہ نہیں کہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خدافت میں رغبت رکھتے تھے ورنہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اس فضیلت کا انکار کرتے تھے جو رب تعالیٰ نے انہیں دی ہے بلکہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ اس حکومت (کے مشورے) میں ہمارے کچھ حق ہے جس سے انہوں نے ہمیں محروم کر دیا (یعنی ہمارے مشورے کے بغیر خلیفہ کا انتخاب کر لیا) اس سے ہمیں دکھ پہنچا۔

اس بیان سے مسلمان خوش ہو گئے اور سب نے کہا، آپ نے درست فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب اس معروف کام کو اٹھتیا کر لیا تو مسلمان پھر ان کی طرف مائل ہو گئے۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد، صحیح مسلم کتاب الجہاد)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے متعلق اپنی تحقیق یوں بیان کی ہے، ”زہری کی یہ روایت منقطع ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے وصال تک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی تھی۔ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی عام بیعت کے وقت ہی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی تھی۔“

مذکورہ روایت سے شہید زہری کی مراد یہ ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیعت کرنے کے بعد چھ ماہ تک گھر میں (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیماری میں) مصروف رہے اور اس کے بعد دوبارہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور بیعت کے تقاضے پورے کیے۔“

مام ہفتی ص ۱۱۱ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی جس روایت کا ذکر کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہے، آپ نے فرمایا،

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو انصار میں سے ایک شخص نے کہا، اے مہاجرین! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی شخص کو کہیں کا عامل بناتے تو ہم میں سے بھی یہ شخص اس کے ساتھ عامل بناتے۔ اس لیے ہم یہ چاہتے ہیں کہ خلافت کے لیے بھی دو شخص مقرر کیے جائیں، ایک تم میں سے ہو اور ایک ہم میں سے۔ پھر دوسرے نصاریٰ مقررین نے بھی اسی طرح کی تقاریر کیں۔ ان کے بعد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں سے تھے لہذا ان کا خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہونا چاہیے اور جس طرح ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار تھے اس طرح ہم ان کے خلیفہ کے بھی نصاریٰ مددگار رہیں گے۔ یہ لہذا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ اور فرمایا، یہ تمہارے صاحب اور امیر ہیں، ان سے بیعت کرو۔ پھر سب نے بیعت کر لی۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھ گئے اور لوگوں پر نظر ڈالی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نظر نہیں آئے۔ آپ نے ان کے متعلق دریافت کیا۔ بعض نصاریٰ انہیں بد کرنے لگے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد اور داماد! کیا آپ مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنا چاہتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! مجھے ملامت نہ کریں۔ پھر انہوں نے بیعت کر لی۔

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجمع میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو نہ پایا تو لوگ انہیں بھی بلا کر لائے۔ آپ نے ان سے بھی فرمایا، اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد اور سب کے مددگار! کیا آپ مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنا چاہتے ہیں؟

انہوں نے بھی کہا، اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! مجھے ملامت نہ کریں۔ پھر انہوں نے بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔

مام حکم ص ۱۱۱ نے اس حدیث کو روایت کر کے فرمایا، یہ حدیث امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۳ ص ۷۶)

مام بن حجر عسقلانی رحمہما اللہ، شرح بخاری میں فرماتے ہیں، امام ابن حبان اور دیگر محدثین نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شروع ہی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی تھی اور یہ روایت بخاری و مسلم کی اس روایت سے زیادہ صحیح اور اس پر ترجیح ہے۔ اگر بخاری و مسلم کی مذکورہ روایت کو تسلیم کیا جائے تو اس سے مراد یہ ہوگی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مباہلہ کی تیاری میں مشغول رہنے کی وجہ سے چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مجلس سے غیر حاضر رہے تھے اس لیے لوگوں کے اطمینان کی خاطر آپ نے دوبارہ آ کر بیعت کی تجدید کی۔ (فتح بہاری ج ۷ ص ۳۹۵)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلافت کا اصل حقدار جانتے تھے، یہ بات متعدد روایات سے ثابت ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا، ہمیں اس بات سے تکلیف پہنچی کہ ہمیں خلافت کے مشورے میں شریک نہیں کیا گیا۔ تاکہ ہم خوب جانتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار ہیں، ہم ان کے شرف و بزرگی کو پہچانتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پٹی حیات ظہری میں آپ کو نمازوں کی امامت کا حکم فرمایا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ۱۳۳، حاکم)

اس بات کی تائید سیدنا مام حسن رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

”جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو ہم نے خلافت کے متعلق غور کیا۔ ہم نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نمازوں کے لیے ہم سب کا امام بنایا تھا۔ پس ہم پٹی حیات ظہری کے معاملے میں اس شخص سے راضی ہو گئے جس پر ہمارے آقا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کے معاملے میں راضی تھے۔“

(طبقات بن سعد ج ۳ ص ۸۳۳)

روانفص یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے نو ہجری میں پہلے حضرت ابو بکرؓ کو حج کا امیر بنایا تھا پھر آپ کو معزول کر کے حضرت علیؓ کو امیر حج مقرر فرما دیا۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ دراصل سو وقت تک کعبہ میں مشرکین پر ہند طواف کیا کرتے تھے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو امیر حج بنا کر بھیجا اور انہیں حج کے تحریری حکام بھی عطا فرمائے۔ پھر ان کے بعد حضرت علیؓ کو بھیجا تا کہ وہ مشرکین کو سورتوں کی ابتدائی آیات پڑھ کر سن دیں۔

جب سیدنا علیؓ سیدنا ابو بکرؓ کے قریب پہنچے تو آپ نے پوچھا، امیر بن کر آئے ہو یا مامور؟ حضرت علیؓ نے عرض کی، میں مامور ہوں۔ سٹھ ذو الحجہ کو سیدنا ابو بکرؓ نے حج کا خطبہ دیا اور لوگوں کو حج کے مسائل سکھائے۔ دس ذوالحجہ کو سیدنا علیؓ نے لوگوں کو سورتوں کی آیات سنائیں اور حضور ﷺ کے احکام پہنچائے۔ (تفسیر روح المعانی)

عربوں میں معروف رواج تھا کہ جب کوئی معاہدہ کرنا یا توڑنا ہوتا تو یہ کام یا تو صاحب معاملہ خود کرتا یا اس کا کوئی قریبی رشتہ دار، تاکہ وہ شہدہ رہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے مشرکوں سے برأت کا اعلان کرنے کے لیے حضرت علیؓ کو بھیجا۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ یہ اعلان کرنے میں حضرت علیؓ تنہا نہیں تھے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو بکرؓ نے ایک جمعہ کے ساتھ یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی ہند طواف کرے۔ ترمذی و حاکم و تہذیب کی روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ یہ اعلان کرتے اور جب وہ تھک جاتے تو حضرت ابو بکرؓ یہ اعلان کرتے۔

ان دو اہل سے معصوم ہوا کہ اس سہ ماہی حج سیدنا ابو بکرؓ ہی تھے اور سیدنا علیؓ عربوں کے مذکورہ رواج کو پورا کرنے آئے تھے۔ اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ سیدنا ابو بکرؓ نے اپنے مقرر کردہ اعلان کرنے والوں کو معزول نہیں کیا بلکہ ان کو سیدنا علیؓ کا شریک کار بنا دیا۔

روانفص کا دوسرا شبہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے مرض الوصال میں حضرت ابو بکرؓ کو پہلے امام مقرر فرمایا تھا مگر بعد میں امامت سے معزول کر دیا تھا۔ بعد ازاں عس لکاد ہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ پیر کے دن حضرت ابو بکرؓ صحابہ کو نماز فجر پڑھا رہے تھے کہ اچانک برسوں کریم ﷺ نے سیدنا عاتقہؓ کو مہا کے حجرے کا پردہ اٹھا کر لوگوں کو مہا کے باغ میں دیکھا تو تمسّم فرمایا۔

حضرت ابو بکرؓ اس خیال سے پیچھے ہٹے لگے کہ شاید آقا صوملیؓ نماز میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے ہاتھ مبارک کے اشارے سے فرمایا، اپنی نماز پوری کرو۔ پھر آپ نے حجرے کا پردہ گر لایا۔ اور اسی روز چاشت کے وقت آپ کا وصال ہو گیا۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہو گیا کہ سیدنا ابو بکرؓ حضور ﷺ کے وصال ظاہری تک امامت فرماتے رہے اور اس بارے میں کسی نے بھی ختلاف نہیں کیا اور اسی بات کو سیدنا علیؓ نے آپ کی خلافت کی دلیل سمجھ کر آپ سے بیعت کی جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا۔ ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ کی بیماری کے پام میں سیدنا ابو بکرؓ نے سترہ (۱۷) نمازوں کی امامت فرمائی۔

حضرت ابن عباسؓ، ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آقا صوملیؓ نے اپنی امت میں سے سوائے حضرت ابو بکرؓ کے کسی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔ متہدیک سفر میں حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کے پیچھے ایک رکعت اور فرمائی ہے۔ یہ سیدنا ابو بکرؓ کا ایسا اعزاز ہے جو دیگر خلفائے راشدین میں سے کسی کو حاصل نہیں ہو۔

روانفص یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور ائمہ اہلبیتؑ نے سیدنا ابو بکر و سیدنا عمرؓ کی جو تعریف کی ہے وہ محض تقیہ کے طور پر ہے۔ حنی جو وہ لوگوں سے کہتے تھے، ان کے دل میں اس کے برعکس ہوتا تھا۔ (معاذ اللہ)

بد شبہ یا عقیدہ شیر خد اور نمہ اہلبیتؑ پر عظیم بہتان ہے۔ امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ ابو جحیفہؒ محبت کی بنا پر حضرت علیؓ کو ستمت کا افضل ترین

شخص کہا رہتا۔ حضرت علیؑ یہ بات معلوم ہوئی کہ ابو جحیفہ لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے بہت مغموم ہے تو آپ نے اسے گھرد کر فرمایا، میں تجھے س مت کے افضل ترین شخص کے بارے میں بتاؤں؟ وہ حضرت ابو بکرؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ۔

ابو جحیفہؓ کہتے ہیں کہ جب سے حضرت علیؓ نے یہ بات مجھ سے بالمشافہ کہی، میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر لیا کہ جب تک میں زندہ ہوں، ان کی س حدیث کو نہیں چھپاؤں گا۔

جو ولی حضرت علیؓ کی س بات وثیقہ کہتا ہے وہ بے عقل اور کذاب ہے۔ یہ بات آپ نے علیؓ کی میں اپنے زمانہ خلافت میں کہی ہے پھر آپ نے سے وفہ کے منبر پر بھی بیان فرمایا ہے اور وفہ میں آپ بل بصرہ کی جنگ سے فراغت کے بعد تشریف لائے ہیں۔ یہ بات نہایت قوی اور زبردست نائد ہونے وال حکم ہے کیونکہ یہ بات آپ نے حضرت اشعین کے وصال کے طویل عرصہ بعد فرمائی ہے۔

جب امام باقرؓ نے حضرت اشعینؓ سے عہد سے محبت کا اظہار کیا تو کسی نے کہا، لوگوں کا خیال ہے کہ آپ یہ بات ثقیفہ کے طور پر کہہ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا، زندوں سے ڈر جاتا ہے نہ کہ مرنے والوں سے۔ اللہ تعالیٰ ہشام بن عبد الملک کے ساتھ اس طرح سلوک کرے۔

پھر امام بن حجر مرادؓ لکھتے ہیں، اس طیلئ القدر امام نے ہشام کے لیے بددعا کر کے منحوس ثقیفہ کا باطل ہونا واضح کیا کیونکہ ہشامؓ کے زہانے کا وقت وشوکت وال بادشاہ تھا۔ جب آپ س سے نہیں ڈرے جس کی حکومت وشوکت اور قوت وقہر سے لوگ ڈرتے تھے تو آپ ان سے کیسے ڈر خوف رکھتے جو وصال پا چکے تھے اور جنہیں ظاہری طور پر حکومت و اقتدار بھی حاصل نہیں تھا۔

جب امام باقرؓ کا یہ حال ہے تو حضرت علیؓ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جبکہ ان کے اور امام باقرؓ کے درمیان قوت وشوکت، کثرت متحد اوتیاری اور سخت جنگ کرنے میں کوئی نسبت ہی نہیں۔ وہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے۔

حق یہی ہے کہ سیدنا علیؓ سے تو اتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے حضرت اشعینؓ سے عہد سے محبت کا اظہار فرمائی ہے اور انہیں مت میں افضل ترین قرار دیا ہے۔

(اصول حق الخیر: ۲۲۸، ص ۲۲۸)

سہائی فتہ کی بنا:

بن صبر مرادؓ نے لکھا ہے کہ عبد اللہ بن سبا ایک یہودی کا بیٹا ہے۔ یہ یہودی تھا، اس نے اپنا اسلام ظاہر کر کے مسلمانوں میں شرفنا و پھیدنے کے لیے کئی شہروں کے دورے کیے۔

عام کہتے ہیں، یہ پٹی یہودیت کے زمانے میں یوشع بن نونؑ کے بارے میں غلو کرتے ہوئے کہا کرتا تھا کہ وہ حضرت موسیٰؑ کے وصی ہیں۔ اسلام ظہر کر کے اس قسم کی بات یہ حضرت علیؓ کے بارے میں کہنے لگا کہ وہ حضورؑ کے وصی ہیں۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے یہ مشہور کیا کہ حضرت علیؓ کی امت کا عقیدہ رکھنا فرض ہے۔ اس نے حضرت علیؓ کے مخالفین پر اعلانِ حیر کیا اور ان کو کافر کہا۔

حافظ بن حجر مکیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے عرض کیا گیا کہ بعض لوگوں نے سیدنا ابو بکرؓ و سیدنا عمرؓ سے عہد لیا ہے کہ کہیں کی جرت کی ہے کہ وہ س مت میں آپ کو ہنریم خیر سمجھتے ہیں۔ یہ نظریہ رکھنے والوں میں عبد اللہ بن سبا بھی ہے جس نے سب سے پہلے اس خیر کا اظہار کیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا،

”میں ان کے متعلق پنے در میں ایسے خیالات رکھنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ جو شخص ان کے متعلق خوبی اور اچھائی کے موبولی و ربات ہے در میں پوشیدہ رکھتا ہو، اس پر اللہ کی لعنت ہو۔“

پھر آپ نے بن سہا شہر بدر کے مدائن کی طرف بھیج دیا۔ ائمہ کہتے ہیں کہ ابن سبا یہودی تھا جس نے اسلام ظاہر کیا تھا۔ یہودی انفس کے گروہ کا بہار ہوا تھا۔ ان بوکوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت شہر بدر کیا جب انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں الوہیت پائی جاتی ہے۔ (المصنوع المحرقہ: ۹۵)

ابو جلاس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابن سبا سے یہ فرماتے ہوئے خود سنا کہ ”اللہ کی قسم! مجھے رسول کریم ﷺ نے کوئی ایسی رزق بت نہیں بتائی جس وہی سے چھپو یا ہو۔ اور میں نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد خود سنا کہ قیامت سے پہلے میں جھوٹے دجال ہو گئے، تو بھی انہی میں سے ایک ہے۔“ (سان لکیر ان ج ۳: ۲۹۰)

مام در قطنی صاحب نے یہ طویل روایت تحریر کی ہے جس کے آخر میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منبر پر بیٹھ کر حضرات شیخیں، ہمدونہ کی مدح و ثناء فرمائی اور سفر میں فرمایا۔

”اس ذات کی قسم جو نے کو چھوڑتا اور جان کو پیدا کرتا ہے، ان دونوں سے صاحب فضیلت مومن محبت کرتا ہے جبکہ بد بخت اور دین سے نکل جانے والے ان سے بغض اور مخالفت رکھتا ہے۔“

بعض روایات کے مطابق یہ بھی فرمایا: ”لو کون لو! اگر مجھے یہ اطلاع پہنچی کہ فلاں شخص مجھے حضرات شیخین پر فضیلت دیتا ہے تو میں سے بہتان گانے والے کی حد یعنی سسی (۸۰) ڈرے لگاؤں گا۔“ (المصنوع المحرقہ: ۹۶، ۹۰)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں، ابن سبا نے:-

اولاً: بوکوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل جاننے کی دعوت دی۔

ثانیاً: صحابہ اور خلفائے راشدین کو کافر و مرتد قرار دینے کی بات کی۔

ثالثاً: بوکوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خدا ہونے کی دعوت دی۔

اس نے پنے پیروؤں میں سے ہر ایک کو اسکی استعداد کے مطابق انواع و اقسام کے جال میں پھانسا۔ پس وہ علی الاطلاق رافضیوں کے تمام فرقوں کا مقتد ہے۔ (تحفہ شاہ شریہ: ۹۷)

☆☆☆☆

سیدنا میر معویہ رضی اللہ عنہ

سیدنا معویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، اُمّ المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی اور کاتب وحی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ۷ھ میں اسلام قبول کیا مگر پندرہ دن کے خوف سے اپنے اسلام کو مخفی رکھا۔ ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد جب آپ کے والدین اسلام لے آئے تو آپ نے بھی اپنے سہم کا ٹکڑا رکھ دیا۔ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں غزوہ حنین میں شریک ہوئے۔

حضرت معویہ رضی اللہ عنہ ہر گاہ بڑی میں وحی کی کتابت اور خطوط کی کتابت کا فریضہ انجام دیا کرتے تھے۔ آپ سے ایک سوترہ سترہ (۶۳) احادیث مروی ہیں۔ سیدنا ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور دیگر صحابہ و تابعین کرام رضی اللہ عنہم آپ سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم رضی اللہ عنہما کی راویوں کے متعلق سخت شکر ہے۔ انہوں نے بھی آپ سے صحیح حدیثیں کئی احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا، اُٹھی! معاویہ کو حساب کتاب سکھادے اور اس کو عذاب سے محفوظ رکھ۔

(تاریخ الخلفاء: ۲۸۷، مسند احمد)

آپ فہم و تدبیر، علم و دانائی اور صبر و تحمل میں بڑے مشہور تھے۔ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے یہ دعا فرمائی، ”اے اللہ! معاویہ کو ہدایت دینے والے اور ہدایت پانے والا اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔“ (ترمذی) یہ حدیث صحیح ہے۔

حضرت امیر معویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن غیب جاننے والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، اے معاویہ! جب تجھے کسی جگہ کا حکم بتا دیا جائے تو اللہ تعالیٰ سے لڑنا اور عدل و انصاف پر قائم رہنا۔ مجھے اس وقت سے یقین ہو گیا تھا کہ مجھے حکومت کی ذمہ داری سونپی جائے گی۔ (ازالہ الخفاء ج ۳: ۵۵، ۵۶، احمد، ابویعلیٰ)

حضرت معویہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ مجھے خلافت ملنے کی اس وقت سے امید پیدا ہو گئی تھی جب آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ ”اے معاویہ! جب تم بادشاہ بن جاؤ تو لوگوں سے اچھی طرح پیش آنا۔“

(تاریخ الخلفاء: ۲۸۷، ابن ابی شیبہ، طبرانی فی الکبیر)

سیدنا بوکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں دمشق فتح ہونے کے بعد وہاں کا گورنر آپ کے بڑے بھائی حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ ان کے انتقال کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کی جگہ گورنر بنا دیا۔ بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں آپ کو پورے شام کا گورنر بنا دیا۔ آپ کی حکمرانی کا عرصہ شمار کیا جائے تو ۱۷ھ سے ۶۰ھ تک چونتالیس سال آپ نے کامیاب حکومت کی ہے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کیا۔ عدو بن کثیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بوسلم خولانی رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے ہمراہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے دریافت کیا، آپ علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کر رہے ہیں، کیا آپ خود کواٹکے ہم رقبہ سمجھتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا،

خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھ سے افضل و برتر ہیں اور میری نسبت حکومت و خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔ مگر کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ظلم سے شہید کیے گئے اور میں ان کا چچا زاد ہوں۔ میں ان کا ولی اور ان کے خون کے قصاص کا مطالبہ ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کرو کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو میرے حوالے کر دیں، میں فوراً ان سے بیعت کر لوں گا۔ (البدایہ والنہایہ)

معلوم ہو کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت سے کوئی اختلاف نہیں تھا۔

شرح بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت علیؑ سے کہا، اے امیر المؤمنین! اول شام پر لعنت کیجیے۔ یہ سنتے ہی حضرت علیؑ نے فرمایا: اہل شام پر لعنت نہیں رنی جائے کیونکہ میں رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شام میں ابدال ہیں۔ (احمد، مشکوٰۃ)

سیدنا عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نور مجسم ﷺ نے فرمایا، میں نے ایک نور کا ستون دیکھا جو میرے سر کے نیچے سے نکل کر بلند ہوتا ہو ملک شام پر جا کر ٹھہر گیا۔ (مشکوٰۃ، دلائل النبوة للبیہقی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آقا مومنیؑ نے فرمایا، خلافت مدینہ منورہ میں اور بادشاہت شام میں ہوگی۔ (مشکوٰۃ، دلائل النبوة للبیہقی)

ابلی حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ فرماتے ہیں،

حضرت امیر معاویہؓ تو اس ملک اسلام اور سلطنت محمدیہ ﷺ کے پہلے بادشاہ ہیں۔ اس کی طرف تو رات مقدس میں بھی شرہ ہے کہ: مولدہ بمسکة ومہاسرہ طیبة ومسکة بالانعام۔ "وہ نبی آخر الزماں ﷺ مکہ میں پیدا ہوگا اور مدینہ کو ہجرت فرمائے گا اور اس کی سلطنت شام میں ہوگی"۔ تو امیر معاویہؓ کی بادشاہی گرچہ سلطنت ہے مگر کس کی؟ محمد رسول اللہ ﷺ کی۔ (اعتقاد الاحباب: ۳۵)

عروہ بن زویمؓ سے روایت ہے کہ ایک اہل بلی بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوا اور کہنے لگا، اے محمد ﷺ! مجھ سے کشتی لڑو۔ اس پر حضرت معاویہؓ نے اس سے کہا، میں تجھ سے کشتی لڑوں گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، معاویہؓ کبھی مغلوب نہ ہوگا۔ چنانچہ کشتی ہوئی اور معاویہؓ نے اسے بچھڑا دیا۔ جب جنگ صفین ہو چکی (تو عروہؓ نے یہ بات بتائی) اس پر حضرت علیؑ نے عروہ سے فرمایا، اگر تو اس حدیث کو مجھ سے ذکر کر دیتا تو میں معاویہ سے جنگ نہ کرتا۔ (ازلۃ الخفاء ج ۳: ۶، ابن حصار)

جنگ صفین سے واپسی پر سیدنا علیؑ نے فرمایا، اے لوگو! تم معاویہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرو۔ یاد رکھو! اگر تم نے معاویہ کو کھو دیا تو تم دیکھو گے کہ لوگوں کے کندھوں سے نکلے اس طرح گریں گے جیسے اندرائن کے پھل گرتے ہیں۔

(ازلۃ الخفاء ج ۳: ۴، ۵۳۷، البدایہ والنہایہ)

حضرت علیؑ جنگ صفین کے دن اپنے ہونٹ چبا رہے تھے کہ اگر میں جان لیتا کہ صورت حال ایسی ہو جائے گی تو میں جنگ کے لیے نہ نکلتا۔

(ازلۃ الخفاء ج ۳: ۴، ۵۳۶)

حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ کے پاس جب سیدنا علیؑ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ زار و قطار رونے لگے۔ آپ کی اہلیہ نے کہا، زندگی میں تو آپ ان سے لڑتے رہے ہیں، اب ان کی شہادت کی خبر سن کر رو کیوں رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا، کاش تمہیں معلوم ہوتا کہ اس امت نے سچ کس قدر عظیم علم و فضل اور فتنہ کو کھو دیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ)

سیدنا علیؑ کی شہادت کے بعد سیدنا امام حسنؓ چھ ماہ خلیفہ رہے۔ اگر چاروں خلفائے راشدین کی خلافت کی مدت کو جمع کیا جائے تو یہ ساڑھے اسی برس ہیں۔ اس کا عرصہ جتنا ہے اور اگر اس میں حضرت حسنؓ کی خلافت کا عرصہ یعنی چھ ماہ بھی جمع کر لیا جائے تو مکمل مدت پورے تیس سال ہو جاتی ہے جو کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے فرمانِ عابدیشان کے مطابق خلافتِ راشدہ کی مکمل مدت ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے، "میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی پھر ملوکیت ہو جائے گی"۔ اس حدیث کو تمام اصحابِ سنن نے لکھا اور اس جہاں ہم نے اس کو صحیح کہا۔

امام حسنؓ نے چھ ماہ بعد حضرت امیر معاویہؓ سے چند شرائط پر صلح کر لی اور یوں آقا مومنیؑ کا وہ عجزہ ظاہر ہو گیا جو آپ نے فرمایا تھا کہ "میرے بیٹا مسلمانوں کی دو جہ عتوں کے درمیان صلح کرائے گا"۔ جب آپ امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے تو یہ شخص نے کہا، آپ نے مسلمانوں کو ذلیل کر دیا۔ آپ نے فرمایا، یوں مت کہو، کیونکہ میں نے آقا مومنیؑ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ شب و روز کا سلسلہ چلتا رہے گا یہاں تک کہ معاویہ

حاکم بن جائے گا۔ جس لمحے یقین ہو گیا کہ تقدیر الہی واقع ہو گئی ہے تو میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ اپنی حکومت کے لیے دونوں جانب کے مسلمانوں میں قتل اور خونریزی کروں۔ (البدایہ والنہایہ: ۸)

عمرہ بیٹھی صراحت لکھتے ہیں کہ آپ کی بیوی جمعہ کو یزید نے خفیہ طور پر یہ پیغام بھیجا کہ اگر حضرت حسن ؓ کو زبردستی قتل کر لیں تو تم سے نکاح کروں گا۔ س فریب میں آ کر یہ نصیب جمعہ نے آپ کو زبردستی یا جس سے آپ شہید ہو گئے۔ جمعہ نے یزید کو لکھا کہ اپنا وعدہ پورا کر لو اس نے جواب دیا، حسب میں تجھ وہ حسن کے نکاح میں کو نہیں رسکا تو اپنے نکاح میں کس طرح کو لرا کروں گا۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۸۲)

امام حسین ؓ نے بہت وحشت کی کہ آپ زبردستی والے کی نشاندہی کر دیں لیکن آپ نے نام بتانے کی بجائے یہ فرمایا: ”مجھے جس پر گمان ہے گروہ اصل میں قاتل نہ ہو تو کوئی بیگہ قتل ہو جائے گا اور اگر وہی میرا قاتل ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے والا ہے۔“ آپ کی شہادت ۵۰ھ میں ہوئی۔

بعض متعصب و گمراہ لوگ حضرت امیر معاویہ ؓ کو باغی قرار دیتے ہوئے ان پر لعن طعن کرتے ہیں۔ باغی کے متعلق قرآن عظیم کا حکم ہے، فَفَسَبُوا الَّذِي نَبِئْتُمْ بِحَقِّهِ قَتِيلًا ۚ اَلَيْسَ الَّذِي جَاءَ بِالْبَغْيِ ظَالِمًا ۗ اِنَّهُ كَانَ فِي سُلْطٰنٍ عَلِيٍّ (المجمرات: ۹، کنز الایمان)

اگر حضرت امیر معاویہ ؓ باغی ہوتے تو حضرت علی ؓ پر لازم تھا کہ ان سے مسلسل جنگ کرتے یہاں تک کہ وہ آپ کی خدمت کو تسلیم کریتے۔ لیکن آپ نے جنگ ختم کر دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی ؓ کے نزدیک بھی حضرت معاویہ ؓ باغی نہیں تھے۔

اصل حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی ؒ فرماتے ہیں، سیدنا امام حسن مجتبیٰ ؓ نے ایک فوج حرار کے ساتھ یمن معرکہ جنگ میں ہتھیار رکھ دیے اور خدمت امیر معاویہ ؓ کے سپرد کر دی (اور ان کے ہاتھ پر بیعت فرمائی)۔

اگر امیر معاویہ ؓ امیر ذوالنورین یا ظالم یا غاصب تھے تو الزام امام حسن ؓ پر آتا ہے کہ انہوں نے خلافت و حکومت خود اپنے اختیار و ارادے سے اسے شخص کے حوالے کر دی اور اس میں مسمیٰ کی خیر خواہی کا خیال نہ فرمایا۔ اگر مدت خلافت ختم ہو چکی تھی اور آپ کو خود بادشاہت منظور نہیں تھی تو صحابہؓ حجاز میں کیا کوئی حکومت و دینی امور کے نظم و نسق کے قائل نہیں تھا جو حکومت انہیں کے حوالے کر دی؟

خدمت کی قسم! یہ اعتراض تو رسوں کریم ؐ تک پہنچتا ہے کہ جنہوں نے اپنی پیش کوئی میں ان کے اس فعل (یعنی حضرت معاویہ ؓ سے صلح) کو پسند فرمایا اور انکی بیعت کا نتیجہ ظہر یا حبیب کہ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے امام حسن ؓ کی نسبت فرمایا: ”میرا یہ بیعت سید ہے، مجھے امید ہے کہ اللہ عزوجل اس کے باعث اسام کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرادے۔“ (اعتقاد الاحباب: ۶۸)

بقول صدر اشرفیہ، امیر معاویہ ؓ پر معاذ اللہ فسق و غیرہ کا طعن کرنے والا ہی تھا حضرت امام حسن مجتبیٰ ؓ بلکہ حضور سید عالم ؐ بلکہ اللہ عزوجل پر طعن کرنا ہے۔

(پہا شریعت حصہ: ۷۸)

عمرہ شہاب الدین خداجی، نسیم لریض شرح شفا میں فرماتے ہیں، جو حضرت معاویہ ؓ پر طعن کرے، وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔ (اعتقاد الاحباب: ۲۳)

امیر معاویہ ؓ مجتہد تھے۔ ان کا مجتہد ہونا سیدنا عبد اللہ بن عباس ؓ نے حدیث صحیح بخاری میں بیان فرمایا ہے۔ مجتہد سے صواب و فحش دونوں صادر ہوتے ہیں۔ خطہ دوم کی ہے، ”خطہ عنادی“، یہ مجتہد کی شان نہیں۔ اور ”خطہ لاجتہادی“، یہ مجتہد سے ہوتی ہے اور اس میں اس پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدمہ خذہ نہیں۔

(پہا شریعت حصہ: ۷۷)

حضرت معاویہ ؓ کے جہاد کی دلیل یہ آیت ہے عَنْ قَبْلِ مَظْلُومًا فَتَدْرِكُهُمْ لِيُجْلِبُوا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا۔ (فی اسرائیل: ۲۲) جو مظلوم کو مار جائے تو بیشک ہم

نے اس کے ورثہ کو تابودیا ہے۔ (کنز الایمان)

یعنی جو مظلوم قتل ہو گیا تو اس کے وارث کو قصاص کا حق ہے۔ اسی بناء پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا مطہ بہ کر رہے تھے جبکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گرد بڑی تعداد میں یہ لوگوں کی قسی جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت میں پیش پیش تھے اس لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے حکومت مستحکم کیے بغیر قصاص میں ممانعت نہ تھی۔

اس یہ بات ذہن نشین رہے کہ صحیحہ کرام کے باہم جو واقعات ہوئے، ان پر اپنی رائے دینا کسی کو قصور وار بنانا سخت حرام ہے۔ ہمیں تو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ سب کا مولیٰ رضی اللہ عنہ کے جان نثار، سچے غلام اور صحابیت کا شرف رکھتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ میں سے کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا، وہ مجھ پر جو حضور کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرانی میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا، وہ بھی عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے افضل ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

صدر شریعتی مدظلہ العالی قادری رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

کسی صحیحہ نبی کے ساتھ سوء عقیدت بد مذہبی و گمراہی اور استحقاقی جنم ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض ہے۔ ایسا شخص رافضی ہے مگر چہ چاروں خلفاء کو مانے اور پئے سب کو سنی کہے۔ مثلاً حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد ماجد حضرت ابو سفیان اور والدہ ماجدہ حضرت ہند۔ اسی طرح حضرت سیدنا عمرو بن عاص و حضرت مغیرہ بن شعبہ و حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حتیٰ کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ جنہوں نے قبل اسلام حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور بعد اسلام اجربہ الناس ضعیف مسیئہ کذاب معون کو واصل جنم کیا۔ ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی تمرا ہے اور اس کا قائل رافضی۔ یہ مگر چہ حضرت شیخین کی توہین کی مثل نہیں ہو سکتی کہ کلی توہین بلکہ ان کی خلافت سے انکار ہی فقہائے کرام کے نزدیک کفر ہے۔ (بہار شریعت حصہ: ۷۷)

مثلاً جرت صحیحہ کرام:

محمد و دین و ملت اعلیٰ حضرت، ام احمد رضا محدث بریلوی اور سید قطر از ہیں، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جنہوں نے مشاجرت و منازعات کیے، ہم اہلسنت ان میں حق، مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی جانب مانتے ہیں اور ان سب کو (مور و فنرش) بر ملا و خطا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان سب سے کھل و اعلیٰ جانتے ہیں۔ چونکہ ان حضرات کے مناقب و فضائل میں احادیث مروی ہیں اس لیے ان کے حق میں زبان طعن و تشنیع نہیں کھولتے، اور انہیں نیک مرتب پر رکھتے ہیں جو نیکے لیے شرع میں ثابت ہیں۔

ان میں کسی کو کسی پر ہوئے نفس سے فضیلت نہیں دیتے اور ان کے مشاجرات میں ذل اندازی کو حرام جانتے ہیں اور ان کے ختلاف کو ہم بوجہ فیہ و مام شائع، رضی اللہ عنہم جیسا ختلاف سمجھتے ہیں۔ ہم اہلسنت کے نزدیک ان میں سے کسی صحابی پر بھی طعن جائز نہیں چہ جائیکہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ رفیع میں طعن کریں۔ ختلاف کی قسم ایہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں گستاخی ہے۔ (اعتقاد الاحباب: ۶۳)

محمد و دین و ملت اعلیٰ حضرت، ہم اہلسنت و جماعت سب صحابہ کرام کو نیک و متقی جانتے ہیں اور ان کے باہمی اختلافات کی تعمیل پر نظر کرنا حرام سمجھتے ہیں کیونکہ اس طرح شیطان ان متقی بندوں کے متعلق بدگمان کر کے گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

”جو شخص کسی (صحیحہ نبی) کا گریہ منقول بھی ہو جو نظر کا صر (دنگا دکناہ میں) میں ان کی شان سے قدرے گرا ہوا ٹھہرے۔ (اور یہ ہونا نظر و س میں حرف زنی کی گنجائش ہے تو اہلسنت) سے نعلیٰ حسن پر اتار تے ہیں (اور اسے ان کے ظلوں قلب و حسن نیت پر محمول کرتے ہیں) اور اللہ کا سچا قول رسی اللہ عنہم من ربیبہ در میں زبگ تعینش کو جگہ نہیں دیتے (اور تحقیق احوال واقعی کے نام کا سبیل تکمیل، دل کے آگینے پر چڑھنے نہیں دیتے)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم فرما چکے۔ د ذکر ضحابی فامبگوا۔“ (جب میرے اصحاب کا ذکر آئے تو باز رہو) (سوء عقیدت اور بدگمانی کو قریب نہ پھلنے دو، تحقیق اس و تبلیغ)

تار میں نہ پڑو۔

پے آقا ﷺ کا فرمان عادی شان اور یہ سخت وعیدیں، ہولناک تہدیدیں (ڈراوے اور ڈھمکیاں) سن کر زبان بند کر لی اور دوسروں کو سب کی طرف سے صاف رہا۔ اور جتنا سنا کہ ان کے رُتبے ہماری عقل سے ورا ہیں پھر ہم ان کے معاملات میں کیا دخل دیں۔

ان میں جو مشجرت (صورۃ نزاعات و اختلافات) واقع ہوئے، ہم ان کا فیصلہ کرنے والے کون؟ کہ ایک کی طرف داری میں دوسرے کو کہے گئیں یا ان نزاعوں میں ایسے فریق ہو یا طیب ظہم ایں بلکہ بالیقین جانتے ہیں کہ وہ سب مصالح دین کے خواستگار تھے۔

(سرم و مسہمین کی سر بلندی کا نصب العین تھی پھر وہ مجتہد بھی تھے) جس کے اجتہاد میں جو بات دین الہی و شرع رسالت پہ ہی مل جادو ﷺ کے یہ صحیح و نسب (زیادہ مصحت میز اور حوال مسلمان سے مناسب تر) معلوم ہوئی، اختیار کی۔ کو اجتہاد میں خطا ہوئی اور ٹھیک بات ذہن میں نہ آئی لیکن وہ سب حق پر ہیں (وہ سب و جب الاحترام)۔

ان کا صاحب بیعتہ ایسا ہے جیسا فروغ تہذیب میں (خود ملانے سلامت بلکہ ان کے مجتہدین مثلاً امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم) شرفی ﷺ (وغیرہما) کے اختلافات، نہ ہرگز ان منازعات کے سبب ایک دوسرے کو گمراہ فاسق جانتا نہ ان کا دشمن ہو جانا۔

(جس کی تائید مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ احوالنا بمعوا علیہا۔ یہ سب ہمارے مسلمان بھائی ہیں جو ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ سب حضرات آقائے دو عالم ﷺ کے جاں نثار اور سچے غلام ہیں۔ خدا اور رسول ﷺ کی بارگاہ میں معظم و محترم اور سہماں ہر بیت کے روشن ستارے ہیں، اصحابی کالجوم)

اللہ عزوجل اور رسول ﷺ کے رشادات سے (اس پاک فرقہ سلامت و جماعت نے اپنا عقیدہ اور) اتنا یقین کر لیا کہ سب (صحی بہ کرام) ہجھے و رعد و برق، تقی لقی امیر (خاصہ پناہ و روزگار) ہیں، اور ان (مشاجرت و نزاعات کی) تقابیل پر نظر، گمراہ کرنے والی ہے۔ (اعتقاد الاحباب: ۳۸-۴۰)

رب تعالیٰ نے فرمایا، وَكَلَّمَ اللَّهُ النَّخَسِيَّ - "ان سب (صحابہ) سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا"۔ کہ اپنے بے مرتبے کے کی خط سے اجر سے گاسب ہی کو محروم کوئی نہ رہے گا۔ اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا، ان کے حق میں فرماتا ہے،

أُولَئِكَ عُقْبُهُمْ فَبِعَدْوَنَ "وہ جنہم سے دور رکھے گئے ہیں"۔
لَا يَسْمَعُونَ حَبِيبَتَهَا "وہ جنہم کی بھک تک نہ سنیں گئے"۔

وَهُمْ لِي مَا شَفَعَتْ أَلْفَتُهُمْ حَبِيبَتُونَ - "وہ ہمیشہ اپنی سن مانتی جی بھائی مرادوں میں رہیں گئے"۔
لَا يَخْرُجُ لَهُمْ لَفْرُغُ إِلَّا كَثْرُ - "قیامت کی سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں نہیں ملے گی"۔ صَلَفَتُهُمُ الْمَلَنَكَةُ - "فرشتے ان کا متقابل کریں گے"۔

هَذَا بِنُورِكُمْ لَبَدِي كُنْتُمْ نُورًا عَمُونَ - یہ کہتے ہوئے کہ "یہ ہے تمہارا لوہا جس کا تم سے وعدہ تھا"۔ (سورۃ الاحیاء)

رسول اللہ ﷺ کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل تاتا ہے تو جو کسی صحابی پر ظن کرے وہ اللہ واحد تھا کہ جھٹلاتا ہے۔ اور ان کے بعض معاملات جن میں کفر حکایت کا ذہب ہیں، ارشاد لہی کے مقابل پیش کرنا اہل اسلام کا کام نہیں۔ (اعتقاد الاحباب: ۳۳)

صحی بہ کرام غیبا نہ تھے، فرشتے نہ تھے کہ معصوم ہوں، ان میں بعض کے لیے لغزشیں ہوئیں مگر ان کی کسی بات پر گرفت اللہ عزوجل اور رسول ﷺ کے خلاف ہے۔ اللہ عزوجل نے سورۃ حدید میں جہاں صحابی کی دو قسمیں فرمائیں، مومنین قبل فتح مکہ اور بعد فتح مکہ۔ اور ان کو ان پر فضیلت دی اور فرمایا،

وَ كَلَّمَ اللَّهُ النَّخَسِيَّ "سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا"۔
سأ تھ ہی ارشاد فرمایا، وَ لَنُؤْمِنُ بِمَا قَعْمَلُونَ خَيْرُ "اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرو گے"۔ (الحمدید: ۱۰)

تو حسب س نے ان کے تمام اعمال جان کر حکم فرمایا کہ ان سب سے ہم جنت بے عذاب و کرامت و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے تو کسی دوسرے کو کیا حق رہا کہ وہ

ان کی سی بات پر طعن رہے۔ کیا طعن کرنے والا اللہ تعالیٰ سے جدا اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہے؟ (بہار شریعت حصہ ۱ ص ۷۷)

سیدنا علیؑ ہوسمناؤں کے ہاں ہی قتال پر جو دکھ اور صدمہ ہوا، اسکا اندازہ اس روایت سے کیجئے۔

حضرت امام حسنؑ سے روایت ہے کہ جنگ جمل کے دن حضرت علیؑ نے فرمایا، کاش میں اس واقعہ سے تیس سال پہلے مر جاتا۔ (زلزالہ الخدع ج ۱ ص ۵۳۶)

جو جو خندق مزاح کے باہم محبت کا یہ حال تھا کہ حضرت علیؑ سے بدل جمل کے متعلق پوچھا گیا، کیا یہ لوگ مشرک ہیں؟ آپ نے فرمایا، نہیں! یہ لوگ مشرک سے دور بھاگتے ہیں۔ پھر پوچھا گیا، کیا یہ منافقین ہیں؟ فرمایا، نہیں! منافقین تو اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت قلیل کرتے ہیں۔ پوچھا گیا، پھر یہ لوگ کون ہیں؟ فرمایا،

یہ ہمارے مسلمان بھائی ہیں، جو ہمارے خلاف کھڑے ہوئے۔ مگر مجھے امید ہے کہ ہم ان لوگوں کی مثل ہو جائیں گے جن کے متعلق رب تعالیٰ کا ارشاد ہے،

وَنَزَّغْنَا مَا فِیْ ضُلُوْبِهِمْ مِنْ عِلْمٍ - (الاعراف ۲۳)

"اور ہم نے ان کے سینوں میں سے کسے کھینچ لیے، (جنت میں) ان کے نیچے نہریں بہیں گی۔ اور کہیں گے، سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی۔" (کنز الایمان از امام احمد رضا بریلوی ص ۵۷)

حضرت علیؑ نے فرمایا، مجھے امید ہے کہ میں، عثمان، طلحہ اور زبیرؓ ان میں سے ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(تفسیر خازن، تفسیر مظہری، از لایۃ الخدع ج ۳ ص ۵۲۲)

ابھی حضرت محدث بریلویؒ مراد یہی روایت نقل کر کے فرماتے ہیں، حضرت مولیٰ علیؑ کے اس ارشاد کے بعد بھی، ان (صحابہ کرام) پر فرام دینا عقل و خرد سے جنگ ہے، مولیٰ علیؑ سے جنگ ہے اور خدا اور رسولؐ سے جنگ ہے۔ اعیاذ باللہ

جب کہ تاریخ کے اور قیاسیہ عدل ہیں کہ حضرت زبیرؓ کو جوئی اپنی عظمت کا احساس ہوا، انہوں نے فوراً جنگ سے کنارہ کشی کر لی۔

اور حضرت طلحہؓ کے متعلق بھی روایات میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے ایک مددگار کے ذریعے حضرت مولیٰ علیؑ سے بیعت کر لی تھی۔

اور تاریخ سے نواقعات کو کون چھیل سکتا ہے کہ جنگ جمل ختم ہونے کے بعد مولیٰ علیؑ مرتضیٰؑ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے برادر معظم محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ جائیں اور دیکھیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خدا نخواستہ کوئی زخم وغیرہ ہو نہیں پڑتا۔ بلکہ بجماعت تمام خود بھی تشریف لے گئے اور پوچھا، آپ کا مزاج کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا، الحمد للہ! اچھی ہوں۔ مولیٰ علیؑ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ آپ کی بخشش فرمائے۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا، اور تمہاری بھی۔

پھر مقتولین کی تجزیہ و تکفین سے فارغ ہو کر، حضرت مولیٰ علیؑ نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی واپسی کا انتظام کیا اور پورے عزت و کرام کے ساتھ محمد بن ابی بکرؓ کی گمرانی میں چالیس معزز عورتوں کے بھرمت میں ان کو جاز کی جانب رخصت کیا، خود حضرت علیؑ نے دور تک مشایعت کی، ہر ۵ رپے۔ امام حسنؑ میوں تک ساتھ گئے۔

چوتھے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مجمع میں اقرار فرمایا کہ، "مجھ کو علیؑ سے نہ کسی قسم کی کدورت پہلے تھی اور نہ اب ہے۔ ہاں اس وقت میں کبھی کبھی جو بات ہو جا کر کرتی ہے اس سے مجھے ناکار نہیں۔"

حضرت علیؑ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا، "لوگو! عائشہؓ کا کہہ رہی ہیں۔ خدا کی قسم! مجھ میں اور ان میں، اس سے زیادہ اختلاف نہیں ہے۔ ہر حال خواہ کچھ ہو، یہ زیادہ آخرت میں تمہارے نبی کریمؐ کی زویہ مطہرہ ہیں۔"

اللہ اللہ! ان بابرین بیکر صدق و صفائیں باہمی یہ رفق و مودت اور عزت و اکرام، اور ایک دوسرے کے ساتھ تعظیم و احترام کا یہ معادہ۔ اور ان عقل سے یگانوں

اور نادان دوستوں کی حمدت علیؑ کا یہ عالم کہ ان پر لعن طعن کو اپنا مذہب اور شعار بنائیں اور ان سے کدورت و دشمنی کو مولیٰ علیؑ کے محبت و عقیدت ظہر میں!

ولا حول ولا قوة الا بالله العلیٰ العظیم (اعتقاد الاحباب: ۷۰)

ماہی رضی و تفضیل و نصب و خروج
حاجی دین و ملت پہ لاکھوں سلام
مومنین پیش فح و پس فح سب
ہل خیر و عدالت پہ لاکھوں سلام

سیدنا میر معویہؓ اور یزید:

حضرت امیر معویہؓ نے وصال سے قبل یہ وصیت فرمائی تھی کہ انہیں اُس قبیل میں کفن دیا جائے جو آقا مومنیؑ نے انہیں عطا فرمائی تھی۔ نیز رسول کریمؐ کے مقدس مائخون کے ترشے جو نئے پاس تھے، ان کی آنکھوں کو رمنہ پر رکھ کر انہیں اُزحم المرحمین کے سپرد کر دیا جائے۔ (اسد اللہ بہ)

سپ کی یہ وصیت دراصل یزید کے لیے ایک نصیحت تھی تاکہ وہ یہ سوچے کہ جب میرے والد رسول کریمؐ کے مائخون، اور قبیل سے برکت حاصل کر رہے ہیں تو پھر ان کا نواسہ کس قدر بہ برکت ہوگا اور مجھے اس کی کس قدر تعظیم کرنی چاہیے۔

حضرت امیر معویہؓ نے یزید کو پناہاں نشین بنانے کا جو ارادہ کیا اس کے پس منظر میں رسول اکرمؐ کے ان جلیل القدر صحابی کا خصوص ورنیک نیتی کا فرما تھی ورنہ کبھی نظر مت کا وسیع تر مفاد تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر میں نے خلافت کو یونہی چھوڑ دیا تو ہر علاقے میں کئی خلیفہ اٹھ کھڑے ہونگے اور غوزینی و امتشاکر کے باعث بہت نقصان ہوگا اور اگر خلافت بنو ہاشم کے حوالے کر جاؤں تو بنی امیہ جو صہبیت کے علاوہ اس وقت قوت و اقتدار کے عروج پر ہیں، وہ نہیں مانیں گے اور غوزینی کریں گے۔

مشہور مؤرخ عدنا ابن خلدونؒ لکھتے ہیں،

بنو امیہ اس وقت اپنے عروج کی طرف ترقی کر رہے تھے کیونکہ وہ نہ صرف قریش بلکہ پوری سلج اسلام کا بہت طاقتور گروہ تھے۔ ان نازک صورت کے باعث امیر معویہؓ نے وہ عہدہ کے لیے یزید کو ان حضرات پر ترجیح دی جو اس سے زیادہ خلافت کے مستحق سمجھے جاتے تھے۔ انہوں نے انھیں کو چھوڑ کر مفضوں کو اختیار کیا تاکہ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق قائم رہے۔ (مقدمہ ابن خلدون: ۳۷۳)

عدنا بن کثیرؒ لکھتے ہیں، حضرت معاویہؓ یہ سمجھتے تھے کہ دنیاوی شرافت و امالت کے علاوہ بادشاہوں کی اولاد میں فنون جنگ، حکومتی نظم و نسق سے سبھی اور شاہانہ کرفر کے اعتبار سے صحابہ کی اولاد میں کوئی دوسرا نہیں ہے جو ملک کا نظام سنبھال سکے۔ اس لیے آپ نے حضرت بن عمرؓ سے فرمایا تھا،

میں (وہ عہد نہ بناؤں تو) اُرتا ہوں کہ علیا کو اپنے بعد ایسے چھوڑ کر جاؤں جیسے بارش میں بکریاں، جن کا کوئی چرواہا نہ ہو۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸: ۸۶)

حقیقت یہی ہے کہ آپ کے خیال میں یزید میں وہ صلاحیتیں موجود تھیں جن کی بنا پر وہ حکومتی نظم و نسق چلانے کا اہل تھا اس لیے آپ نے سے وہ عہدہ بنا دیا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو آپ کو کون کے مجمع میں منبر پر یہ دعائے فرماتے کہ "اے اللہ! اگر میں یزید کو اس کی لیاقت اور خوشنودی کے باعث وہ عہد بنا رہا ہوں تو اس کام میں میری مدد فرما، اور اگر میں محض باپ کی محبت کی وجہ سے ایسا کر رہا ہوں اور وہ خلافت کے قابل نہیں ہے تو اس کے تحت نشین ہونے سے پہلے سے موت دیدے۔" (تاریخ الخلفاء: ۳۰۴)

رحب ۶۰ھ میں جب امیر معویہؓ کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو انہوں نے یزید کو یہ تحریری وصیت فرمائی، "حسین بن علیؑ، سیدنا محمدؐ و سیدنا جعفرؑ و سیدنا علیؑ ہیں۔ عراق و شام انہیں مدینہ سے نکال کر عی چھوڑیں گے۔ پس اگر وہ نکلیں اور تو ان پر غالب آجائے تو ان سے درگزر کرنا یونکہ وہ بہت بڑی صد رحمتی کے مستحق ہیں۔ ن کا ہم پر ایک عظیم حق ہے اور ان کی رسولؐ سے قربت داری ہے۔" (تاریخ کامل ج ۳: ۶۰۳)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تو وضع غلط میں یزید کو امام حسین رضی اللہ عنہ سے درگزر کرنے اور حسن سلوک کی وصیت فرمائی لیکن اُس بد بخت نے قدر کے نشہ میں مست ہو کر پے متقی و لبر رضی اللہ عنہ کی ہر نصیحت کو ناپس پشت ڈال دیا۔ ہمیں یقین ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس کائنات و فوج و ظاہر نہ ہو گا ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ یزید کا فسق و فحور علی حیات میں ظاہر ہونے کے باوجود انہوں نے اسے ولی عہد بنا دیا ہو۔

عمر بن سعد بن مسدس بارے میں لکھتے ہیں، وہ فسق و فحور جو یزید سے اس کی مخالفت میں ظاہر ہوا، وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے علم میں نہ تھا (جب انہوں نے اسے ولی عہد بنایا)۔ تم اس بدگمانی سے بچو کہ وہ اس کے فسق و فحور سے واقف تھے کیونکہ آپ کامرئہ و مقام اس سے بہت بلند ہے (کہ وہ یزید کے فسق و فحور سے گاہ ہونے کے باوجود اسے ولی عہد بنا دیں)۔ (مقدمہ ابن خلدون: ۳۷۵)

انہوں نے مت و مستکار سے چاہا یا یزید کو ولی عہد بنایا لیکن ان کا یہ فیصلہ اجتہادی خطا ثابت ہوا اور یزید کی حکومت سے مت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا تاہم یزید کے فسق و فحور و تمام کڑو توتوں کا ذمہ دار وہ خود ہے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نہیں کیونکہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے،
 وَلَا تَنْزِلُ وَأَنْزِلُ "وَنَزَّلْنَا خُبْرًا" اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ (بنی اسرائیل: ۱۵، کنز الایمان)
 شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ:

رجب ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد یزید نے مدینہ منورہ کے گورنر ولید بن عقبہ کو لکھا کہ "حسین، ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے فوری طور پر بیعت لے لو ورنہ جب تک وہ بیعت نہ کریں انہیں مت چھوڑو"۔ (تاریخ کامل ج ۳: ۱۳)

امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار کیا اور مکہ تشریف لے گئے۔ آپ کے نزدیک یزید مسلمانوں کی امامت و سیادت کے ہرگز رقیق نہیں تھا بلکہ فاسق و فاجر، شرابی و فحش تھا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفیوں نے متعدد خطوط لکھے اور کئی قاصد بھیجے کہ آپ کو فے آئیں، ہمارا کوئی امام نہیں ہے، ہم آپ سے بیعت کریں گے۔ خطوط اور قاصدوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ مجھ پر انگی راہنمائی کے لیے نور انبیا کی بیعت سے بچنے کے لیے جانا ضروری ہو گیا ہے۔ حالات سے آگہی کے لیے آپ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا جن کے ہاتھ پر بیٹھاروں کوں نے آپ کی بیعت کر لی لیکن جب بن زیاد نے دھمکیاں دیں تو وہ اپنی بیعت سے پھر گئے اور مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے۔ آپ کو انگی شہادت و راہل کوفہ کی ہدفائی کی خبر اس وقت ملی جب آپ مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تفصیلی واقعات جاننے کے لیے صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی مدنی کی کتاب "سوانح کربلا" کا مطالعہ کیجیے۔ مختصر یہ ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کا فاطمہ میں بچے، خواتین اور مرد لاکر بیاسی نفوس تھے جو کہ جنگ کے ارادے سے بھی نہیں آئے تھے۔ ان کے مقابلے کے لیے یزیدی فوج بائیس ہزار سو روپیہ دیدہ سح افراد پر مشتمل تھی۔ اسکے باوجود ظالموں نے ہلبلیت اطہار پر دریائے فرات کا پانی بند کر دیا۔ تین دن کے بھوکے پیاسے امام عالی مقام اپنے اٹھارہ (۸) ہلبلیت اور دیگر ۵۳ (۵۳) جانثاروں کے ہمراہ ۶۱ھ کو کربلا میں نہایت بیدردی سے شہید کر دیے گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن دوپہر کے وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ گیسوئے مبارک بٹھرا ہوا ہے اور دست مبارک میں خون سے بھری ہوئی ایک بوتل ہے۔ میں عرض گزار ہوا، امیر سے ماں باپ آپ پر قربان کیا ہے؟ فرمایا، یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔ میں دن بھر سے جمع کرتا رہا ہوں۔ میں نے وہ وقت یاد رکھا بعد میں معلوم ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ اسی وقت شہید کیے گئے تھے۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ)
 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ زار و قطار رو رہی تھیں۔ میں نے عرض کی، آپ یوں رو رہی ہیں؟ فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ سر اقدس اور اڑھی مبارک گرد آلود ہے۔ میں عرض گزار ہوئی، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کیا ہو؟ تو آپ نے فرمایا، میں ابھی ابھی حسین کی شہادت گاہ سے آ رہا ہوں۔ (ترمذی)

ہم حسینؑ کا سر اقدس جسم سے جدا کر کے ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ ابن زیاد ایک چھڑی آپ کے مبارک ہونٹوں پر مارنے لگا۔ صحابی رسول، حضرت زید بن رقمؑ وہاں موجود تھے۔ ان سے برداشت نہ ہو سکا اور وہ پکار اٹھے، "ان لیوں سے چھڑی ہٹا لو۔ خدا کی قسم! میں نے براہیٹی نکھوں سے دیکھا ہے کہ رسول ربمؑ ان مبارک لیوں کو چومتے تھے۔" یہ فرما کر وہ زار و قطار رو نے لگے۔ ابن زیاد بولا، خدا کی قسم! اگر تو بوزمانہ ہوتا تو میں تجھے بھی قتل کرو دیتا۔ (عمدة القاری شرح بخاری)

حضرت انس بن مالکؓ سے بھی ایسا ہی واقعہ مروی ہے جو ترمذی کے حوالے سے پہلے تحریر کیا جا چکا ہے۔

مام پاک و یزید پلید:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یزید کا س واقعہ سے براہ راست کوئی تعلق نہیں تھا، جو کچھ کیا وہ ابن زیاد نے کیا۔ چند تاریخی شواہد پیش خدمت ہیں جن سے اہل حق و نصاب خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ تمام واقعات سے یزید کا کس قدر تعلق ہے۔ عظیم مؤرخ علامہ طبری، محدث قطر ازہیں، یزید نے بن زید کو کوفہ کا حکم مقرر کیا اور سے حکم دیا کہ "مسلم بن عقیل کو جہاں پاؤ قتل کر دو پاشہر سے نکال دو"۔ (تاریخ طبری ج ۲: ۱۷۴)

پھر جب مسلم بن عقیلؓ اور ہانی کو شہید کر دیا گیا تو ابن زیاد نے ان دونوں کے سر کاٹ کر یزید کے پاس دمشق بھیجے۔ اس پر یزید نے بن زید کو خود لکھ کر اس کا شکریہ ادا کیا۔ (تاریخ کامل ج ۲: ۳۶۰) یہ بھی لکھا، "جو میں چاہتا تھا تو نے وہی کیا تو نے عاتقان کام اور دلیرانہ حملہ کیا"۔ (تاریخ طبری ج ۳: ۷۳) اب یہ بھی جان لیجیے کہ ہم حسینؑ کی شہادت کے بعد یزید کا پلار رد عمل کیا تھا؟ علامہ ابن جریر طبری مد لکھتے ہیں، ابن زیاد نے ہم حسینؑ کا سر قدس آپ کے قاتل کے ہاتھ یزید کے پاس بھیج دیا۔ اس نے وہ سر اقدس یزید کے سامنے رکھ دیا۔ اس وقت وہاں صحابی رسول، حضرت ابو مرزہ السہمیؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ یزید یک چھڑی ہم حسینؑ کے مبارک لیوں پر مارنے لگا اور اس نے یہ شعر پڑھے،

"انہوں نے میرے لوگوں کی کھوپڑیوں کو پھاڑ دیا جو ہمیں عزیز تھے لیکن وہ بہت افرمان اور ظالم تھے۔"

حضرت ابو مرزہؓ سے برداشت نہ ہو سکا اور انہوں نے فرمایا، "اے یزید! اپنی چھڑی کو ہٹا لو۔ خدا کی قسم! میں نے براہ دیکھا ہے کہ رسول کریمؐ اس مبارک منہ کو چومتے تھے"۔ (تاریخ طبری ج ۳: ۱۸۱)

مشہور مؤرخین عد مہ بن کثیر، مصدق نے البدایہ والنہایہ میں اور علامہ ابن اثیر، محدث نے تاریخ کامل میں اس واقعہ کو تحریر کیا ہے۔ اس میں یہ زید ہے کہ حضرت ابو مرزہؓ نے یہ بھی فرمایا، "بد شبہ یہ قیامت کے دن آئیں گے تو حضرت محمد مصطفیٰؐ ان کے شفیع ہونگے اور اے یزید! جب تو نے گاتو تیر سفارشی بن زید دہوگا"۔ پھر وہ کھڑے ہوئے اور محفل سے چلے گئے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸: ۱۹۷)

اب آپ خود ہی فیصلہ کیجیے کہ ہم حسینؑ کی شہادت پر یزید کو کس قدر نفوس اور دکھ ہوا تھا۔ جو سنگدل نواسہ رسولؐ کے سر اقدس کو پنے سامنے رکھ کر منکبرانہ شعر پڑھتا ہے اور ان مبارک لیوں پر اپنی چھڑی مارتا ہے جو محبوب کبریاؐ اکثر چوما کرتے تھے، کیا وہ اعنت و ملامت کا مستحق نہیں؟

اہلبیت نبوت سے اس کی عداوت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جب اہلبیت نبوت کا یہ مصیبت زدہ قافلہ ابن زیاد نے یزید کے پاس بھیجا تو اس نے ملک شام کے امراء اور درباریوں کو جمع کیا پھر بھرے دربار میں خانوادہ نبوت کی خواتین اسکے سامنے پیش کی گئیں اور اس کے سب درباریوں نے یزید کو اس فتح پر مبارکباد دی۔ (طبری ج ۳: ۱۸۱، البدایہ والنہایہ ج ۸: ۱۹۷)

یزید کے کدک باطن اور عداوت اہلبیت کی ایک اور شرمناک مثال ملاحظہ کیجیے۔ اس عام دربار میں ایک شامی کھڑا ہوا اور اہلبیت میں سے سیدہ فاطمہ بنت حسینؑ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا، یہ مجھے بخش دو۔ معصوم سیدہ یہ سن کر لرز گئی اور اس نے اپنی بڑی بہن سیدہ زینبؑ سے کہا کہ اس مصیبت سے بچو۔ حضرت زینبؑ سے کہا کہ یہ تو جھوٹ بکاتا ہے۔ یہ نہ تجھے مل سکتی ہے اور نہ اس یزید کو۔

یزید بین ریش میں گیا اور بولا ہم جھوٹ بولتی ہو۔ خدا کی قسم! یہ میرے قبضے میں ہے اور اگر میں اسے دینا چاہوں تو دے سکتا ہوں۔ سیدہ زینب ۴۴
 مہارے گرد آؤ زمین کہا، ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم! تمہیں ایسا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے کوئی حق نہیں دیا۔ سوائے اسکے کہ تم اعلانِ جاریہ ہمارے نکل جاؤ اور
 ہمارے دین و چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کر لو۔

یزید نے ریش میں آ کر کہا، تو ہمارا مقابلہ کرتی ہے، تیرا باپ اور تیرے بھائی دین سے خارج ہو گئے ہیں۔ سیدہ زینب، یہی سب نے کہا، اللہ کے دین اور میرے
 باپ، میرے بھائی اور میرے دادا کے دین سے تو نے، تیرے باپ نے اور تیرے دادا نے ہدایت پائی ہے۔ یزید نے کہا، تو نے جھوٹ بولا ہے۔ حضرت
 زینب سے اس سب نے کہا، تو زبردستی ہیز اٹھائیں ہے، تو ظالم ہو کر گالیاں دیتا ہے اور اپنے اقتدار سے غالب آتا ہے۔ یزید بین کر چپ ہو گیا۔ اُس شامی نے
 پھر وہی سب کیا تو یزید نے کہا، دور ہو جا، خدا تجھے موت دے۔ (تاریخ طبری ج ۳: ۱۸۱، البدایہ والنہایہ ج ۸: ۱۹۷)

بعض لوگ یزید کے فسوس و غم کا ذکر کر کے اسے بے قصور ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کی ندامت کی حقیقت عدو مد بن اشیر، صاحب کے قلم سے
 پڑھیے۔

وہ قلم زہیں، "جب امام عالی مقام کا سر اقدس یزید کے پاس پہنچا تو یزید کے دل میں ابن زیاد کی قدر و منزلت بڑھ گئی اور جو اس نے کیا تھا اس پر یزید بڑ
 خوش ہو۔ لیکن جب سے یہ خبریں ملنے لگیں کہ اس وجہ سے لوگ اس سے نفرت کرنے لگے ہیں، اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور اسے گالیوں دیتے ہیں تو پھر وہ امام
 حسینؑ کے قتل پر نام ہوا۔" (تاریخ کمال ج ۳: ۸۷)

پھر اس نے کہا، "بن زیاد نے حسینؑ کو قتل کر کے مجھے مسلمانوں کی نگاہوں میں مغضوب بنا دیا ہے، انکے دلوں میں میری عداوت بھردی ہے اور ہر نیک و بد
 شخص مجھ سے نفرت کرنے لگا ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ امام حسینؑ کو قتل کر کے میں نے بڑا ظلم کیا ہے۔ خدا ابن زیاد پر لعنت کرے اور اس پر غضب ناز
 کرے، اس نے مجھے برباد کر دیا۔" (ایضاً)

یزید کی ندامت و پشیمانی کی وجہ سب نے پڑھ لی ہے۔ اس ندامت کا عدل و انصاف سے ذرا سا بھی تعلق نہیں اور نہ ایک عام مسلمان بھی قتل کر دیا جائے تو
 قاتل سے قصاص لینا کم پر فرض ہوتا ہے۔ یہاں تو خاندانِ نبوت کے قتل عام کا معاملہ تھا۔ ابن زیاد، ابن سعد، شمر ملعون وغیرہ سے قصاص لینا تو درکنر کسی
 کو اس کے عہدے سے برطرف تک نہ کیا گیا اور نہ ہی کوئی تادیبی کارروائی ہوئی۔

یزید فی سقوف جرقتہ:

بعض جہلاء کہتے ہیں کہ امام حسینؑ پر لازم تھا کہ وہ یزید کی اطاعت کرتے۔ اس خیال بد کے رد میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدظلہ فرماتے ہیں،
 "یزید، امام حسینؑ کے ہوتے ہوئے امیر کیسے ہو سکتا تھا اور مسلمانوں پر اسکی اطاعت کیسے لازم ہو سکتی تھی جبکہ اُس وقت کے صحیحہ کرام اور صحیحہ ہک جو اور و
 موجود تھی، سب اس کی اطاعت سے بیزار تھے اور ان کا اعلان کر چکے تھے۔ مدینہ منورہ سے چند لوگ اسکے پاس شام میں زبردستی پہنچائے گئے تھے۔ وہ یزید کے
 ناپسندیدہ امراں دیکھ کر وہیں مدینہ چلے آئے اور عارضی بیعت کو فتح کر دیا۔ ان لوگوں نے برملا کہا کہ یزید خدا کا دشمن ہے، شراب نوش ہے، تارکِ اصوۃ
 ہے، زنی ہے، فاسق ہے اور میرے سے صحبت کرنے سے بھی باز نہیں آتا۔" (تکمیل الایمان: ۱۷۸)

یزید کے فسق و فجور کے متعلق اکابر صحابہ و تابعین کے اقوال تاریخ طبری، تاریخ کمال اور تاریخ الخلفاء میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ مختصر کے پیش نظر حضرت
 عبد اللہ بن حنظلہ، حبیب اللہ، حبیب اللہ، حبیب اللہ، حبیب اللہ کا ارشاد پیش خدمت ہے۔

سپ فرماتے ہیں: "خدا کی قسم! ہم یزید کے خلاف اُس وقت اٹھ کھڑے ہوئے جب ہمیں یہ خوف لاحق ہو گیا کہ (انکی بد کاریوں کی وجہ سے) ہم پر نہیں
 ساتھ سے پھرنے برس یزید کیوں نہ ہو، کیونکہ یہ شخص ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیتا تھا، شراب پیتا تھا اور نماز چھوڑتا تھا۔"

(طبقات ابن سعد ج ۵: ۲۶، ابن اثیر ج ۳: ۳۱، تاریخ الخلفاء ۳۰۶)

امام حسین ؑ نے یزیدی لشکر کے سامنے جو خطبہ دیا اس میں بھی یزید کے خلاف نکلنے کی بھی وجہ ارشاد فرمائی، ”خبردار! بیشک ان لوگوں نے شیطان کی طاعت اختیار کر لی ہے اور رحمت کی اطاعت کو چھوڑ دیا ہے اور فتنہ و فساد برپا کر دیا ہے اور حد و شرعی کو معطل کر دیا ہے۔ یہ محاسل کو اپنے بے فرج رتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی حرم رده ہوتوں اور حلال اور حلال کردہ کو حرام قرار دیتے ہیں۔“ (تاریخ ابن اثیر ج ۳: ۲۰)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ملاحظہ فرماتے ہیں، ہمارے نزدیک یزید میغوض ترین انسان تھا۔ اس بد بخت نے جو کارہائے بد سراجم دیے وہ اس امت میں سے کسی نے نہیں کیے۔ شہادتِ امام حسین ؑ اور اہل بیت علیہم السلام سے فارغ ہو کر اس بد بخت نے مدینہ منورہ پر لشکر کشی کی اور اس مقدس شہر کی بھرتی کے بعد اہل مدینہ کے خون سے ہاتھ رنگے اور باقی ماندہ صحابہ کرام کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ مدینہ منورہ کی تخریب کے بعد اس نے مکہ معظمہ کی تباہی کا حکم دیا اور حضرت عبد اللہ بن زبیر ؓ کی شہادت کا ذمہ دار ٹھہرا۔ اور انہی حالات میں وہ دنیا سے رخصت ہو گیا۔ (تکمیل الایمان: ۱۷۹)

ابھی حضرت محمد و دین و ملت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور قنبر ازہری، ”یزید پلید قطعاً تھینا با جماع اہلسنت، فاسق و فاجر و جری علی کبارتھا۔“ پھر اسکے کربوت و منہم لکھ کر فرماتے ہیں، ”ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو سنت و نبوت نہ جانے قرآن کریم میں صراحتاً اس پر لعنت لکھی فرمادے۔“ (عرفان شریعت)

”یزید پید فاسق فاجر مرتکب کبارتھا۔ معاذ اللہ اس سے اور ریحا تہ رسول ﷺ سیدنا امام حسین ؑ سے کیا نسبت۔ آج کل جو بعض گمراہ کہتے ہیں کہ ہمیں ان کے معاملے میں کیا دخل ہے ہمارے وہ بھی شہزادے وہ بھی شہزادے۔ ایسا بکنے والا مردود، خارجی، ناموسی، مستحق جہنم ہے۔“ (بہار شریعت حصہ ۷۸: ۷۸)

کیا یزید مستحق لعنت ہے؟

محدث بن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل ؑ سے انکے بیٹے صالح رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی، ایک قوم ہماری طرف یہ منسوب کرتی ہے کہ ہم یزید کے دوست اور حمایتی ہیں۔ فرمایا، اے بیٹا! جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے وہ یزید کی دوستی کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے۔ بلکہ میں اس پر کیوں نہ اس پر لعنت بھیجوں جس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں لعنت بھیجی ہے۔ میں نے عرض کی، رب تعالیٰ نے قرآن میں کس جگہ اس پر لعنت بھیجی ہے؟ فرمایا، رشادہ ربی تعالیٰ ہے،

لَقَدْ عَسَبْتُمْ اَنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ وَ تَقْبَلْتُمْ اَرْحَامَكُمْ ۗ اُولٰٓئِكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ فَاصْبِرْ لَهُمْ وَاعْمِ اَنْصَارَهُمْ
○ (نور: ۲۲، ۲۳)

”تو کیا تمہارے یہ پلٹنے (کربوت) نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔ یہ ہیں وہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور انہیں حق (سننے) سے بہرہ کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں (یعنی انہیں حق دیکھنے سے اندھا کر دیا)۔“ (کنز الایمان)

پھر فرمایا، فہل بکون فساد اعظم من ہذا القتل۔ تاؤ کیا حضرت حسین ؑ کے قتل سے بھی بڑا کوئی فساد ہے؟ (الاصحاب لکھنؤ ۳۳۳)

علامہ سعد لدرین تفتازنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ”حق یہ ہے کہ یزید کا امام حسین ؑ کے قتل پر راضی اور خوش ہونا، اور اہل بیت کی ہانت رسان امور میں سے ہے جو تو اہر معنوی کے ساتھ بت ہیں اگر چہ انکی تفصیل احادیث میں تو اب ہم توقف نہیں کرتے انکی شان میں بلکہ اس کے بیان میں۔ اللہ تعالیٰ اس (یزید پر) اس کے دوستوں پر اور انکے مددگاروں پر لعنت بھیجے۔“ (شرح عقائد نسفی: ۱۰۲)

امام جبار الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ شہادتِ امام حسین ؑ کا ذکر کر کے فرماتے ہیں،

”بن زبیر، یزید اور امام حسین ؑ کے قاتل، شیوں پر اللہ کی لعنت ہو۔“

یزیدی لشکر بھاگ بھاگ ہوا اور لوگوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ (تاریخ الخلفاء: ۳۰۷)

بہل مدینہ پر منظم ڈھانے والوں کے انجام کے متعلق تین احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے وہ لوگوں کے ساتھ جو بھی مر کرے گا وہ یوں پگھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔" (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جو بہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کریگا اللہ تعالیٰ اسے اس طرح پگھلائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔" (مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو بہل مدینہ و ظم سے خوفزدہ کرے گا، اللہ اسکو خوفزدہ کریگا، اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، قیامت کے دن نہ نیکے فرض قبول ہو سکیں نہ نکلے۔" (جذب القلوب، وفاء الوفاء)

کیا یزید مغفور ہے؟

بعض یزیدی لشکر کے علمبردار یزید و جنتی ثابت کرنے کے لیے بخاری شریف کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وَلَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ بَغْدَادَ مَدِينَةَ لَيْسَ مَغْفُورًا" لَهِمْ۔ (بخاری کتاب الجہاد)

"امیر مت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر جنگ کرے گا، وہ مغفور یعنی بخشا ہوا ہے۔"

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ قیصر کے شہر پر جس اسلامی لشکر نے سب سے پہلے حملہ کیا اس میں یزید ہرگز نہیں تھا۔ علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، "اور اسی سار (یعنی ۳۹ھ) میں اور کہا گیا ہے کہ ۵۰ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر بلاد روم کی طرف بھیجا اور سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کو اس لشکر کا امیر بنا دیا اور اپنے بیٹے یزید کو بھی اس لشکر میں شریک ہونے کا حکم دیا لیکن یزید اس لشکر میں نہ گیا اور خلیے بہا نے شروع کر دیے اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اسکو بھیجنے سے رک گئے۔ اس جنگ میں وگ بھوک پیاس اور سخت بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ جب یزید کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے (خوش ہو کر) یہ شعر کہے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

"مجھے سب سے بڑی کوئی پروہ نہیں کہ ان لشکروں پر بخار اور تنگی و تکلیف کی بلاؤں کی وجہ سے مقام فرقدونہ میں کیا گزری۔ جبکہ میں دیرمڑان میں اونچی مندر پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوں اور میرے پیلو میں ام کلثوم موجود ہے۔"

ام کلثوم یزید کی بیوی تھی۔ یزید کے یہ شعراء حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک پہنچے تو انہوں نے قسم کھائی کہ اب میں یزید کو ضرور سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس سرزمین روم بھیجوں گا تا کہ یہ بھی ان مصائب میں مبتلا ہو جو ان لوگوں کو پہنچے ہیں۔

(تاریخ کامل ج ۳ ص ۲۵۸)

یہی واقعہ علامہ ابن سعد نے اپنی تاریخ میں جلد ۳ صفحہ ۴۰ پر تحریر کیا ہے۔ مورخین کی اس کو انہی سے چند باتیں ثابت ہوئیں۔

۱۔ حدیث پاک میں مغفرت کی بشارت پہلے لشکر کے لیے ہے اور پہلے لشکر میں یزید نہیں تھا اس لیے وہ اس بشارت کا مصداق ہرگز نہیں ہو سکتا۔ نیز اس لشکر کا امیر یزید نہیں بلکہ سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔

۲۔ یزید کو جہاد سے کوئی رغبت نہ تھی اسی لیے خلیے بہانوں سے جہاد پر نہ گیا۔ یہی نہیں بلکہ اس کے دل میں مجاہدین اسلام کے لیے بھی ذرا سی ہمدردی نہ تھی اس لیے اس نے ان کی پریشانیوں کا مذاق اڑایا اور اپنے پیش کرنے پر فخر کیا۔

۳۔ یزید کے شعراء کے باعث حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے دوسرے لشکر میں بطور سزا کے بھیجا۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ بغیر خدا ص کے کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ پس سزا کے طور پر جہاد پر بھیجا جانے والا کیونکر اجر کا مستحق ہو سکتا ہے؟

محدثین رحمۃ اللہ علیہم نے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "مَغْفُورٌ" لَهِمْ عام ہے لیکن کسی خاص دلیل کی وجہ سے اس عموم میں شامل ہی فرود خارج کیا جاسکتا

ہے۔ مثلاً حدیث پاک ہے، **مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَدَحَلُ الْجَنَّةِ**۔ یعنی جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنتی ہو گیا۔ اگر کوئی شخص صرف زبان سے یہ لفظ کہے اور دوسرے س کا قائل نہ ہو تو کیا وہ جنتی ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ اگر بالفرض کوئی زبان و دل سے یہ لفظ کہتا ہے مگر بعد میں مرتد یا بد مذہب ہو جاتا ہے تو وہ اس خاص دلیل کے باعث اس بشارت کے عموم سے خارج ہو جائے گا۔ بالفرض محال اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یزید اس پہلے لشکر میں جہاد کی نیت سے شریک ہو تھا تب بھی امام حسین علیہ السلام کے قتل کا عزم، اس پر خوشی، ہلبیت کی اہانت، مدینہ منورہ پر حملہ مسلمانوں کا قتل عام، مکہ مکرمہ پر فوج کشی وغیرہ یزید کے یہ سیہ رتوت ہیں کہ ان میں سے ہر ایک اے مغفرت کی بشارت سے خارج کر دینے کے لیے کافی ہے۔

شرح بخاری مدد مد بورلہ دین علی، مراد اس حدیث کو یزید کے لیے بطور تعریف سمجھنے والوں کے جواب میں فرماتے ہیں، ”میں کہتا ہوں، یزید کے لیے اس حدیث میں تعریف کا دن سا پہلو ہے جبکہ اس کا حال (سیاہ کر تو توں پر بنی) خوب مشہور ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کے حق میں مغفور“ **لَقَدْ مَغْفُورٌ** فرمایا ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ اس عموم میں یزید کے داخل ہونے سے یہ لازم نہیں کہ وہ کسی دوسری دلیل سے اس سے خارج بھی نہ ہو سکے۔ اہل علم کا اس بارے میں کوئی ختلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد **مَغْفُورٌ** ”لَقَدْ مَغْفُورٌ“ میں وہی لوگ داخل ہیں جو مغفرت کے مستحق ہیں۔ چنانچہ ان میں سے اگر کوئی شخص مرتد ہو جائے تو وہ اس بشارت کے عموم میں داخل نہیں ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ مغفور وہی ہوگا جس میں مغفرت کی شرط پائی جائے گی۔“ (عمدۃ القاری شرح بخاری)

اب یہی مضمون شرح بخاری، امام تہطاہنی، مراد نے اس حدیث کی شرح میں تحریر کیا ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ یزید پلید ہرگز بخاری کی مذکورہ حدیث کا مصداق نہیں ہے۔

یزید کس حدیث کا مصداق ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو **مَا كَانَ مِنَ الْمُقَدَّمِينَ** (یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ آئندہ ہوگا) کا علم عطا فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، **عَلِيمٌ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ غَيْبَهُ أَحَدًا إِلَّا مِنْ أَمْرِنَا**۔

”اللہ غیب کا جاننے والا (ہے) تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے“۔ (الحج: ۲۶، ۲۷، کنزالایمان)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غیب جاننے والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ابتدائے تخلیق سے لے کر جنتیوں کے جنت میں جانے اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک کے تمام حادثات و واقعات بیان فرمادیے۔ جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔ (صحیح بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے تخلیق سے لے کر قیامت تک ہونے والے تمام فتنوں اور واقعات کو بیان فرمایا۔ اور آپ نے یزیدی فتنہ کی خبر اس حدیث میں دی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی۔ یہ سن کر مروان نے کہا، ان لڑکوں پر اللہ کی لعنت۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر میں چاہوں تو بتا دوں کہ وہ قلاں بن قدام، اور قدام بن قدام ہیں۔ (صحیح بخاری)

اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدغم فرماتے ہیں،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان لڑکوں کے نام اور شکلیں بھی جانتے تھے لیکن فتنہ خدا کے خوف سے آپ نے انہیں ظاہر نہیں فرمایا۔ اس سے مراد یزید بن معاویہ، بن زبہ اور انکی مثل بنی امیہ کے دوسرے نوجوان ہیں۔ اللہ ان کو ذلیل کرے۔

بیشک نبی کے ذریعے ہلبیت کا قتل، انہیں قید کرنا اور اکابر مہاجرین و انصار صحابہ کرام کا قتل وقوع پذیر ہوا ہے۔ حجاج جو عبد الملک بن مروان کا امیر المرعہ

اور سیدنا بن عبد الملک اور انکی اولاد سے مسلمانوں کے جان و مال کی جو تباہی ہوئی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ (صحیح المغامرات شرح مشکوٰۃ)
 بن ابی شیبہ صحابہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بازار میں چلتے ہوئے بھی دعا کیا کرتے، اُلٹی! مجھے ساٹھ ہجری کے سہ اور لڑکوں کی حکومت
 دیکھئے۔ پی۔

(فتح الباری شرح بخاری ج ۳: ۸۰)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہیں، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ ساٹھ ہجری میں یزید کی حکومت ہوگی اور اسکے قبیح حالات کو وہ صدق و مصدوق رضی اللہ عنہ کے
 بتانے سے جانتے تھے سب یہ انہوں نے اس سال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی۔ (الصواعق الخرقہ)
 محدث علی قاری، اس کے تحت لکھتے ہیں،

اس سے مراد چار لڑکوں کی حکومت ہے جیسے یزید بن معاویہ اور حکم بن مروان کی اولاد اور ان جیسے دوسرے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

حافظ بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اس حدیث میں اشارہ ہے کہ پہلا لڑکا ساٹھ ہجری میں ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا، یزید بن معاویہ ساٹھ ہجری میں خلیفہ بنا
 اور چونسٹھ ہجری میں مر گیا۔ (فتح الباری شرح بخاری ج ۳: ۸۰)

مسند بوہقی میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری امت عدل و انصاف پر قائم رہے گی یہاں تک کہ بنی امیہ میں یزید
 نامی ایک شخص ہوگا جو اس عدس میں رخصت اندازی کرے گا۔ (تاریخ الخلفاء: ۳۰۵)

خدا صہ یہ ہے کہ ن حدیث کا مصداق یزید ہے جن میں امت کی ہلاکت کا باعث لڑکوں کو بتایا گیا ہے نیز ”لارۃ الصبیان“ سے مراد بھی یزید کی حکومت ہے۔
 عمر مہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس کسی شخص نے یزید کو امیر المؤمنین کہہ دیا۔ آپ نے اس سے فرمایا، تو اسے
 امیر المؤمنین کہتا ہے؟ پھر آپ نے حکم دیا کہ یزید کو امیر المؤمنین کہنے والے کو تیس کوزے مارے جائیں۔ (تاریخ الخلفاء: ۳۰۵،
 الصواعق الخرقہ: ۳۳۲)

☆☆☆☆

صحی بہ واہل بیت کی باہم محبت:

بعض لوگ اہلیت طہارہ کی شان اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان کی خاصیت اور لڑائی تھی یونہی س کے بالکل عکس لوگ شہ
 صحی بہ اسی نڈ زمیں بیان کرتے ہیں۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلیت طہارہ رضی اللہ عنہم کے درمیان، بچہ محبت تھی۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ
 وہ یک دوسرے کی فضیلت پر احادیث بیان کرتے ہیں۔

جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا جاتا ہے کہ لوگوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیار کون تھا؟ تو آپ فرماتی ہیں، فاطمہ رضی اللہ عنہا۔

پھر پوچھا جاتا ہے کہ مردوں میں سے کون زیادہ محبوب تھا؟ فرماتی ہیں، اُن کے شوہر یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ (ترمذی)

اسی طرح جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا جاتا ہے کہ لوگوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیار کون تھا؟ تو آپ فرماتی ہیں، عائشہ رضی اللہ عنہا۔

پھر پوچھا جاتا ہے کہ مردوں میں سے کون زیادہ محبوب تھا؟ تو آپ فرماتی ہیں، اُن کے والد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ (بخاری)

گر خدائے متعالے درمیان کوئی خاصیت یا رنجش ہوتی تو وہ ایسی احادیث بیان نہ کرتے۔ ایسی کئی احادیث اس کتاب میں پہلے بیان ہو چکی ہیں، مزید چند
 احادیث پر و قلم فرمایاں ہیں۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ و سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی باہم محبت:

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان کس قدر محبت تھی، اس کا اندازہ اس حدیث پاک سے کیجیے۔ قصص بن ابی حازمؒ سے روایت ہے کہ یہ دن حضرت ابو بکرؓ حضرت علیؓ کے چہرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے گئے۔ حضرت علیؓ نے پوچھا، آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ سیدنا ابو بکرؓ نے فرمایا: "میں نے ساقیوں کو پیرا فرماتے سنا ہے کہ پہلے صراط پر سے صرف وہی گزر کر جنت میں جائے گا جس کو علیؓ وہاں سے گزرنے کا پروا نہ دیں گے۔" اس پر سیدنا علیؓ ہنسنے لگے اور فرمایا: "اے ابو بکر! آپ کو بشارت ہو۔ میرے آقا و مولیٰؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ (اے علیؓ!) پہلے صراط پر سے گزرنے کا پروا نہ صرف اسی کو دینا جس کے دل میں ابو بکر کی محبت ہو۔"

(الریاض المعرفۃ فی مناقب الشرفاء ج ۲: ۱۵۵، مطبوعہ مصر)

سیدنا علیؓ نے فرمایا، ایک دن مشرکین نے رسول کریمؐ کو اپنے زرع میں لے لیا۔ وہ آپ کو کھینٹ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تم وہی ہو جو کہتا ہے کہ ایک خدا ہے۔ خدا کی قسم! کسی کو ان مشرکین سے مقابلہ کی جرأت نہیں ہوئی سوائے ابو بکرؓ کے۔ وہ آگے بڑھے اور مشرکین کو مارا اور دھکے دے دے کر ہٹاتے جاتے اور فرماتے جاتے، تم پر افسوس ہے کہ تم ایسے شخص کو لینا اچھا پارہے ہو جو یہ کہتا ہے کہ "میرا رب صرف اللہ ہے"۔ یہ فرما کر حضرت علیؓ اٹھا روئے کہ آپ کی داڑھی تر ہو گئی۔

پھر فرمایا، اے کوکاب یہ بتاؤ کہ سرفروغ کا مومن اچھا تھا یا ابو بکرؓ اچھے تھے؟ لوگ یہ سن کر خاموش رہے تو حضرت علیؓ نے پھر فرمایا، کوکاب جو اب کیوں نہیں دیتے۔ خدا کی قسم! ابو بکرؓ کی زندگی کا ایک لمحہ آل فرعون کے مومن کی ہزار ساعتوں سے بہتر اور برتر ہے کیونکہ وہ لوگ ہنایمان لڑکی سے چھپتے تھے اور ابو بکرؓ نے اپنے ایمان کا اظہار علی الاعلان کیا۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۰۰)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابو بکرؓ کے پاس سے گزرا اور وہ صرف ایک کپڑا لٹا رہے بیٹھے تھے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر بیسختہ میری زبان سے نکلا، کوئی صحیفہ والا اللہ تعالیٰ کو اتنا محبوب نہیں جتنا یہ کپڑا لٹا ہے۔ (تاریخ الخلفاء: ۲۲، بن صبا کر)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالمؐ اپنے صحابہ کے درمیان مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علیؓ آئے اور سلام کر کے کھڑے ہو گئے۔ حضورؐ منتظر رہے کہ دیکھیں کون ان کے لیے جگہ بناتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ آپ کی دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ اپنی جگہ سے اٹھ گئے اور فرمایا، اے ابوالحسن! یہاں تشریف لے آئیے۔

حضرت علیؓ، حضورؐ اور سیدنا ابو بکرؓ کے درمیان جینے گئے۔ اس پر آقا و مولیٰؐ کے چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے اور آپ نے فرمایا، "اہل فضل کی فضیلت کو صاحب فضل ہی جانتا ہے"۔ اسی طرح سیدنا ابو بکرؓ حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ کی بھی تعظیم کیا کرتے۔ (الصواعق الحرقۃ: ۲۶۹)

ایک روز حضرت ابو بکرؓ مسجد نبویؐ میں منبر پر تشریف فرما تھے کہ اس دوران امام حسنؓ آگئے جو کہ اس وقت بہت کم عمر تھے۔ امام حسنؓ کہنے لگے، میرے دادا جان کے منبر سے نیچے اتر آئیے۔ سیدنا ابو بکرؓ نے فرمایا، "تم سچ کہتے ہو۔ یہ تمہارے بابا جان ہی کا منبر ہے"۔ یہ فرما کر آپ نے امام حسنؓ کو کود میں اٹھایا اور انگبہ رہ گئے۔ حضرت علیؓ بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے کہا، خدا کی قسم! میں نے اس سے کچھ نہیں کہا تھا۔ سیدنا ابو بکرؓ نے فرمایا، آپ سچ کہتے ہیں، میں آپ کے متعلق غلط گمان نہیں کرتا۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۳۷، الصواعق الحرقۃ: ۲۶۹)

بن عبد البر صمدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اکثر حضرت علیؓ کے چہرے کی طرف دیکھا کرتے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے ان سے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا، میں نے ساقیوں کو پیرا فرماتے سنا ہے کہ علیؓ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ (الصواعق الحرقۃ: ۲۶۹)

یہ روز سیدنا ابو بکرؓ تشریف فرما تھے کہ سیدنا علیؓ آگئے۔ آپ نے انہیں دیکھ کر لوگوں سے فرمایا، جو کوئی رسول کریمؐ کے قریبی و کون میں سے عظیم المرتبت و قربت کے لحاظ سے قریب تر، افضل اور عظیم تر حق کے حال شخص کو دیکھ کر خوش ہونا چاہے وہ اس آنے والے کو دیکھے۔ (الصواعق الحرقۃ: ۲۷۰)

سیدنا ابو ہریرہؓ کے سب سے زیادہ بہادر ہونے سے متعلق سیدنا علیؓ کا ارشاد پہلے تحریر ہو چکا، اگر ان کے مابین کسی قسم کی رنجش ہوتی تو کیا یہ دونوں حضرت
یہ دوسرے کی فضیلت بیان فرماتے؟ یہ احادیث مبارکہ ان کی باہم محبت کی واضح مثالیں ہیں۔

سیدنا عمرؓ و سیدنا علیؓ کی باہم محبت:

حضرت بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ دو روز فاروقی میں مدائن کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے مسجد نبویؐ میں مال غنیمت جمع کر کے تقسیم کرنا شروع کیا۔ امام
حسنؓ تشریف لائے تو انہیں ایک ہزار اور ہمہند رکھے۔ پھر امام حسینؓ تشریف لائے تو انہیں بھی ایک ہزار اور ہمہند پیش کیے۔ پھر آپ کے صاحبزادے
عبداللہؓ آئے تو انہیں پانچ سو درہم دیے۔ انہوں نے عرض کی، اے امیر المؤمنین! جب میں مجبور رسالت میں جہاد کیا کرتا تھا اس وقت حسن و حسین بچے
تھے اور گلیوں میں کھید کرتے تھے۔ جبکہ آپ نے انہیں ہزار ہزار اور مجھے پانچ سو درہم دیے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا تم عمر کے بیٹے ہو جبکہ ان کے والد علیؓ، والدہ فاطمہؓ، الزہراءؓ، ابنا رسول اللہؐ، مانی خداؐ، سید الکبریٰؓ، سچے جعفر طیارؓ، پھول بھگی ام ہانیؓ،
ماموں ام ایمن بن رسول اللہؐ، خالہ رقیہ و ام کلثوم و زینب رسول کریمؐ کی بیٹیاں ہیں۔ اگر تمہیں ایسی فضیلت ملتی تو تم ہزار درہم کا مٹا بہہ کرتے۔ یہ
سن کر حضرت عبداللہ بن عمرؓ خاموش ہو گئے۔

جب اس واقعہ کی خبر حضرت علیؓ کو ہوئی تو انہوں نے فرمایا، میں نے رسول کریمؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ”عمر اہل جنت کے چرغ ہیں“۔ حضرت علیؓ کا
یہ رشتہ حضرت عمرؓ تک پہنچا تو آپ بعض صحابہ کے ہمراہ حضرت علیؓ کے گھر تشریف لائے اور دریافت کیا، اے علیؓ! کیا تم نے سنا ہے کہ ”تاہم ولیؓ
نے مجھے اہل جنت کا چرغ فرمایا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا، ہاں! میں نے خود سنا ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے علیؓ! میری خواہش ہے کہ آپ یہ حدیث میرے لیے تحریر کر دیں۔ سیدنا علیؓ نے یہ حدیث لکھی،

”یہ وہ بات ہے جس کے ضامن علی بن ابی طالب ہیں عمر بن خطابؓ کے لیے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا، ان سے جبریلؑ نے، ان سے اللہ تعالیٰ
نے کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ سِرَاجُ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔

عمر بن خطاب اہل جنت کے چرغ ہیں۔“

سیدنا علیؓ کی یہ تحریر حضرت عمرؓ نے لے لی اور وصیت فرمائی کہ جب میرا وصال ہو تو یہ تحریر میرے کفن میں رکھ دینا۔ چنانچہ آپ کی شہادت کے بعد وہ
تحریر آپ کے کفن میں رکھ دی گئی۔ (ازلہ الخفاء، الریاض المصروۃ ج: ۱ ص: ۲۸۴)

گران کے مابین کسی قسم کی خصامت ہوتی تو کیا یہ دونوں حضرات ایک دوسرے کی فضیلت بیان فرماتے؟ یہ واقعہ ان کی باہم محبت کی بہت عمدہ دلیل ہے۔

در تفسیر صحاح نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے کوئی بات پوچھی جس کا انہوں نے جواب دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا،
ابو اس میں سب بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں ایسے لوگوں میں رہوں جن میں آپ نہ ہوں۔ (اصوالمعنی ص: ۲۰۲)

اسی طرح جب رسول کریمؐ نے فرمایا، ”اے اللہ! جس کا میں دوست ہوں اس کے علیؓ بھی دوست ہیں۔ اے اللہ! اس سے دوستی رکھ جو ن سے دوستی
رھے اور اس سے دشمنی رکھ جو ن سے دشمنی رکھے۔“ اس کے بعد حضرت عمرؓ ان سے ملے تو فرمایا، اے ابن ابی طالب! آپ بومبارک ہو کہ آپ ہر صبح و
شام ہر ایمان والے مرد و عورت کے دوست ہیں۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ)

در تفسیر صحاح نے بیان کیا ہے کہ دو بدو کسی جگہ سے ملے حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو آپ نے حضرت علیؓ کو ان کا فیصلہ کرنے کا حکم دیا۔ ان میں سے

یہ ہے، یہ ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا؟ اس پر حضرت عمرؓ نے اسکا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا، تیرا براہو۔ تجھے علم ہے کہ یہ کون ہیں؟ یہ تیرے اور ہر مومن کے آقا ہیں اور جس کے یہ آقا نہیں وہ مومن ہی نہیں۔ (الصواعق المحرقة: ۲۷۲)

اس واقعہ سے بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ سے کس قدر محبت تھی۔

حضرت عمرؓ مور سلطنت کے وقت کسی سے نہیں ملتے تھے۔ آپ کے صاحبزادے عبد اللہؓ نے ملاقات کی اجازت طلب کی تو نہیں ملی۔ اس دوران مہ حسنؓ بھی ملاقات کے لیے آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ابن عمرؓ کو اجازت نہیں ملی تو مجھے بھی اجازت نہیں ملے گی۔ یہ سوچ کر وہ پس جانے لگے۔

اسی نے حضرت عمرؓ کو مدح و ستائش دی تو آپ نے فرمایا، انہیں میرے پاس لاؤ۔ جب وہ آئے تو فرمایا، آپ نے آنے کی خبر کیوں نہ کی؟ مہ حسنؓ نے کہا، میں نے سوچا، جب بیٹے و اجازت نہیں ملی تو مجھے بھی نہیں ملے گی۔

آپ نے فرمایا، وہ عمر کا بیٹا ہے اور آپ رسول اللہؐ کے بیٹے ہیں اس لیے آپ اجازت کے زیادہ حقدار ہیں عمرؓ کو جو عزت ملی ہے وہ اللہ کے بعد سب سے رسول اللہؐ اور اہلبیت کے ذریعے ملی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آئندہ جب آپ آئیں تو اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں۔ (الصواعق المحرقة: ۲۷۲)

ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں جس سے سیدنا عمرؓ کی سیدنا عمرؓ کی محبت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ جب شہید ہو گئے تو آپ نے کھڑکی سے سربمبارک باہر نکال کر صحن سے فرمایا، اے لوگو! میں نے ایک شخص کو تم پر خلیفہ مقرر کیا ہے کیا تم اس کام سے راضی ہو؟

سب لوگوں نے شفق ہو کر کہا، اے خلیفہ رسول اللہؐ! ہم بالکل راضی ہیں۔ اس پر سیدنا عمرؓ کھڑے ہو گئے اور کہا، وہ شخص اگر عمرؓ نہیں ہیں تو ہم راضی نہیں ہیں۔ سیدنا ابو بکرؓ نے فرمایا، بیشک وہ میری ہیں۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۵۰، ابن عساکر)

اسی طرح مہ محمد باقرؓ، حضرت جابر انصاریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وصال کے بعد حضرت عمرؓ کو غسل دیکر کفن پہنایا گیا تو حضرت علیؓ تشریف لائے اور فرمائے، ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، میرے نزدیک تم میں سے کوئی شخص مجھے اس (حضرت عمرؓ) سے زیادہ محبوب نہیں کہ میں اس جیسا احسان نامہ لیکر ہر گاہ اہلی میں حاضر ہوں۔ (تخصیص الشافی: ۲۱۹، مطبوعہ ایران)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات میں کس قدر پیار و محبت تھی۔ اور فاروقی تربیت ہی کا نتیجہ تھا کہ جب ایک حاسد شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے حضرت علیؓ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے ان کی خوبیاں بیان کیں پھر پوچھا، یہ باتیں تجھے بری لگیں؟ اس نے کہا، ہاں۔

آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل و خوار کرے۔ جادف ہو اور مجھے نقصان پہنچانے کی جو کوشش کر سکتا ہو کر لے۔ (بخاری باب مناقب علی)

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا، "قیامت کے دن میرے حسب و نسب کے سوا ہر سلسلہ نسب منقطع ہو جائے گا"۔ اسی بناء پر سیدنا عمرؓ نے سیدنا علیؓ سے کئی صاحبزادی سیدہ ام کلثومؓ، سیدہ سارہؓ کا رشتہ مانگا لیا۔ اور ان سے آپ کے ایک فرزند زیدؓ پیدا ہوئے۔

حضرت علیؓ کا یہ رشد بھی قابل غور ہے، آپ فرماتے ہیں کہ "جب تم صالحین کا ذکر کرو تو حضرت عمرؓ کو کبھی فراموش نہ کرو"۔ (تاریخ الخلفاء: ۹۵)

سیدنا علیؓ اور عظمت شیعین:

سیدنا علیؓ اور حضرت شعیبؓ، ایک دوسرے کی خوشی کو اپنی خوشی اور دوسرے کے غم کو اپنا غم سمجھتے تھے۔ شیعہ عالم ملا، قرقچس نے جلاء الجہون صفحہ ۶۸ پر لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کو نبی کریمؐ سے سیدہ فاطمہؓ کا رشتہ مانگنے کے لیے حضرت ابو بکرؓ کو بھیج دیا، انہوں نے مانگا لیا۔ اسی کتاب میں مرقوم ہے کہ نبی کریمؐ نے سیدہ فاطمہؓ کی شادی کے لیے ضروری سامان خریدنے کے لیے سیدنا ابو بکرؓ کو ذمہ داری سونپی تھی۔ اس سے معلوم ہو کہ سیدنا ابو بکرؓ و

رسول کریمؐ کے گھریلو معاملات میں بھی خاص قرب حاصل تھا۔

حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے جسم اقدس کے پاس کھڑا تھا کہ ایک صاحب نے میرے پیچھے سے آ کر میرے منہ پر پٹی ہنسی رکھی اور فرمایا، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے! بے شک مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں دوستوں (یعنی حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کا ساتھ عطا کرے گا کیونکہ میں نے بار بار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ 'میں تھا اور ابو بکر عمر' میں نے یہ کہا اور ابو بکر عمر نے 'میں چلا اور ابو بکر عمر' میں داخل ہوا اور ابو بکر عمر نے 'میں نکلا اور ابو بکر عمر' (بخاری ۵۷۸۱) میں نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لشکر تھا۔ (بخاری کتاب المناقب، مسلم کتاب اللہما کل الصحابہ)

اس حدیث پاک سے معلوم ہو کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی قرب و محبت کے باعث سیدنا ابو بکر عمر رضی اللہ عنہما سے دن محبت رکھتے تھے۔ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، میں نے خطبہ میں آپ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "اے اللہ! ہم کو وہی ہی صلاحت عطا فرما، جیسی تو نے ہدایت یافتہ خدائے راشدین کو عطا فرمائی تھی"۔ اذرا کہم آپ مجھے ان ہدایت یاب خلفائے راشدین کے نام بتادیں۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ تب بدیدہ ہو گئے اور فرمایا،

وہ میرے دوست ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ ان میں سے ہر ایک ہدایت کا امام اور شیخ الاسلام تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ دونوں قریش کے مقتدی تھے، جس شخص نے ان کی پیروی کی وہ اللہ تعالیٰ کی جماعت میں داخل ہو گیا۔ (تاریخ الخلفاء: ۲۶)

یہی واقعہ شیعہ حضرات کی کتاب تلخیص الشافی جلد ۳ صفحہ ۳۱۸ پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، یہ بات صحیح روایات سے ثابت اور تراجم سے نقل ہوتی چلی آئی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پٹی خدفت کے زہ نے میں اپنے رفقاء کے سامنے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی تعریف و توصیف کے ساتھ ساتھ ان کی افضلیت کو برملا اور علانیہ بیان کرتے رہے ہیں۔

عہد مذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سنی (۸۰) سے زیادہ حضرات سے صحیح سندوں کے ساتھ ثابت کیا ہے اور صحیح بخاری کے حوالے سے بھی بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے افضل ترین ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہ۔ آپ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے کہا، پھر آپ؟ تو آپ نے فرمایا، میں ایک عام مسلمان ہوں۔ (تکمیل الایمان: ۱۶۶)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انہیں سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہنے والوں کے لیے ڈڑوں کی سزا جو فرمائی ہے، شیعہ حضرات کی سہم الرجال کی معتبر کتاب رجال کشی کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ محمد بن سکندر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کوفہ کے منبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا کہ وہ فرما رہے تھے، گر میرے پاس کوئی یہ شخص آئے جو مجھے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دینا ہو تو میں اس کو ضرور ڈڑے گاؤں گا جو کہ بہتان گانے والے کی سزا ہے۔

(تکمیل الایمان: ۱۶۶، سنن دارقطنی، رجال کشی: ۳۳۸ مطبوعہ کرد)

اسی کتاب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اتنی موجود ہے کہ "حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی محبت ایمان ہے اور ان کا بغض کفر ہے"۔ (رجال کشی: ۳۳۸) پھر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، عجز علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بھی تقاضا ہے کہ محبوب کی اطاعت کیجیے (یعنی سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو ساری امت سے افضل مانے) اور اس کے غضب اور اتنی کوڑوں کے استحقاق سے بچئے۔ (اعتقاد الاحباب: ۵۶)

شیعہ حضرات یہ کہہ کر انکار کر دیتے ہیں کہ "یہ ساری باتیں تقیہ کے طور پر کہی گئی تھیں۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرات شیخین کی تعریف محض جان کے خوف اور دشمنوں کے ڈر سے کیا کرتے تھے۔ اگر ایسا نہ کرتے تو ان کی جان کو خطر تھا مگر دلی طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرات شیخین کے خداف تھے"۔

شیعوں کے سببوں میں قطعاً کوئی صداقت نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو خیر خدا تھے اور مکروراً کہتے تھے، اتنے بڑوں، معسوب اور عاجز ہو گئے تھے کہ وہ حق بیان کرنے سے قاصر رہے اور ساری زندگی خوف و عجز میں گزار دی، پھر اسد اللہ الغالب کا لقب کیا معنی رکھتا ہے؟ (تکمیل)

سیدنا علی المرتضیٰ حیدر راضی اللہ عنہ سے محبت کا دعویٰ کرنے والے آپ کا یہ ارشاد بھی دل کے کانوں سے سن لیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ کے بعد تمام لوگوں میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سب سے بہتر ہیں۔ کسی مومن کے دس میں میری محبت اور دو ہر وہم سے زیادہ، کا بغض کبھی کبچا نہیں ہو سکتے۔ (تاریخ اختلاف: ۱۲۲، طبرانی فی الاوسط)

حضرت شیخین رضی اللہ عنہما اور ائمہ اہلبیت:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص میرے والد امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور بولا، مجھے بو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ بتائیں۔ آپ نے فرمایا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق؟ اس نے کہا، آپ انہیں صدیق کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، تجھے تیری ماں روئے! رسول کریم ﷺ، مہاجرین و انصار صحابہ کرام نے ان کا نام صدیق رکھا ہے اور جو انہیں صدیق نہ کہے، اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اسکی بات کو سچا نہ کرے۔ یہاں سے چلا جا اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھ۔

در تلمیذی، حدیث نے عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے تلواری طوع کروانے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا، اس میں کوئی حرج کی بات نہیں، حضرت بو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی تلواری طوع کروایا ہوا تھا۔ میں نے کہا، آپ انہیں صدیق کہتے ہیں؟ فرمایا، ہاں وہ صدیق ہیں، ہاں وہ صدیق ہیں اور جو انہیں صدیق نہ کہے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اسکی بات کو سچا نہ کرے۔

اسی طرح، امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی بیان ہوا ہے کہ جیسے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شفاعت کی امید رکھتا ہوں ویسے ہی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بھی شفاعت کی امید رکھتا ہوں۔ انہوں نے مجھے دو بار بتا ہے۔ (الصواعق الحرقۃ: ۷۸، ۷۹)

دو بار جتنے کا مفہوم یہ ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی والدہ ام فروہ کے والد کا نام بن محمد بن ابو بکر اور انکی والدہ اسماء بنت عبد الرحمن بن ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے یہ بھی رشتہ فرمایا، جو شخص سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بھلائی کے ساتھ نہ یاد کرے، میں اس شخص سے بالکل بیزار اور لگ ہوں۔ (تاریخ علماء: ۹۷)

حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ کے پاس راضی آئے اور کہا، آپ حضرات شیخین یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بیزاری اظہار کریں تو ہم آپ سے بیعت کر میں گے۔ آپ نے انکار کر دیا، ورنہ فرمایا، خارجیوں نے سب سے اظہار بیزاری کیا مگر سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق وہ کچھ نہ کہہ سکے۔ جبکہ تم لوگوں نے خوارج سے بھی اوپر چھدنگ لگا کر ان دونوں سے بیزاری کا اظہار کر دیا۔ اب باقی کون رہا؟ خدا کی قسم! تم نے سب سے بیزار ری کا اظہار کر دیا ہے۔ (الصواعق الحرقۃ: ۷۹)

آپ نے یہ بھی فرمایا، میں نہیں جانتا کہ سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے کون بیزاری کا اظہار کرتا ہے؟ خدا کی قسم! سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے بیزار ری کا اظہار کرنا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بیزار ری کا اظہار ہے خواہ کوئی پہلے کرے یا بعد میں کرے۔

در تلمیذی، حدیث نے امام بن ابی حفصہ سے بیان کیا جو کہ شیعہ ہے مگر ثقہ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے امام ابو جعفر محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے حضرت شیخین رضی اللہ عنہما کے بارے میں دریافت کیا تو دونوں نے یہ جواب دیا، اے سالم! ان دونوں (یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) سے محبت رکھ ورنہ ان کے دشمنوں سے اظہار بیزار ری کر کیونکہ یہ دونوں امام ہدایت ہیں۔ (الصواعق الحرقۃ: ۸۰)

اسی سے یہ روایت بھی ہے کہ میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، وہ بیمار تھے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا، ”میں سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے دوق اور محبت رکھتا ہوں۔ اے اللہ! اگر س کے سوا میرے دل میں کوئی اور بات ہو تو مجھے قیامت میں رسول کریم ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو۔“ یہ آخری جملہ شیعہ روی پر تمام حجت کے لیے فرمایا کیونکہ وہ ایسے اقوال سن کر کہہ دیتے ہیں کہ انہوں نے تقیہ کیا تھا۔ (ایضاً)

حب مام باقر ؑ سے پوچھا گیا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ امی باتیں تھیہ کے طور پر کہتے ہیں اور آپ کے دل میں اسکے خلاف باتیں ہیں تو آپ نے فرمایا، خوفِ زندوں سے ہوا کرتا ہے، قیروالوں سے نہیں ہوتا۔ (تکمیل الایمان: ۱۶۸)

مام محمد باقر ؑ سے پوچھا گیا کہ سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا، خدا کی قسم! میں ان سے محبت رکھتا ہوں اور میرے ضم کے مطابق تمام ہدایت جس ان دونوں سے محبت رکھتے ہیں۔ (الصواعق المحرقة: ۸۱)

مام زین العابدین ؑ کا فتویٰ:

مام ابو جعفر محمد باقر ؑ نے پے والد حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک گروہ دیکھا جو خلفائے ثلاثہ کو کہے میں معروف تھا۔ آپ نے ان سے فرمایا، کیا تم اولین مہاجرین میں سے ہو چکے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے؟

الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَنْتَعُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ○ (بقرہ: ۸)

جو پنے گھروں اور مالوں سے نکلے گئے، اللہ کا فضل اور اسکی رضا چاہتے اور اللہ ورسول کی مدد کرتے، وہی سچے ہیں۔ (کنز، ایمان)

انہوں نے کہا، نہیں! ہم وہ لوگ نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا، پھر کیا تم اس آیت کا صدق ہو (جو انصار کی شان میں نازل ہوئی)؟

وَالَّذِينَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْتُونَ عَلَى الْفَيْسِمِ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شَخِ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○

"ورجنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا، دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے، اور پنے دونوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو (مہاجرین کو ممال غنیمت) دیے گئے، اور اپنی جانوں پر ان (مہاجرین) کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو، اور جو فیس کے راج سے بچا گیا، تو وہی کامیاب ہیں۔" (بقرہ: ۹۰، کنز، ایمان)

انہوں نے جواب دیا، نہیں۔ مام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے فرمایا،

تم نے خود ان دو گروہوں مہاجرین و انصار میں سے نہ ہونے کا اعتراف کر لیا اور میں کو اسی دینا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔ (الصواعق المحرقة: ۸۱)

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِأُولَئِكَ الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ ○ (بقرہ: ۱۰)

"اور وہ جو ان (مہاجرین و انصار صحابہ کرام ؓ) کے بعد آئے، عرض کرتے ہیں، اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے، اور ہمارے دونوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔ اے رب ہمارے، جیسا کہ تو ہی نہایت مہربان رحم و رحیم ہے۔" (کنز، ایمان)

کیونکہ ان آیات میں مومنوں کی تین ہی قسمیں بیان ہوئیں۔ مہاجرین، انصار اور ان کے بعد والے جو ان کے تابع ہوں اور علی طرفوں میں بولی کدورت نہ رکھیں اور ان کے لیے دعائے مغفرت کریں۔ پس جو صحابہ ؓ سے کدورت اور نفی رکھے، رافضی ہو یا خارجی، وہ مسلمانوں کی ان تینوں قسموں سے خارج ہے۔

رب تعالیٰ جن کو بخشنے کی اور جن کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اے محبوب رسول ﷺ،

ان کے ہدایت اور ان کے اصحاب کی سچی محبت اور تعظیم نصیب فرمائے

آمین بجاہ البی کریم علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ الفضل الصلوٰۃ والسلام۔

مآخذ ومراجع

- ١- فهرس كرم
 ٢- كبر الایمان (ترجمہ) امام احمد رضا محدث بریلوی (١٣٣٥ھ)

کتاب تفسیر

- ٣- تفسیر امقیس سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (٢٨ھ)
 ٤- جامع اسپان امام ابو جعفر ابن جریر الطبری (٣١٥ھ)
 ٥- معجم انشربل امام ابو محمد الحسن بن المعوی (٥١٦ھ)
 ٦- التفسیر الکبیر امام فخر الدین محمد الرازی (٦٠٦ھ)
 ٧- جامع الاحکام القرآن امام محمد مالکی القرطبی (٦٦٨ھ)
 ٨- تفسیر حارر امام علی بن محمد حازن (٦٢٥ھ)
 ٩- تفسیر القرآن العظیم امام عماد الدین ابن کثیر (٤٤٣ھ)
 ١٠- سائر المشور امام جلال الدین السیوطی (٩١١ھ)
 ١١- روح اسپان علامہ اسماعیل حقی حقی (١١٣٤ھ)
 ١٢- تفسیر مظہری علامہ قاسمی ثناء اللہ حقی (١٢٢٥ھ)
 ١٣- روح المعانی علامہ سید محمود آلوسی (١٢٤٠ھ)
 ١٤- حرائر اعراف علامہ سید محمد نعیم الدین (١٣٦٤ھ)
 ١٥- نور اعراف مفتی احمد یار خان نعیمی (١٣٩١ھ)
 ١٦- تفسیر صیاء القرآن جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری
 ١٧- تفسیر نجوم اعراف علامہ مفتی عبدالرزاق بہترالوی

کتاب احادیث وشرح

- ١٨- مسند الانام الاعظم امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت (١٥٠ھ)
 ١٩- مؤلف الانام مسند امام مالک بن انس المدنی (١٤٩ھ)
 ٢٠- نصف عماد برور امام عبدالرزاق بن ہمام (٢١١ھ)
 ٢١- نصف ابن ابی شیمہ امام عبداللہ بن محمد الکوفی (٢٣٥ھ)
 ٢٢- مسند امام احمد امام احمد بن حنبل الشیبانی (٢٤١ھ)
 ٢٣- مسند دارمی امام ابو محمد عبداللہ دارمی (٢٥٥ھ)
 ٢٤- تصحیح بلخاری امام محمد بن اسماعیل بخاری (٢٥٦ھ)

٢٥- الصحيح للمسلم	امام مسلم بن حجاج القشيري (٥٢٦١)
٢٦- الجامع للترمذى	امام محمد بن عيسى الترمذى (٥٢٤٩)
٢٧- المسند لابي داؤد	امام ابوداؤد سليمان بن اشعث (٥٢٤٥)
٢٨- المسند لابن ماجه	امام محمد بن يزيد بن ماجه (٥٢٤٣)
٢٩- مسند الزوار	امام احمد عمرو بن عبدالخالق بن زار (٥٢٩٢)
٣٠- المسند للنسائى	امام احمد بن شعيب النسائى (٥٣٠٣)
٣١- مسند ابويعلى	امام احمد بن على التميمى (٥٣٠٤)
٣٢- صحيح ابن حبان	امام محمد بن حبان التميمى (٥٣٥٣)
٣٣- المعجم الكبير	امام سليمان بن احمد الطبرانى (٥٣٦٠)
٣٤- المعجم الاوسط	امام سليمان بن احمد الطبرانى (٥٣٦٠)
٣٥- المعجم الصغير	امام سليمان بن احمد الطبرانى (٥٣٦٠)
٣٦- سنن الدارقطنى	امام على بن عمر الدارقطنى (٥٣٨٥)
٣٧- المستدرک	امام محمد بن عبدالله الحاكم (٥٤٠٥)
٣٨- دلائل النبوة	امام ابونعيم احمد بن عبدالله (٥٣٣٠)
٣٩- السنن الكبرى	امام احمد بن حسين الميهقى (٥٣٥٨)
٤٠- دلائل النبوة	امام احمد بن حسين الميهقى (٥٣٥٨)
٤١- شعب الايمان	امام احمد بن حسين الميهقى (٥٣٥٨)
٤٢- مشکوة المصابيح	امام ولى الدين محمد بن عبدالله (٥٤٣٢)
٤٣- مجمع الزوائد	امام نور الدين على الهيثمى (٥٨٠٤)
٤٤- الجامع الصغير	امام جلال الدين السيوطى (٥٩١١)
٤٥- حصائص الكبرى	امام جلال الدين السيوطى (٥٩١١)
٤٦- شرح صحيح مسلم	امام يحيى بن شرف نووى (٥٦٤٦)
٤٧- عمدة القارى	امام بدر الدين عيني حنفى (٥٨٥٥)
٤٨- فتح البارى	امام احمد بن حجر عسقلانى (٥٨٥٢)
٤٩- سرفاة شرح مشکوة	علامه على بن سلطان القارى (١٠١٢)
٥٠- اشعة اللمعات	شيخ عبدالحق محدث دهلوى (١٠٥٢)
٥١- سرفاة شرح مشکوة	مفتى احمد يار حان نعيمى (١٣٩١)
٥٢- نزهة القارى	علامه شريف الحق امجدى (١٣٢١)

كتب سيرت وتاريخ ومترقة

٥٣- السيرة النبوية	امام عبدالملك بن هشام (٥٢١٣)
٥٤- الطبقات الكبرى	امام محمد بن سعد الزهري (٥٢٣٠)

٥٥- فضائل الصحابة	امام احمد بن شعيب النسائي (٥٣٠٣)
٥٦- تاريخ الامم والملوك	علامه ابو جعفر ابن جرير الطبري (٥٣١٠)
٥٧- استيعاب	حافظ ابو عمرو ابن عبد البر المالكي (٥٣٦٣)
٥٨- كتاب الشفاء	امام قاضي عياض المالكي (٥٣٣٣)
٥٩- تاريخ دمشق الكبير	حافظ ابو القاسم علي ابن عساكر (٥٥٤١)
٦٠- اسد الغله	علامه علي المعروف بابن الاثير (٥٦٣٠)
٦١- الكاسل في التاريخ	علامه علي المعروف بابن الاثير (٥٦٣٠)
٦٢- الرياض النضرة	علامه ابو جعفر احمد الطبري (٥٦٩٣)
٦٣- شفاء السقام	علامه علي تقي الدين سمكي (٥٤٣٦)
٦٤- المدايه والنهيه	امام عماد الدين ابن كثير (٥٤٤٣)
٦٥- شرح عقائد نسفي	علامه سعد الدين مسعود قفطاراني (٥٤٩١)
٦٦- تاريخ ابن خلدون	علامه عبدالرحمن ابن خلدون (٥٨٠٨)
٦٧- الاصابه	امام احمد ابن حجر عسقلاني (٥٨٥٢)
٦٨- لسان الميزان	امام احمد ابن حجر عسقلاني (٥٨٥٢)
٦٩- المواهب اللدنيه	علامه احمد بن محمد قسطلاني (٥٩١١)
٧٠- وفاء الوفاء	علامه نور الدين علي سمهودي (٥٩١١)
٧١- تاريخ الخلفاء	امام جلال الدين سيوطي (٥٩١١)
٧٢- الصواعق المحرقة	علامه احمد بن حجر مكي (٥٩٤٣)
٧٣- مدارج النبوت	شيخ عبدالحق محدث دهلوي (١٠٥٢)
٧٤- جذب القلوب	شيخ عبدالحق محدث دهلوي (١٠٥٢)
٧٥- تذكميل الايمان	شيخ عبدالحق محدث دهلوي (١٠٥٢)
٧٦- ازالة الخفاء	شاه ولي الله محدث دهلوي (١١٤٩)
٧٧- ذخفه اثنا عشرية	شاه عبدالعزیز محدث دهلوي (١٢٢٩)
٧٨- هرفان شريعت	امام احمد رضا محدث بريلوي (١٣٣٠)
٧٩- عقائد الاحباب	امام احمد رضا محدث بريلوي (١٣٣٠)
٨٠- حدائق بخشش	امام احمد رضا محدث بريلوي (١٣٣٠)
٨١- الشرف المؤبد	علامه يوسف بن اسماعيل نمهاني (١٣٥٠)
٨٢- سوانح كربلا	علامه سيد محمد نعيم الدين (١٣٦٤)
٨٣- سهار شريعت	علامه محمد اسجد علي قادري (١٣٤٦)

کتاب شیعہ

- ٨٥- الاصول من الكافي ابو جعفر محمد كليني (٠٣٢٩)
- ٨٦- التبيان في تفسير القرآن ابو جعفر محمد طوسي (٠٣٨٥)
- ٨٧- تلخيص الشافعي ابو جعفر محمد طوسي (٠٣٨٥)
- ٨٨- مجمع البيان ابو علي فضل بن حسن طبرسي (٠٥٣٨)
- ٨٩- شرح نهج البلاغة كمال الدين سيثم الجواني (٠٢٤٩)
- ٩٠- رجال كشي ابو عمرو محمد بن عمر (٠٣١٥)
- ٩١- جلاء العيون سلا ناقر مجلسي (٠١١١٠)

یوں کہا کرتے ہیں سنی داستانِ اہلبیت

از: استاذِ ذمہ مولانا حسن رضا ریلوی علیہ الرحمۃ

باغِ جنت کے ہیں بہر مدحِ خوانِ اہلبیت
 تم کہڑوہ مار کا اے دشمنانِ اہلبیت
 کس زباں سے ہو بیانِ عزو شانِ اہلبیت
 مدح گوئے مصطفیٰ ہے مدحِ خوانِ اہلبیت
 ان کی پاکی کا خدائے پاک کرنا ہے عیاں
 آیہ تقسیم سے ظاہر ہے شانِ اہلبیت
 مصطفیٰ عزتِ بلا حاتمے کے لئے تعظیم دین
 ہے بلند اقبالِ حیرا و دوامانِ اہلبیت
 ان کے گھر میں بے جا ذاتِ جبرئیل آتے نہیں
 قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہلبیت
 مصطفیٰ بائعِ خریدار اس کا اللہ مشتری
 خوب چاندی کر رہا ہے کاروانِ اہلبیت
 رزم کا میدان بنا ہے جلوہ گاہِ حسن و عیاشی
 کربلا میں ہو رہا ہے احسانِ اہلبیت
 کس مزے کی لذتیں ہیں آپ تیغِ یار میں
 خاک و خوں میں لوسخے ہیں تشنگانِ اہلبیت
 باغِ جنت چھوڑ کر آئے ہیں محبوبِ خدا
 اے زہے قسمتِ تہاری کشنگانِ اہلبیت
 حوریں بے پردہ نکل آئی ہیں سر کھولے ہوئے
 آج کیا حشر ہے بڑا میانِ اہلبیت
 گھر لٹا جان دینا کوئی تم سے سکھ جائے
 جان عالم ہوندا اے خاندانِ اہلبیت
 سرشیدانِ محبت کے ہیں بیڑوں پر بلند
 اور اونچی کی خدائے قدر و شانِ اہلبیت
 دولتِ دیدار پائی پاک جانیں بچ کر
 کربلا میں خوب ہی چٹکی دوکانِ اہلبیت
 اپنا سودا بچ کر بازارِ سونا کر گئے
 کوئی بیعتی بسائی تاجرانِ اہلبیت
 اعلیٰ بیتِ پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
 پھولِ زخموں کے کھلانے ہیں ہوائے دوست نے
 لعلِ اللہ عظیم دشمنانِ اہلبیت
 پھولِ زخموں کے کھلانے ہیں ہوائے دوست نے
 فاطمہ کے لاڈلے کا آٹری دیدار ہے
 خون سے سینچا گیا ہے گلستانِ اہلبیت
 کوئی کیوں پوچھے کسی کو کیا غرض اے نیکی
 حشر کا ہنگامہ بڑا ہے میانِ اہلبیت
 کوئی کیوں پوچھے کسی کو کیا غرض اے نیکی
 آج کیا ہے مریضِ نیم جانِ اہلبیت

سن

اہلبیت

اے کوئی ہاں بے گستاخ فرتے ہیں کہا کرتے ہیں سنی داستانِ اہلبیت